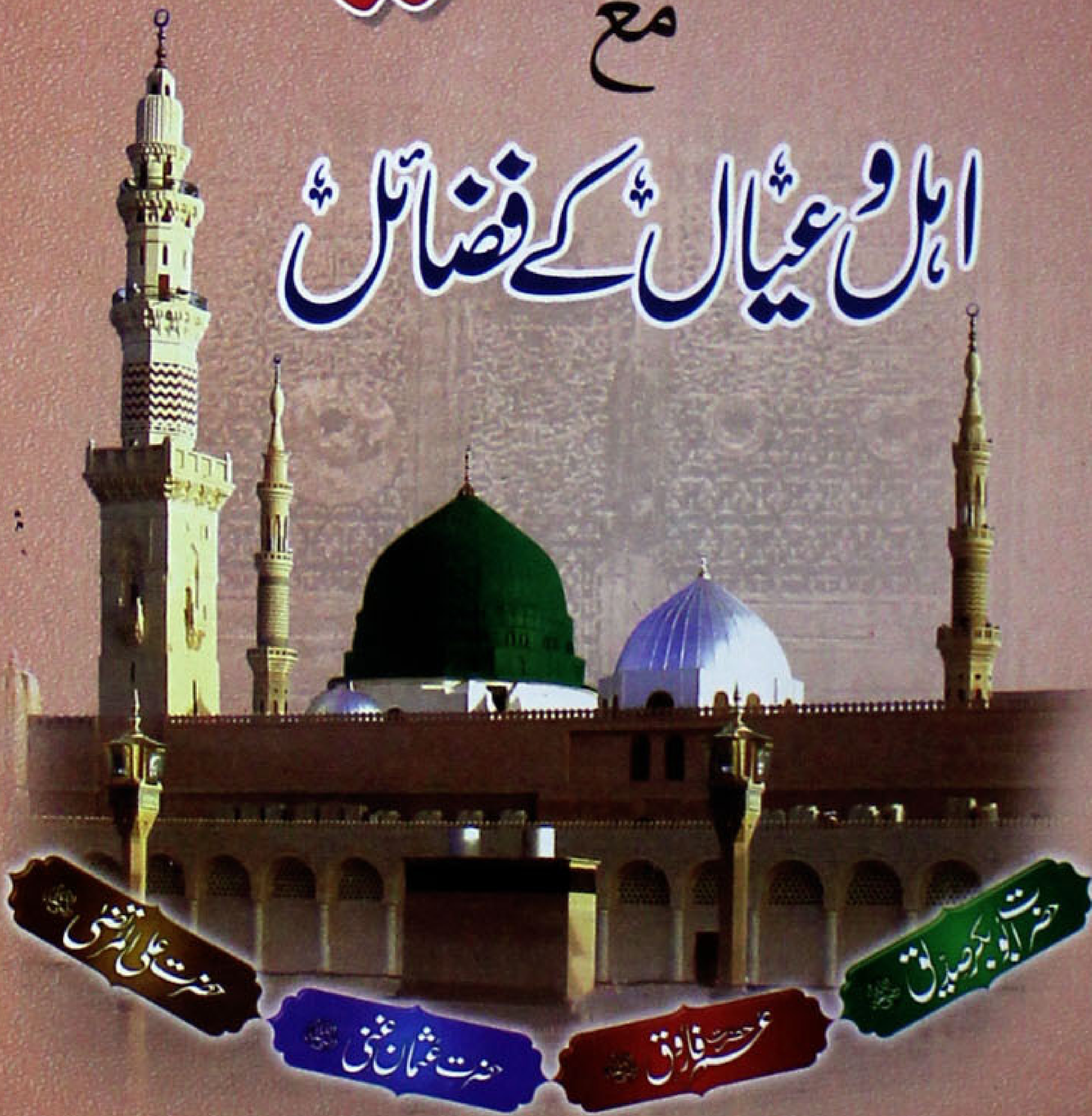
خلفائے راشدین کی سیرتِ طیبہ پر منفرد تصنیف

خُلفائے راشدین

مع

اہل و عیال کے فضائل



مؤلف:
مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاهد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

خلفائے راشدین کی سیرتِ طیبہ پر منفرد تصنیف

خلفائے راشدین

مع

اہل و عیال کے فضائل

مؤلف:
مولانا عبد المصطفٰے محمد مجاہد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022



نام کتاب	....	خلفائے راشدین مع اہل وعیال کے فضائل واحوال
مؤلف	....	مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری
صفحات	....	664
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	مئی 2015ء
ناشر	....	اکبر بک سیلرز لاہور
قیمت	....	500 روپے

ناشر اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
۴۰ اردو بازار لاہور

شرف انتساب

فقیر اپنی اس ادنیٰ کاوش کو خلفاء راشدین کی طرف منسوب کرتا ہے کہ جن کی قربانیوں سے اسلام کو تقویت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا ہے کہ میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب، اساتذہ کرام، پیرومرشد اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت نبی کریم ﷺ، حشر میں شفاعت شفیع عظیم ﷺ نصیب فرما کر جنت میں پڑوس رؤف رحیم ﷺ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و ﷺ

طالب غم مدینہ و مدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف

شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

مچلا ہے کہ رحمت نے امید بندھائی ہے
کیا بات تری مجرم کیا بات بن آئی ہے

سب نے صف محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بیکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

یوں تو سب انہیں کا ہے پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص ان کی کمائی ہے

زائر بھی گئے کب کے دن ڈھلنے یہ ہے پیارے
اٹھ میرے اکیلے چل کیا دیر لگائی ہے

بازار عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا
سرکار کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولا
رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھلک دو
منہ دیکھ کے کیا ہو گا پردے میں بھلائی ہے

اب آپ ہی سنبھالیں تو کام سنبھل جائیں
ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

حرص و ہوس بد سے دل تو بھی ستم کر لے
تو ہی نہیں بیگانہ دنیا ہی پرائی ہے

ہم دل جلے ہیں کس کے ہٹ فتنوں کے پرکالے
کیوں پھونک دوں اک اف سے کیا آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

نعت شریف

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہیں غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان سے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دل فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نو بہار خون ہمیں رلائے کیوں

یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغ جگر مٹائے کیوں

خوش رہے گل پہ عندلیب خار حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

گرد ملال اگر دھلے دل کی کلی اگر کھلے
برق سے آنکھ کیوں جلے رونے پہ مسکرائے کیوں

جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

اب تو نہ روک اے غنی عادت سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگجی زیر قدم بچھائے کیوں

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان — صفحہ

مقدمہ

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اصفیاء ہیں اور تمام کے تمام عادل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ○

(التوبہ100)

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور ان کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔''

پھر یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ ان مقدس نفوس کی شان میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ ہیں جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی ایک شخص احد پہاڑ جتنا سونا خیرات کر دے پھر بھی وہ ان کے دیئے ایک کلو یا نصف کلو کے برابر نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:3673)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو ان کو میرے طعن کا نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی اس نے بے شک مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے بے شک اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3862)

اسی طرح ان مقدس نفوس کی شان میں یہ فرمان مقدس بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لئے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3865)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہ مقدم ہوں یا موخر سب کے سب شان وعظمت کے مالک ہیں اور ان سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے مگر ان کے درجات ومراتب مختلف ہیں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر عشرہ مبشرہ میں سے بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل ہیں اس کے بعد بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عظمت وشان کے مالک ہیں۔ خلفاء راشدین کی شان وعظمت کا اندازہ اس آیت کریمہ سے بھی ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ (الفتح:29)

محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو ان کے اصحاب ہیں کفار پر بہت سخت ہیں آپس میں نرم دل ہیں آپ ان کو رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔

اس آیت کریمہ میں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے مراد حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ایمان لانے کے بعد اسلام کی تبلیغ کرنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ اسلام کی مدافعت میں وہ آپ کے ساتھ تھے، سفر ہجرت میں آپ کے ساتھ تھے، غار ثور میں آپ کے ساتھ تھے، قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، قبر سے اٹھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے اور دخول جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے اور جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کو معیت حاصل تھی کسی کو حاصل نہ تھی اور "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا کفار پر سخت ہونا بہت دشوار ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے میں تامل کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا یہ آپ رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کفار پر سختی کا تقاضا تھا کہ انہوں نے قریش مکہ مکرمہ سے صلح کرنے کے معاملہ میں بہت تردد کیا۔ اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے نکلے تو اس موقع پر بھی انہوں نے آپ سے بحث و مباحثہ کیا اور اس آیت کریمہ میں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ بہت نرم دل تھے۔ جب مسجد نبوی میں مسلمانوں کے لئے جگہ کم تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی

کی توسیع کروائی۔ مسلمانوں کے لئے میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا تو رومانام کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا۔ غزوہ تبوک کے لشکر کے لئے تین سو اونٹ مع ساز و سامان مہیا کیے۔ خود جان پر کھیل گئے لیکن اپنی حفاظت کے لئے مسلمانوں کو بلانے کی اجازت نہیں دی اور "تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" سے مراد حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی اکثر راتیں رکوع اور سجود میں گزرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مقدس نفوس سے رب تعالیٰ ہمیشہ کے لئے راضی ہو گیا اور ان کے لئے جنت کا وعدہ فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ان مقدس نفوس کے صدقے ہم سب امت مسلمہ کو جنت الفردوس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمین۔

میں اس کتاب میں خلفاء راشدین اور ان کے مشہور اہل و عیال کے فضائل ذکر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق و سچ بیان کرنے اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مدفن جنت البقیع
عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف
شاہ جمال مظفر گڑھ

خلفاء راشدین
مع
اہل وعیال کے فضائل واحوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الصلٰوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ
الصلٰوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ ﷺ
الصلٰوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ ﷺ
الصلٰوۃ والسلام علیک یا نور اللہ ﷺ

درود شریف کی فضیلت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے صبح کے وقت دس بار مجھ پر درود پڑھا اور شام کو مجھ پر دس بار درود

پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پالے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 527)

سبحان اللہ عزوجل! نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کے گجرے نچھاور کرنے والے کو قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور یہ وہ دن ہوگا کہ ہر نبی علیہ السلام یہ فرمائے گا کہ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ جبکہ نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کے گجرے نچھاور کرنے والے کو نبی کریم ﷺ سینۂ اطہر سے لگا کر شفاعت فرمائیں گے۔ لہٰذا ہمیں آقائے دو عالم نور مجسم شفیع امم ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود وسلام پڑھنا چاہئے تاکہ ہماری دنیا وآخرت کامیاب ہو۔

تنبیہ

یہاں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ خلفاء راشدین مع اہل وعیال کے فضائل واحوال بیان کئے جائیں گے اور اہل وعیال میں سے بھی ان کے احوال بیان کئے جائیں گے جو کہ مشہور ہیں یا تو ان سے احادیث مبارکہ روایت ہیں یا ان کی شہرت کی کوئی اور وجہ ہے لہٰذا سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل واحوال بیان کئے جائیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے احوال بیان کئے جائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل واحوال بیان کئے جائیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے احوال وفضائل بیان کئے جائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و احوال بیان کئے جائیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے فضائل واحوال بیان کئے جائیں گے۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل واحوال بیان کئے جائیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے فضائل واحوال بیان کئے جائیں گے۔ اس ترتیب کے ساتھ خلفاء راشدین اور ان کے مشہور اہل وعیال کے فضائل واحوال کو بیان کیا جائے گا لہٰذا اس ترتیب کو ذہن نشین فرمالیجئے آگے کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق وسچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور یار غار ہیں اور اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل امتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہیں سفر و حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایات لی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد محترم عثمان کی کنیت ابوقحافہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ہے ام الخیر سلمی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار اور ہجرت کے ساتھی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انت عتیق من النار، ''تم جہنم سے آزاد ہو۔''

اس دن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق پڑ گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق بھی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ کئی مسلمان یہ خبر سن کر مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سن کر کہا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے بناء اس سے بھی زیادہ مستعد چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں اس بناء پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق پڑ گیا۔

(اسد الغابہ: ج:3، ص:206)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی □÷□§□630 لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار قریش کے رؤسا میں ہوتا تھا اور قریش حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہت الفت اور محبت رکھتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

حضرت عبداللہ بن حصین تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے جس شخص پر اسلام پیش کیا اس نے اس میں شک و تردد اور غور و فکر کیا۔

البتہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر جب اسلام پیش کیا تو انہوں نے اس میں تردد نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں ایک مبعوث ہونے والے نبی کے متعلق سنتا رہتا تھا میں نے ورقہ بن نوفل سے اس کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا وہ نبی عرب کے متوسط نسب سے مبعوث ہو گا اور مجھے متوسط نسب کا علم تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یمن گئے وہاں ایک بوڑھے عالم سے ملاقات ہوئی اس نے مجھے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو) دیکھ کر کہا میرا گمان ہے تم حرم کے باشندے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں میں اہل حرم سے ہوں۔ اس نے کہا میرا گمان ہے تم قریش سے ہو۔ میں نے کہا: ہاں میں قریش سے ہوں۔ انہوں نے کہا: میرا گمان ہے تم تیمی ہو۔ میں نے کہا، ہاں۔ میں تیم بن مرہ کی اولاد سے ہوں۔ اس نے کہا مجھے تمہاری ایک علامت کا علم ہے۔ میں نے کہا: وہ کیا۔ اس نے کہا تم اپنا پیٹ کھولو۔ میں نے کہا: نہیں۔ تم مجھے پہلے اس کا سبب بتاؤ۔ اس نے کہا میں اپنے صحیح اور صادق علم کے ذریعہ جانتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور ایک ادھیڑ عمر کا اور ایک جوان شخص اس نبی کی مدد کریں گے جوان شخص مہمات کو سر کرنے والا اور مشکلات کو حل کرنے والا ہوگا اور ادھیڑ عمر شخص سفید رنگ نحیف و لاغر ہوگا اور اس کے پیٹ پر تل ہوگا اس کی الٹی ران پر ایک علامت ہوگی۔ تم مجھے وہ علامت کیوں نہیں دکھاتے جو میں نے بتائی ہے؟ میں نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو اس نے میری ناف کے اوپر ایک سیاہ رنگ کا تل دیکھا۔ اس نے کہا: رب کعبہ کی قسم تم وہی ہو میں تمہارے پاس خود آنے والا تھا۔ میں نے کہا: کس کے لئے؟ اس نے کہا: یہ بتانے کے لئے کہ تم راہ ہدایت سے نہ ہٹنا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے اس میں ڈرتے رہنا جب میں اس سے رخصت ہونے لگا تو

اس نے کہا مجھ سے کچھ شعر سنتے جاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب میں واپس مکہ مکرمہ پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے مجھ سے عقبہ بن ابی معیط، شیبہ، ربیعہ، ابوجہل، ابوالبختری اور دیگر صنادید قریش ملے۔ انہوں نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک عظیم واقعہ ہو گیا ہے۔ ابوطالب کے یتیم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم اس معاملہ میں انتظار نہ کرتے اب تم آ گئے ہو تو اس کا فیصلہ کرنا تم پر موقوف ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے ان کو احسن طریقہ سے واپس کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ باہر آئے میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں تمہاری اور تمام لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ! میں نے کہا: آپ کے اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بوڑھا شخص جو تم سے یمن میں ملا تھا۔ میں نے کہا: میں تو وہاں پر کئی بوڑھوں سے ملا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ بوڑھا جس نے تمہیں شعر سنائے تھے۔ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس آتا رہا ہے۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں واپس ہو گیا اور میرے اسلام لانے پر پوری وادی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خوش نہیں تھا۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص 206 تا 208)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور فرمایا: اس کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت سیّدنا صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3734)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اور مونس و غم خوار رہے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحابیت کا انکار کردے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ قرآن مجید نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب رسول ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تم کو میرا صاحب بنائے گا جب ہجرت کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ درآں حالیکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو بیدار کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل گئی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے دیکھا کہ فرط مسرت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے پھر وہ دونوں گئے اور غار میں داخل ہو گئے اور تین دن غار میں ٹھہرے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم رات کے اندھیرے میں روانہ ہوئے اور ایک رات اور ایک دن چلتے رہے حتیٰ کہ دوپہر کا وقت ہو گیا میں نظر اٹھا کر کوئی سائے کی جگہ دیکھنے لگا۔ اچانک میں نے ایک چٹان کو دیکھا اس پر کچھ سایہ تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صاف کیا اور اس پر ایک پوستین بچھا دی پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس پر لیٹ جائیے پھر میں نے نکل کر دیکھا کہ کوئی ہمیں ڈھونڈ تو نہیں رہا۔ میں نے ایک بکریاں چرانے والے کو دیکھا میں نے اس سے پوچھا تم کس کی بکریاں چرا رہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام بتایا جس کو میں نے پہچان لیا میں نے اس سے پوچھا: تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ میں نے اس سے پوچھا تم مجھے دودھ دو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس سے کہا بکری کے تھن کو گردو غبار سے صاف کرو۔ اس نے دودھ نکالا۔ میں نے اس کو ایک پیالے میں ڈال کر پانی ملا کر ٹھنڈا کیا پھر میں دودھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دودھ نوش فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا۔ میں نے عرض کیا: اب ہمیں چلنا چاہئے پھر ہم چل پڑے اور لوگ ہمارے پیچھے آ رہے تھے اور سراقہ بن مالک بن جعشم کے سوا جو گھوڑی پر سوار تھا کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے تو ہمیں آ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے جب وہ دو یا تین نیزے کی مقدار رہ گیا تو میں رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اپنی وجہ سے نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے خلاف دعا کی تو اس کی گھوڑی پیٹ تک اس سخت زمین

میں دھنس گئی۔ وہ کہنے لگا: اے محمد (مصطفیٰ) ﷺ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔ آپ ﷺ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نجات دے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے آنے والوں کو اندھا کر دوں گا۔ آپ ﷺ میرے یہ تیر اور کمان لے لیں عنقریب آپ کا میرے اونٹوں اور بکریوں سے گزر ہو گا ان میں سے آپ اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی وہ زمین سے نکل آیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

(اسد الغابہ: جز:3، ص209 تا 211)

غار میں رفاقت رسول اللہ ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار میں رسول اللہ ﷺ کے لئے کون سا مبارک عمل کیا اور راستے میں کون سا حسن عمل سرانجام دیا اس بارے میں علماء کرام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

امام عبدالملک بن ہشام کا قول

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق سے روایت ہے:

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو کسی کو اس کا علم نہیں تھا ماسوا حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس ہیں وہ ان کو ادا کر دیں اس کے بعد مدینہ منورہ آ جائیں اور مکہ مکرمہ میں جس شخص کے پاس بھی کوئی اہم چیز ہوتی تھی وہ اس کو آپ ﷺ کے پاس

رکھوا دیتا کیونکہ سب لوگ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت پر یقین رکھتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے مکان کے پیچھے سے غار ثور کی طرف نکلے جو مکہ مکرمہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے وہ دونوں اس پہاڑ میں داخل ہو گئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ بغور سنیں کہ لوگ ان کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں پھر شام کو آکر ہمیں خبر دیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دن میں بکریاں چرائیں اور شام کو ان کے پاس آجائیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا شام کو ان کے پاس کھانا لے کر آتی تھیں۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو غار میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور غار کو ٹٹول کر دیکھا کہ اس میں کہیں سانپ یا بچھو تو نہیں ہے تا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کے اثر سے محفوظ رکھیں۔

(سیرت ابن ہشام: ج:2، ص:99)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر رضی اللہ عنہ کی تمام عمر سے افضل اور بہتر ہے۔ کیا میں تمہیں ان کی ایک رات اور ایک دن کے متعلق بتاؤں؟ راوی بیان فرماتے ہیں: ہاں! اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رات تو وہ ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلتے کبھی آگے چلتے کبھی دائیں چلتے کبھی بائیں چلتے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! ایسا کیوں کر رہے ہو؟ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف اس لیے چل رہا ہوں کہ اگر کوئی اچانک آپ پر حملہ آور ہو تو اس کا پہلا نشانہ میں بنوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات چلتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں گھس گئے یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر دوڑنا شروع کیا حتیٰ کہ غار ثور کے دہانہ پر پہنچ گئے وہاں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں پہلے داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوں گا تا کہ اگر اس میں کوئی مضر چیز ہے تو پہلے مجھے اس کا ضرر پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں گئے اور کوئی مضر چیز نہیں پائی غار میں بہت سوراخ تھے جن میں مختلف اقسام کے سانپ تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان سوراخوں سے کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچائے انہوں نے سوراخ میں اپنا قدم رکھ دیا سانپ ان کے پیر پر ڈنک مارنے لگے اور ڈسنے لگے اور تکلیف کی شدت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رات ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:2،ص:477)

امام ابوجعفر احمد المحب الطبری کا قول

امام ابوجعفر احمد المحب الطبری متوفی 694ھ لکھتے ہیں:

ابن السمان نے کتاب الموافقہ میں بیان کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس میں جو سوراخ بھی دیکھا اس میں اپنی انگلی داخل کر دی حتیٰ کہ ایک بڑا سوراخ دیکھا اس میں ران تک اپنی ٹانگ داخل کر دی پھر کہا: یا رسول اللہ! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے آیئے میں نے

آپ ﷺ کے لئے جگہ تیار کر دی ہے۔(الآخر) رات بھر سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں ڈنک مارتے رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی تکلیف میں رات گزاری صبح کو انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہوا ان کی پوری ٹانگ سوجی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ سانپ کے ڈنک مارنے کا اثر ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے آپ ﷺ کی نیند کو خراب کرنا ناپسند کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا تو ان کے جسم کا سارا درد جاتا رہا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج:1، ص:102)

امام طبری نے دوسری روایت یوں بیان فرمائی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات کی عظمت اور خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار ثور میں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ پہلے غار میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوتا ہوں تاکہ اگر اس میں کوئی چیز مضر ہو تو اس کا ضرر مجھے لاحق ہو نہ کہ آپ ﷺ کو۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو اس میں بہت سوراخ تھے انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر وہ تمام سوراخ بھر دیئے دو سوراخ باقی رہ گئے تو انہوں نے ان پر اپنا پیر رکھ دیا پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنک مارنے شروع کر دیئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر گرے تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا پھر رسول اللہ ﷺ

نے ان کے پیر پر لعاب دہن لگایا تو ان کی تمام تکلیف دور ہوگئی۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ج:1، ص:104)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی کا قول

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی 957ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم غار میں ہیں اگر کسی نے اپنے قدموں کے نشان کو دیکھا تو وہ ہمارے قدموں کے نشانوں کو بھی دیکھ لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہارا ان دونوں کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

غار کی شب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے پہلے غار میں داخل ہونے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ داخل ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہو کر اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر غار کے سوراخوں کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنے کپڑے کو پھاڑ کر غار کے تمام سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر تمہارا کپڑا (قمیص) کہاں ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! ابوبکر کو جنت میں میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ (المنتظم: ج:2، ص:176)

امام ابن جوزی نے الوفاء میں لکھا ہے کہ

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوراخ میں اپنی ایڑی رکھ دی تو سانپ ان کی ایڑی میں ڈنک مارنے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ غم نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں سکون نازل فرمایا۔

(الوفاء: ج:1، ص:238)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قریش جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے تو وہ کھوجی کو لائے جو قدموں کے نشان سے اپنے ہدف تک پہنچتا تھا حتیٰ کہ وہ شخص غار پر جا کر ٹھہر گیا۔ اس نے کہا یہاں آ کر نشانات ختم ہو گئے ہیں مکڑی نے اسی وقت غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکڑی کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ جب انہوں نے مکڑی کے جالے کو دیکھا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے اور وہ واپس چلے گئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:8، ص:75)

علامہ احمد قسطلانی کا قول

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے غار میں داخل ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر سے محفوظ رکھیں انہوں نے ایک سوراخ دیکھا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی تاکہ اس میں کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ پہنچائے پھر سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈنک مارنے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

ایک روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ جب سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈنک مارا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر گرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا:

آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگایا اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی۔

(مواہب اللدنیہ: جز:1، ص:149)

امام عبدالملک بن ہشام کا دوسرا قول

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غار میں رہے اور قریش نے آپ ﷺ کو واپس لانے کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ دن میں قریش کی باتیں سنتے جو وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کرتے تھے اور شام کو آ کر ان کی خبر پہنچاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ اس جگہ بکریوں کو لے جاتے اور بکریوں کے چلنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے غار کے پاس چلنے کے نشان مٹ جاتے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا تین دن تک رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا پہنچاتی رہیں پھر تین دن کے بعد رسول اللہ ﷺ غار سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام: جز:2، ص:100)

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں کی ایک جماعت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو شام سے تجارت کر کے لوٹ رہے تھے، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے تشریف لا رہے ہیں وہ ہر روز صبح مدینہ منورہ کی پتھریلی زمین پر جاتے اور آپ ﷺ کا انتظار کرتے اور دوپہر کو لوٹ آتے حتیٰ کہ ایک روز جب

ان کا انتظار بہت طویل ہو گیا اور وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے ایک یہودی کسی ٹیلہ پر کھڑا ہوا کسی کا انتظار کر رہا تھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو سفید لباس میں آتے ہوئے دیکھ لیا وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے چلا کر بولا: اے معاشر العرب! یہ ہیں وہ تمہارے بزرگ جن کا تم انتظار کر رہے تھے مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور انہوں نے اس پتھریلی زمین پر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ نبی کریم ﷺ دائیں جانب مڑ گئے اور بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے۔ یہ ماہ ربیع الاول کا پہلا دن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے رہے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے پھر انصار کے جن لوگوں نے پہلے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تعظیم دینے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آ گئی۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3905)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے پہلے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ (ﷺ) گمان کیا اسی لیے انہوں نے ابتداءً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور جب دھوپ آ گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کیا تب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔

(فتح الباری: جز: 7، ص: 244)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی متوفی 606ھ سورہ توبہ کی آیت 40 کے تحت لکھتے ہیں:

1- نبی کریم ﷺ غار میں اس لیے گئے تھے کہ کفار آپ ﷺ کو قتل کرنے کے درپے تھے تو اگر آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باطن پر مکمل اعتماد نہ ہوتا کہ یہ مومن برحق اور صادق اور صدیق ہیں تو ان کے ساتھ اس غار میں کبھی نہ جاتے کیونکہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف تھا تو آپ کو یہ خدشہ ہوتا کہ یہ کافروں کو آپ ﷺ کے چھپنے کی جگہ بتا دیں گے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صادق اور مخلص قرار دیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ظاہر کے موافق تھا۔

2- یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مخلصین کی ایک جماعت تھی اور اس جماعت میں ایسے لوگ تھے جو شجرہ نسب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے قریب تھے تو اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو حضور انور ﷺ اس خطرناک موقعہ پر اپنی معیت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخصوص نہ کرتے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کی رفاقت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دین میں بہت بلند مرتبہ ہے۔

3- اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ثانی اثنین فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا ثانی قرار دیا اور دین کے اکثر مراتب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے ثانی ہیں کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور آپ ﷺ نے تبلیغ کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے پھر امت میں دوسرے درجے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تبلیغ کی اور ان کی تبلیغ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ میں اول حضور ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح ہر جہاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

حضور انور ﷺ کے ثانی تھے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی مدافعت میں بہت بعد میں تلوار اٹھائی ہے ابتداء میں کفار کی ایذاء رسانیوں کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دفاع کرتے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا سو امامت میں بھی اول ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور جس جگہ حضور انور ﷺ دفن ہوئے بعد میں وہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے سو تبلیغ، جہاد، امامت اور روضہ میں تدفین، ہر معاملہ میں اول حضور انور ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

4- اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صاحب ہیں اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انتہائی فضیلت پر دلیل ہے۔

حضرت حسین بن فضیل بجلی نے فرمایا:

جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی اول ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہوگا کیونکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصف صحابیت کے ساتھ متصف کیا ہے اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو بھی اس وصف کے ساتھ متصف کیا ہے کہ وہ مومن کا صاحب ہے۔

جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ (یوسف:39)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا) اے قید خانہ کے صاحبو!

اس کا جواب یہ ہے: ہر چند کہ یہاں پر دونوں کافر کا وصف صاحب کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس کے آگے ہی وہ الفاظ بھی ذکر کیے ہیں جو ان کے مشرک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف یہاں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصف ''صاحب نبی'' ذکر کیا اور بعد

میں وہ الفاظ ذکر نہ کیے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور اجلال پر دلالت کرتے ہیں اور وہ ہیں۔ "لا تحزن ان اللہ معنا" سو اگر فرط عداوت نہ ہو تو ان دونوں وصفوں میں کیا منا سبت ہے۔

ایک بار مصنف نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے اس استدلال پر ایک عالم نے یہ معارضہ کیا کہ احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین پر اپنے اصحاب کا اطلاق کیا ہے۔

مثلاً امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن ابی سلول نے کہا انہوں نے ہمارے خلاف لوگوں کو بلایا ہے جب ہم مدینہ منورہ واپس جائیں گے تو عزت والے مدینہ سے ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہم اس خبیث یعنی عبداللہ کو قتل نہ کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں لوگ یہ کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ہر چند کہ عبداللہ بن ابی پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاق ہے لیکن ساتھ ہی اس کی اہانت اور تذلیل کا بھی ذکر ہے کیونکہ اس کو خبیث کہا ہے اور واجب القتل قرار دیا ہے اس کے خلاف اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کا اطلاق ہے اور اس کے ساتھ ان کی تعظیم اور اجلال کا ذکر کیا گیا ہے۔

5- اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب سے فرمایا: "لا تحزن ان اللہ معنا" اور یہ معیت حفاظت اور نصرت کی معیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شریک رکھا ہے اگر شیعہ اس معیت کو کسی فاسد معنیٰ پر محمول کریں تو العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس معیت میں ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اس لیے معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا محافظ اور مددگار

ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ محافظ اور مددگار ہو اس کے عقائد میں نفاق اور ارتداد داخل نہیں ہو سکتا ورنہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرت پر حرف آئے گا۔

دوسری تقریر یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○ (نحل:128)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں یعنی متقی اور محسن ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور سورہ نحل کی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیکوکار ہو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متقی اور نیکوکار ہیں۔

6- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لاتحزن" غم نہ کرو۔ یہ غم کرنے سے نہی اور ممانعت ہے اور نہی دوام کو واجب کرتی ہے اس کا تقاضا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطلقاً رنج وغم نہیں کریں گے زندگی میں نہ موت سے پہلے نہ موت کے بعد اور یہ اسی کا وصف ہو سکتا ہے جو دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو۔

7- اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فانزل الله سكينة عليه ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین نازل فرمائی۔

شیعہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تسکین نازل فرمائی۔ یہ اس لیے غلط ہے کہ خوف اور حزن تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لاحق تھا اس لیے تسکین کا تعلق بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہونا چاہئے نیز اگر تسکین کا تعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خائف تھے اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خود خائف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دینا۔ غم نہ کر۔ غیر معقول ہوگا اس لیے صحیح یہ ہے

کہ حضور انور ﷺ تو پہلے ہی پرسکون تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کافروں کے خلاف آپ ﷺ کی مدد فرمائے گا۔

ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قلب پر تسکین نازل فرمائی اور جس پر اللہ تعالیٰ کی تسکین نازل ہوئی ہو وہ نفاق، ارتداد اور دین و دنیا کے ہر قسم کے خطرات سے مامون اور محفوظ رہے گا۔

8- اسی پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے سواری خریدی اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا غار میں کھانا لے کر آتے تھے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اور میرا صاحب غار میں دس اور چند روز ٹھہرے اور سوائے کھجوروں کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جب حضور انور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ لوگ حضور ﷺ کو نہیں پہچانیں گے تو انہوں نے حضور انور ﷺ کے اوپر ایک چادر سے سایہ کیا تاکہ لوگ پہچان لیں کہ رسول اللہ ﷺ کون ہیں پھر اہل مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان کر آپ ﷺ کی تعظیم کی۔

9- جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور انصار مدینہ منورہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے سفر اور حضر میں اپنی رفاقت کے لئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تھا۔

10- چونکہ اس سفر میں حضور انور ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اسی لیے اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ فوت ہو جاتے تو حضور انور ﷺ کے تمام معاملات کے کفیل صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے اور امت کے

متعلق آپ کے وصی بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے اور اس سفر میں جو قرآن مجید کی آیات نازل ہوتیں ان کی تبلیغ بھی صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے اور یہ تمام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل عالیہ اور درجات رفیعہ پر دلالت کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: جز:4، ص 438 تا 440)

غزوات میں شرکت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میں سے ایک کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں یہ عظیم فرشتے جنگ میں حاضر ہیں۔

امام محمد بن سعد نے فرمایا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بدر، خندق، احد، حدیبیہ اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا۔ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سو وسق طعام دیا۔ جنگ احد اور جنگ صفین میں جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ان دونوں جنگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ تمام اہل سیرت اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ (اسد الغابہ: جز:3، ص 211 تا 212)

مانعین زکوٰۃ سے قتال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور عرب کے قبائل میں سے جو کافر ہوئے وہ کافر ہو گئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کیسے لوگوں سے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا ماسوا اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1399)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ بن خالد سے روایت ہے:

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کون فتویٰ دیتا تھا؟ انہوں نے کہا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔ ان کے سوا میں اور کسی کو نہیں جانتا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو دنیا اور اپنے پاس رہنے کا اختیار دیا تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنے کا اختیار کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سن کر رونے لگے ہمیں تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اختیار دینے کی خبر دی ہے اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ دراصل جس شخص کو اختیار دیا گیا وہ رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مت روؤ لوگوں میں سے جس شخص نے اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کیا ہے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں مسجد میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا اور کسی شخص کا دروازہ

باقی نہ رہنے دیا جائے۔(اسد الغابہ: ج:3،ص216 تا217)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اسی روز سقیفہ بنوساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی پھر اس کے ایک دن بعد عام بیعت کی گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ، قبیلہ خزرج کے چند لوگوں اور قریش کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب نے بیعت کر لی۔

ایک قول یہ ہے:

اس دن تمام قریش نے بیعت کر لی تھی۔

ایک قول یہ ہے:

قریش میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابتداءً بیعت نہیں کی تھی بعد میں بیعت کر لی۔

ایک قول یہ ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں بیعت نہیں کی اور پھر بیعت کر لی پھر ہمیشہ ان کے احکام کو سنا اور اطاعت کی ان کی تعریف کرتے رہے اور ان کے فضائل بیان کرتے رہے۔

ابوعبیدہ بن حکم بن حجل سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس کو سزا دوں گا جو مفتری (جھوٹے) کو سزا دی جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیر کے دن بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہو گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

غسل دیں سوانہوں نے غسل دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان کی قبر میں اترے انہیں رات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا اس پر اتفاق ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی اور خلافت کا عرصہ گزار کر ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مساوی ہوگئی ان کی انگوٹھی پر "نعم القادر اللہ" نقش تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تاحیات کوئی شعر نہیں کہا انہوں نے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا۔

(استیعاب علی ہامش الاصابہ: جز:2، ص:257)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے اور یہ دونوں کتابیں قرآن مجید کے بعد اجماع امت سے سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے ارشاد فرمایا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ میں سے فلاں شخص یہ کہتا ہے: اگر عمر رضی اللہ عنہ مر گئے تو میں فلاں بندے کی بیعت کروں گا کسی بندے کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوگئی تھی ہاں وہ ایسی صورت میں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا اور آج آپ میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے روبرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح گردنیں جھک جائیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھے رہے اور تمام انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے الگ ہو کر بیٹھے رہے اور مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو گئے میں نے حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلئے ہم ان کے پاس گئے تو دو آدمی ہمیں ملے اور انہوں نے ہمیں قوم کے کرتوتوں کے متعلق بتایا اور کہا: اے گروہ مہاجرین! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں انہوں نے کہا وہاں نہ جائیے اور اپنا معاملہ طے کر لیجئے میں نے کہا: قسم خدا عزوجل کی! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے چنانچہ ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس گئے اور وہ اجتماع کیے بیٹھے تھے ان کے مابین ایک کمبل پوش آدمی تھا میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا سعد بن عبادہ۔ میں نے کہا: اسے کیا تکلیف ہے۔ انہوں نے کہا اسے درد ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے مہاجرین کے گروہ تم ہمارا ہی ایک قبیلہ ہو لیکن آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سما گیا ہے آپ ہم کو بے یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں جب اس نے تقریر ختم کی تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جس کو میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصہ کی حالت میں بھی ان سے مدارات سے پیش آتا تھا اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ ٹھہریئے میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جو باتیں کہنے کے لئے میں نے تیار کی ہوئی تھیں وہ انہوں نے فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا: اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملے میں عرب قریش کے اس قبیلے کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے یہ سب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معزز ہیں پھر آپ نے میرا اور ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں پسند فرمالیں اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اس کو پسند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں آگے بڑھوں اور میری گردن ماردی جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک

ایسی قوم پر امیر بننا چاہتا ہوں جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ انصار میں سے خباب بن منذر نے کہا: اے قریش! ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہوگا اس کے بعد شور و شغب ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ہاتھ بڑھایئے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور مہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی پھر اس کے بعد انصار نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ کوئی متفقہ بات نہیں دیکھی ہم کو تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے الگ ہو گئے اور بیعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے بعد نئی بیعت کر لیں گے یا پھر ہم خدانخواستہ ان کی بیعت کر لیں یا ان کی مخالفت کریں تو اس صورت میں فساد ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الائمہ من قریش سے حجت پکڑی اور ایک صحیح حدیث ہے جو متعدد اسناد سے چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ نسائی، ابویعلیٰ اور حاکم نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو انصار نے کہا: ہم سے بھی ایک امیر ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں سے ہوگا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آ کر فرمایا: اے گروہ انصار! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا تھا اور آپ میں سے کون منشاء کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہو۔ ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب بندے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر سقیفہ میں جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انصار کے خطیب اٹھ کر کہنے لگے: اے مہاجرین کے گروہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں میں سے کسی کو عامل مقرر کرتے تو

ہمارے ایک شخص کو ساتھ بھیج دیتے جس سے ہم کو معلوم ہو جاتا کہ اس کام کو دو آدمی کر رہے ہیں ایک ہم میں سے اور ایک آپ میں سے۔ انصار کے خطیب بار بار اس بات پر زور دیتے رہے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مہاجرین میں سے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہوگا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بھی انصار سے ہوں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا یہ تمہارے بڑے ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر مہاجرین اور انصار نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف دیکھا مگر وہاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تو وہ آئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور ان کے ساتھیوں کی بات کہہ کر مسلمانوں کے گروہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے جواب دیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! برا نہ مانئے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا وہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور داماد ہونے کا کہہ کر مسلمانوں کو پراگندہ کرنا چاہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برا نہ مانئے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔

ابن اسحاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب سقیفہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو دوسرے دن آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کا اتفاق بہترین شخص پر فرما دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق اور غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی اثنین ہے لہٰذا اٹھئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کیجئے۔ اس پر لوگوں نے

سقیفہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی عام بیعت کی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے لیکن میں آپ میں سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں برا کام کروں تو مجھے سیدھے راستے کا کہنا۔ صدق ایک امانت ہے اور جھوٹ ایک خیانت ہے تم میں کمزور آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک میں اسے اس کا حق نہ لے کر دوں اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے میں حق وصول نہ کرلوں جب کوئی قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی کا نشور ہوتا ہے تو اس پر طرح طرح کے مصائب آتے ہیں جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرنا اور میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہٹ جاؤں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔ نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی امارت کا چاہنے والا نہ تھا اور نہ ہی مجھے اس بات میں کوئی رغبت تھی اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے بارے میں سوال کیا مگر فتنہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا سکون ہے میں نے ایک بڑے معاملے کا بوجھ اٹھایا ہے جس کو میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں اٹھا سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمیں تو صرف یہ غصہ تھا کہ ہم کو مشورے میں بلایا ہی نہیں گیا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ خلافت کا اہل اور حقدار سمجھتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں ہم آپ کے مقام سے واقف ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی لوگوں کو نماز

پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت کے لئے آئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم صدیق اور ثانی اثنین کی موجودگی میں میری بیعت کرو گے۔

اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان فرمائی ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہاتھ آگے کیجئے میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہیں پھر اس بات کو دوبارہ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری طاقتوری آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی معین و مددگار ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب سقیفہ کے روز بیان فرمایا تو انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو کچھ ذکر کیا ہے سب بیان کیا اور فرمایا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار والی وادی میں چلوں گا۔“ پھر آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریش اس خلافت کے والی ہیں۔ نیک لوگ نیک لوگوں کے اور برے لوگ برے لوگوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ نے صحیح فرمایا ہے ہم لوگ وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں اور ابن عبدالبر نے یہ جو روایت کیا ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کیا تھا وہ ضعیف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت سے فتنہ کے خوف سے عذر کیا تھا جس کے بعد ارتداد ہوگا اور ابن اسحاق اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ لوگوں کے والی بن جائیں جبکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفرقے کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

آپ نے ایک ماہ کے بعد لوگوں میں اعلان کروایا کہ نماز جمعہ ہونے والی ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس کے لئے منادی کروائی گئی پھر آپ نے بیان فرمایا اور فرمایا لوگو! میری خواہش تھی کہ میرے علاوہ کوئی آدمی اس معاملہ کو سنبھال لیتا اگر تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مجھ سے مواخذہ کرو تو مجھے اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں کیونکہ وہ شیطان سے معصوم تھے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔

اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ

مجھے اچانک یہ کام دے دیا گیا ہے خدا کی قسم! میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کو سنبھال لیتا مگر اگر آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کام کرنے کا مکلف کرو تو یہ مجھ سے نہیں ہونے والا۔ اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا اور اس نے آپ کو معصوم قرار دیا تھا میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں ہوں لہٰذا میرا خیال رکھو جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرنا اور جب مجھے ادھر ادھر چلتے دیکھنا تو مجھے سیدھا کر دینا اور یہ بھی یاد کر لو کہ میرا ایک شیطان ہے جو میرے اوپر غالب آجاتا ہے لہٰذا جب مجھے غضب ناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب کرنا میں کسی کو برائی بھلائی میں کسی پر ترجیح نہیں دوں گا۔

اور ابن سعد اور خطیب کی دوسری روایت میں ہے کہ

مجھے آپ کا یہ کام دے دیا گیا ہے لیکن میں آپ سے بہتر نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا اور رسول اللہ ﷺ نے سنت کے راستے بتائے۔ لوگو! اس بات کو خوب جان لو کہ سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے جب تک کہ اس کا حق لے کر نہ دوں اور طاقتور سب سے کمزور جب تک اس سے حق وصول نہ کرلوں: اے لوگو! میں اتباع کرنے والا ہوں بدعتی نہیں اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور میں جب جھگڑوں تو مجھے سیدھا کرنا۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

کوئی بندہ اس شرط کے بغیر امام نہیں بن سکتا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

جب ابوقحافہ نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو فرمایا کیا بنوعبد مناف اور بنومغیرہ اس پر راضی ہو گئے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں! تو کہنے لگے جس کو تو اونچا کرے اسے کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا اور جس کو تو گرادے تو اس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا۔

اور واقدی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن کی گئی۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ منبر پر اس جگہ کبھی نہیں بیٹھے جہاں پر رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مقام پر بیٹھے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے۔

(الصواعق المحرقہ: ص 59 تا 64)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

تحقیق آپ نے جانا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا ہے اور جو بات کی گئی کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیعت سے پیچھے ہٹے تھے ایک من گھڑت بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور اس کی صراحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں روایت کیا ہے جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو برا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اچھا جانا اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت پر نظر دوڑایئے تو معلوم ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے اولیٰ فقیہہ اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بیان فرما رہے ہیں اسی وجہ سے ہر زمانے کے اہل سنت و جماعت یعنی ہمارے دور سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور تک کے تمام حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا زیادہ مستحق جانتے ہیں اسی طرح سب معتزلہ اور کثیر فرقوں کا یہی گمان ہے اور ان لوگوں کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع اس بات کے یقینی فیصلہ کا ثبوت ہے کہ آپ اس کے سب سے اول اہل تھے اور یہ وہ ایسی واضح حقیقت ہے جس کو پوشیدہ کوئی نہیں رکھ سکتا اس احتمال کا اظہار کرنا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ تمام کے علم میں ہی نہ ہوا گر تمام لوگوں کو معلوم ہوتا تو لازمی بات ہے کچھ لوگ اختلاف بھی کرتے اس بات سے وہم اس وقت ہوسکتا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو موقع پر موجود تھے شروع سے آخر تک اجماع کے بیان کو درست ہی نہ کہتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمام کے اجماع کو درست فرمایا ہے لہٰذا اس وہم کی کوئی حقیقت نہیں ہے اسی لیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی انہی لوگوں میں شمولیت رکھتے ہیں آپ نے تو اس امر کو اجماعی فرمایا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جس کا بیان آئندہ آئے گا جب آپ رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد کی وجہ سے یہ سفر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اور باقی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کا ذکر فرمایا اور فرمایا دو اشخاص نے بھی اس معاملہ میں کسی قسم کا اختلاف نہ کیا۔

اور امام بیہقی نے زعفرانی سے روایت کیا ہے:

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کرلیا تھا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد ان میں شدید اضطراب ہوا اور ان لوگوں نے آسمان کے نیچے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اچھا کسی کو نہ پایا انہوں نے اپنی گردنیں ان کے سامنے جھکا دیں۔

اور اسد السنۃ نے معاویہ بن قرہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے میں کوئی شک ہی نہیں تھا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بھی کہا جاتا ہے وہ تو خطا اور گمراہی پر کبھی اتفاق ہی کر سکتے تھے لہٰذا امت نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہی پر اجماع کرلیا ہے تو باقی دو نے بھی ان سے جھگڑا نہ کیا بلکہ ان کی بیعت کرلی اور اسی طرح ان کی امامت پر اجماع بھی ہو گیا اگر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان سے ضرور تنازع کرتے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنازع کیا حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ طاقتور اور شوکت رکھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طاقتور اور شوکت کی پرواہ کیے بغیر ان سے تنازع کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان کا تنازع زیادہ مناسب تھا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کا تنازع نہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کو قبول ہی نہ کیا اگر ان کو کسی نص کا معلوم ہوتا تو ضرور بالضرور قبول کرتے خاص طور پر اس لیے کہ ان کے

ساتھ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسی شجاع ہستی اور بنو ہاشم اور ان کے علاوہ بھی تھے اور جو گزشتہ بیان کیا ہے کہ انصار نے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا ناپسند کیا اور یہ کہا: ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر تم لوگوں میں سے ہوگا تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث الائمہ من قریش سے ان کا رد کیا تو ان لوگوں نے آپ کی پیروی کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو طاقتوری، شوکت و شجاعت و تعداد کے لحاظ سے ان سے زیادہ تھے اگر ان کے پاس کوئی نص ہوتی تو وہ بھی تنازع کرتے اور قبول کرنے کے زیادہ مستحق تھے اس اجماع پر اس لیے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا جا سکتا کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بعض معاملات کی وجہ سے شمولیت نہ کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سوچا اس وقت جو ارباب حل و عقد جن کو آسانی سے جمع کیا جا سکتا ہے ان کی موجودگی کی وجہ سے یہ امر طے ہو چکا ہے۔

اور ایک روایت اس طرح بھی ہے۔

جس وقت یہ لوگ بیعت کے لئے آئے تو ان لوگوں نے وہی عذر سامنے رکھا جس کا گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ ہم کو مشورہ میں نہیں بلایا گیا حالانکہ ہم بھی اس کے مستحق تھے ان کو خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض بھی نہ تھا اس لیے کہ اس امر کی عظمت کی وجہ سے وہ مکمل شوریٰ کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ بیعت ایک فتنہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

متقدمین نے جس عذر کو بیان کیا ہے اس کے مطابق یہ روایت بھی ہے جس کو دار قطنی نے بہت سے طرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

دونوں نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کے وقت کہا: ہم کو مشورہ میں نہیں بلایا گیا ہے ورنہ ہم تو آپ رضی اللہ عنہ کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں اس لیے کہ آپ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم تو آپ رضی اللہ عنہ کی بزرگی

اور شرف کی منزلت کو خوب جانتے ہیں اور اس روایت کے آخر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور نہ ہی مجھے اس میں کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی کبھی میں نے اس کو اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے مجھے تو فتنہ کا خوف ہوا مجھے امارت میں کسی قسم کا سکون نہیں ملا۔ بلکہ میں نے ایک بڑے معاملہ کو اپنے ذمہ ٹھہرا لیا ہے جس طرح کہ پہلے ذکر ہو گیا ہے تو انہوں نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عذر کو تسلیم کر لیا۔

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں جب آپ آئے تو بنو ہاشم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی اور بیعت میں پیچھے رہنے پر معذرت کی اور کہا: مجھے مشورہ میں نہیں بلایا گیا حالانکہ مشاورت میں میرا بھی حق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بیان کے بعد سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور وہی عذر پیش کیا جس کا بیان گزشتہ ہو چکا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی دن آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئے تو مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس کام کو صحیح فرمایا۔

ایک متفق علیہ حدیث میں اس کی وضاحت اور بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا جس میں اپنی میراث کے متعلق کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فی کا مال مدینہ منورہ اور فدک میں دیا تھا اور پانچواں جو خیبر کا بقیہ تھا اس کے متعلق بھی پوچھا۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے اور اس پر کوئی حق وراثت نہیں رکھتا۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس مال میں کھانے کی رخصت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کروں گا

بلکہ اس کو اس حال پر رہنے دوں گا جس طرح کہ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھا اور آپ ﷺ کے عمل کے مطابق اس پر عمل بھی کروں گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی چیز بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نہ دی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور تاوفات آپ رضی اللہ عنہ سے بات نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے چھ ماہ تک حیات رہیں آپ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کو سپرد خاک کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی نہ دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہی جنازہ پڑھایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ایک مقام حاصل تھا جب آپ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگوں کا خیال میری طرف پہلے کی طرح نہیں رہا جس طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان سے صلح کرنی چاہی ان ماہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت نہیں کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ صرف اکیلے میرے پاس تشریف لائیں یہ اس وجہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ وہاں ہرگز اکیلے نہ جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں امید نہیں کرتا کہ وہ مجھ سے برا سلوک کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے ہاں ضرور جاؤں گا جب آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو مرتبہ دیا ہے اس سے خوب واقف ہیں اور آپ کی فضیلت بھی ہے آپ کی کسی نیکی کے آگے ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے خلافت کے معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ہم سے زیادتی کی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس میں خود کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی اپنی رشتہ داری سے صلہ رحمی کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ جو مال کے معاملے میں آپ کے اور میرے درمیان تنازع ہے میں نے اس بارے میں کسی بھلائی سے کوتاہی نہیں کی ہے اور وہ کچھ کیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

کل رات آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کا وعدہ کیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر پڑھی تو منبر پر چڑھ کر تشہد پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اور ان کی بیعت سے پیچھے رہنے کے عذر کو ذکر کیا اور استغفار فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کو بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا مجھے نہ ہی ان کی فضیلت سے انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے اور نہ ہی مجھے اس سے برتری کا کوئی خیال ہے مجھے تو بیعت سے پیچھے رہنے پر اس بات نے ابھارا ہے کہ ہم خلافت کے معاملے میں اپنا استحقاق سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں نے ہمارے مشورے کو نظر انداز کیا اور ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے جس کی وجہ سے ہمیں بہت دکھ ہوا ہے۔

اور مسلمانوں نے بامسرت ہو کر کہا:

آپ رضی اللہ عنہ صحیح فرما رہے ہیں اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معروف معاملہ کو دہرایا تو مسلمان آپ کے قریب ہو گئے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عذر اور فرمان پر تفکر فرمایئے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی نیکی میں آگے نہیں اور نہ ہم کو آپ رضی اللہ عنہ کی کسی فضیلت سے انکار ہے۔

اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ جن کاموں پر مشتمل ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رافضی جو بھی باتیں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ ان سے بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو غرق کرے یہ کس قدر جہالت پر ہیں اور احمق ہیں پھر وہ حدیث

مبارکہ جس کے اندر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک بیعت سے پیچھے رہنے کا بیان ہے یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے پہلے ہو چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے شروع شروع میں بیعت کی لیکن حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جس میں تاخیر بیعت کا بیان ہے اس کو حبان نے اور اس کے علاوہ لوگوں نے صحیح کہا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے جو روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم کی تاخیر بیعت کے بارے میں آئی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات تک بیعت نہیں کی تھی۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند کا ذکر نہ کیا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت موصول ہے جو زیادہ صحیح ہے اور اس کے اور بخاری کی اس روایت کے مابین جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان ہوئی ہے اس میں کافی منافات بھی۔ مگر بعض نے ان کو اس طرح جمع کر کے منافات کو دور کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے بیعت کی پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دوسری بار بیعت کی اس سے بعض حقیقت نہ جاننے والے لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ بیعت سے اس لیے پیچھے ہوئے کہ آپ ان کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کی اور منبر پر چڑھ کر اس شبہ کو دور کر دیا اس کا بیان چوتھی فصل میں ہو گا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر ہے (مگر میں اس فصل کو نقل نہیں کروں گا اگر جس نے مطالعہ کرنا ہو تو فقیر نے الصواعق المحرقہ کا ترجمہ و تخریج کی ہے اس کا مطالعہ فرما لیں)

جب آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت میں تاخیر کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے

ملاقات کی اور فرمایا: کیا آپ رضی اللہ عنہ میری بیعت امارت کو پسند نہیں فرماتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! بلکہ میں نے تو قسم کھائی ہے کہ میں جب تک قرآن مجید کو جمع نہ کر لوں علاوہ نماز کے چادر نہیں ڈالوں گا۔

کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ترتیب نزول کے موافق قرآن مجید کو جمع کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ کے اس کھلے عذر پر غور فرمایئے اس سے یہ ثبوت ملے گا کہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اجماع ہو چکا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہی اس کی اہلیت رکھتے تھے اگر اس کے خلاف کوئی نص نہ ہو تو یہ معاملہ ہی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ غیر متواتر نصوص سے اجماع سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ اس کا مفاد قطعی ہوتا ہے اور نص غیر متواتر کا ظنی ہوتا ہے جس طرح کہ آنے والے صفحات میں بیان کیا جائے گا۔

نووی نے اسانید صحیحہ سے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے:

جس بندے نے یہ کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کا زیادہ حق رکھنے والے تھے اس نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین اور انصار کو غلطی پر ٹھہرایا اور میرے مطابق اس خطاء کے ہوتے ہوئے اسے کوئی عمل آسمان تک نہ لے جائے گا اس کو دار قطنی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص 65 تا 70)

قرآن و سنت سے خلافت کا ثبوت

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں کے لئے نرم اور کفار کے لئے سختی سے پیش آنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور کسی ملامتی

سے ڈرنے والے نہ ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اسے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ واسع اور علیم ہے۔'' (المائدہ:54)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے:

انہوں نے قسمیہ کہا: اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جب عرب دین سے پھر گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحب ان سے لڑ کر اسلام میں واپس لے آئے۔

اور قتادہ سے یونس بن بکیر نے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد عرب دین سے پھر گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جنگ کا تذکرہ کیا اور حتیٰ کہ ہم ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ یہ آیت تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں اتری ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ (المائدہ:54)

اس آیت کی تفسیر میں ذہبی نے لکھا ہے کہ

جب مدینہ منورہ کے اردگرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی خبر مشہور ہوئی تو عرب والوں کے بہت سے قبیلے اسلام سے پھر گئے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے منکر ہو گئے اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا جنگ میں سرعت نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر انہوں نے اونٹ کا بچھڑا یا جانور کا گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان سے کیسے جنگ کریں گے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کرلیں جو اس طرح کرے گا اس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو جائے

گا۔ علاوہ ازیں اس کے کہ اس نے کسی کے حق کی ادائیگی کرنی ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے الا بحقھا کے الفاظ فرمائے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ملاحظہ کیا کہ جنگ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھل چکا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق بات ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے نکلے اور نجد کے قریب پہنچے تو دیہاتی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ان پر ایک شخص کو امیر مقرر کر دیں اور آپ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے جائیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور آپ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے۔

امام دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنگ کے لئے نکلے اور سواری پر تشریف رکھ چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں آپ رضی اللہ عنہ سے صرف وہی کہوں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن فرمایا تھا۔ اپنی تلوار کو تیار کیجئے مگر ہم کو اپنی جان کے بارے میں دکھی نہ کریں مدینہ منورہ واپس تشریف لے چلئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ہم کو آپ رضی اللہ عنہ کا دکھ پہنچا تو ہمیشہ کے لئے اسلامی نظام ختم ہو جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی اسد اور غطفان کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو قتل کیا اور چند کو قیدی بنالیا اور باقی اسلام کی طرف دوبارہ آ گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ کو یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لئے روانہ کیا گیا دونوں لشکروں میں پھرتی ہوئی اور کئی دن تک محاصرہ رہا آخر کار لعنتی کذاب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

خلافت کے دوسرے سال آپ نے العلاء الحضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا وہاں کے لوگ بھی دین سے پھر گئے تھے۔ بحواث جگہ پر لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو نصرت حاصل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمان کی طرف حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو روانہ کیا یہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے اسی طرح مہاجر بن امیہ اور زیادہ بن بعید انصاری کو آپ نے مرتدین کی دو جماعتوں کی طرف روانہ کیا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔ اس بات کو آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار دہرایا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ خاموش ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجا جب یہ لشکر ذی خشب مقام پر پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے اور مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں عرب مرتد ہونے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا: اس لشکر کو واپس بلا لیں اور آپ ان کو روم کی طرف بھیج دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی ٹانگیں کتے گھسیٹتے پھریں جب بھی اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جب بھی کبھی ایسے قبیلے کے پاس سے گزرتے جو مرتد ہونے کا خواہش مند ہوتا تو وہ کہتے اگر لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ منورہ سے کبھی نہ باہر آتی مگر ہم ان کو چھوڑتے ہیں تاکہ رومیوں سے ان کا مقابلہ ہو۔ پس رومیوں نے ان سے ہارا اور مقتول ہوئے اور یہ لوگ عافیت کے ساتھ واپس آئے اور اسلام پر تادائم رہے۔

تہذیب میں نووی نے لکھا ہے کہ

ہمارے اصحاب نے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالے سے گزری ہے اور وہ یہ ہے کہ میں خود

اس شخص کو دیکھ لوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ان لوگوں نے اونٹنی کی ٹانگ سے باندھنے والی وہ رسی جس کو وہ نبی کریم ﷺ کے دور میں زکوٰۃ میں دیتے تھے مجھے نہ دی تو میں اس کے لئے بھی جنگ کروں گا۔

اس سے شیخ ابواسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے علم والے تھے کیونکہ علاوہ آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھ سکا پھر بحث کے بعد ان پر ظاہر ہوا کہ آپ کی بات صحیح ہے اور ان لوگوں نے آپ سے رجوع کرلیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی آدمی کو نہیں جانتا۔

اور ابن سعد نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے زمانہ طیبہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فتویٰ دیا کرتے تھے' پھر آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی احادیث مبارکہ میں سے چوتھی حدیث مبارکہ سے آپ کے زیادہ عالم ہونے کا استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے زیادہ قرآن مجید کے عالم تھے اس لیے نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مقدم کیا تھا اور آپ نے فرمایا: لوگوں کی امامت کے فرائض وہ بندہ ادا کرے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو زیادہ جانتا ہو۔

اور آگے ایک ایسی حدیث مبارکہ آئے گی جس میں ہے کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے لوگوں کے لئے مناسب نہیں کہ کسی اور بندے کو امام مقرر کریں اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ سنت کے بھی عالم تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنے والے معاملات پر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو یاد رکھتے تھے اور پھر اس طرح کیوں نہ ہوتا اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ بعثت کے اول روز سے لے کر یوم رحلت تک مسلسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ بہت ذہین اور دوسروں سے افضل بھی تھے آپ رضی اللہ عنہ سے تھوڑی احادیث روایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ تھوڑا عرصہ حیات رہے اگر آپ رضی اللہ عنہ زیادہ عرصہ حیات رہتے تو آپ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ احادیث مبارکہ روایت ہوتیں۔ حدیث مبارکہ کو نقل کرنے والوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مبارکہ بھی نقل کی ہے اس میں غفلت نہیں کی آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ان کو آپ رضی اللہ عنہ سے حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ وہ خود آپ رضی اللہ عنہ کی روایت میں شریک تھے وہ اس حدیث مبارکہ کو آپ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے جو ان کے پاس موجود نہ ہوتی تھی۔

ابوالقاسم بغوی نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی بندہ تنازع لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ کو دیکھتے اگر اس میں ان کے تنازع کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے اگر کتاب اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو سنت کے موافق فیصلہ کرتے اور اگر سنت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے پوچھتے اور فرماتے کہ میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہے اس کے متعلق اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتا دیجئے۔ بعض دفعہ کئی بندے آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آپ کو بتاتے تو آپ فرماتے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو یاد رکھتے ہیں اگر آپ کو اس کے بارے میں سنت کا علم معلوم نہ ہو پاتا تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اگر

کسی کی رائے پر اتفاق کر لیتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اگر آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن وسنت کے موافق کوئی بات نہ مل پاتی تو آپ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو بھی دیکھتے اگر آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے ورنہ لوگوں کو بلوا کر مسئلہ ان کے سامنے رکھتے اگر وہ کسی بات پر اتفاق کر لیتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔

دوسری آیت مبارکہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی یہ آیت بھی ہے۔

"عربوں میں پیچھے رہنے والوں سے فرما دیجئے عنقریب تم لوگوں کو ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت جنگ کرنے والی ہوگی تم ان سے لڑو گے یا مسلمان ہو جاؤ گے اگر تم نے اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا اور اگر تم اس سے پہلے لوٹ گئے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔" (الفتح:16)

یہ قوم بنی حنیفہ تھی۔ ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے بارے میں لکھا کہ یہ آیت خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حجت ہے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو لڑائی کے لئے بلایا تھا۔

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

میں نے ابوالعباس بن سریج کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت کریمہ میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے انہوں نے فرمایا: اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد کوئی جنگ نہ ہوئی علاوہ اس جنگ کے جس میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین اور زکوٰۃ کو منع کرنے والوں سے جنگ کے لئے لوگوں کو بلایا۔ انہوں نے فرمایا: یہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وجوب اور آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کے فرض ہونے پر دال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے منہ پھیرنے والے کو وہ سخت عذاب دے گا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو بندہ قوم کی تشریح یہ کرے گا کہ اس سے مراد اہل فارس اور روم ہیں تو اس کو جاننا چاہئے کہ ان کی طرف حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی لشکر تیار کر کے بھجوائے تھے اور اس کو مکمل کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تھے اور یہ دونوں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ہوئیں اگر آپ فرمائیں کہ آیت میں داعی سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو میں کہوں گا یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آیت میں آگے لکھا ہے۔

فرما دیجئے! تم ہرگز ہماری اتباع نہ کرو گے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ان کو کسی جنگ کی دعوت نہ دی گئی اور اس پر اجماع ہے جس طرح گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے باقی رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے خلافت میں اسلام کے مطالبہ پر کسی جنگ کا اتفاق نہ ہوا ہاں امامت کے طلب اور حقوق کی رعایت کے بارے جنگیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں وہ ہمارے مطابق ظالم اور ان کے مطابق کفار ہیں تو اس سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ جس داعی کی اتباع پر اچھا اجر اور جس کی نافرمانی پر بڑا دردناک عذاب کا آنا واجب ہے وہ خلفائے ثلاثہ میں سے ایک ہے لہٰذا سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا ثابت ہے کیونکہ دوسروں کی خلافت کا حق ہونا آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونے کی فرع ہے۔ خلافت کی دونوں شاخیں آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے نکلتی ہیں اور اسی پر ترتیب دی گئی ہیں۔

تیسری آیت مبارکہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین پر ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو بنایا ہے اور جو دین ان کے لئے پسند فرمائے گا ان میں ان کو تسکین بخشے گا اور ان

کے خوف کو امن میں تبدیل فرمائے گا وہ میرے عبادت کرنے والے ہوں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ (النور:55)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ آیت کریمہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے۔

اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید اظہری سے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔

اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (النور:55)

چوتھی آیت مبارکہ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ (الحشر:8)

ان آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو صادقین کا لقب دیا ہے اور جس کے صدق کے متعلق اللہ تعالیٰ گواہی دے دے اس کو کاذب نہیں کہا جا سکتا اس بات سے یہ لازم آیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کہا: وہ صادق تھے اس بناء پر یہ آیت آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے۔ اس کو خطیب نے ابی بکر بن عیاش سے روایت کیا ہے لیکن یہ حسن کا استنباط ہے جس طرح امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

پانچویں آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(الفاتحہ:۵تا۶)

امام فخر الدین رازی (متوفی 606ھ) فرماتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہے اس نے فرمایا ہے کہ اس آیت کی تقدیر دوسری آیت مبارکہ میں بیان ہوئی ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ (النساء:69)

اور یقیناً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو صدیقین کے سردار ہیں اور اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت کے طالب ہونے کا حکم فرمایا ہے جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صدیقین تھے اگر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظالم ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا جائز ہی نہ ہوتی۔

لہٰذا ہماری یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ آیت حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص71 تا 77)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر احادیث مبارکہ سے ثبوت

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ایسے نصوص جن میں صراحتہً اور اشارۃً خلافت کا ذکر پایا جاتا ہے بہت کثیر ہیں۔

پہلی حدیث مبارکہ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

ایک عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر آنا۔ اس نے کہا اگر میں آؤں اور آپ ﷺ تشریف فرمانہ ہوں؟ اس کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے ہوں تو پھر میں کیا کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں یہاں تشریف فرمانہ ہوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

ایک عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں کسی مسئلہ کے لئے آئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر آنا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں پھر آؤں اور آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف فرمانہ ہوں؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو آئے اور میں تشریف فرمانہ ہوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آجانا جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

دوسری حدیث مبارکہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابوالقاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بعد تھوڑے دن خلیفہ رہیں گے۔

ایک روایت میں خلیفہ کے بجائے آئمہ کے الفاظ ہیں اس حدیث مبارکہ کے صحیح ہونے پر سب متفق ہیں یہ کئی طرق سے روایت ہے جس کو شیخین اور دیگر نے بھی اس کو انہی طرق سے بیان کیا ہے۔ اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور مسلمان اپنے دشمنوں پر بارہ خلفاء تک غالب رہیں گے تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

اس حدیث مبارکہ کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے ان میں سے ایک روایت میں ”لایزال هذا الامیر صالحاً“ اور دوسرے میں ”لایزال هذا الامیر ماضیاً“ کے الفاظ آئے ہیں۔ دونوں احادیث مبارکہ کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ”لایزال امر الناس لا ینفقی حتی یمضی فیهم اثنا عشر

خلیفة“ اور ایک روایت میں ”لایزال الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفة“ کے الفاظ ہیں۔ اس روایت کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور بزار کی روایت میں ہے:

”لایزال امر امتی قائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفة کلهم من قریش“

اور ابوداؤد کے یہ الفاظ ہیں۔

جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو قریش نے آکر آپ سے سوال کیا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: پھر جنگوں کا دور ہوگا۔

اور ابوداؤد کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لایزال هذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة کلهم تجتمع علیه الامة ۔

بسند حسن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

آپ سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلفاء بادشاہ ہوں گے تو آپ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: بنی اسرائیل کے نقیبوں کی مانند ان کی تعداد بارہ ہوگی۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان احادیث مبارکہ میں بارہ سے مراد ہوسکتا ہے کہ ان کے دور تک اسلام کو طاقتوری اور عظمت ملے گی اسلامی امور میں کوئی بگاڑ نہ ہوگا اور لوگ ان کی خلافت پر اتفاق کریں گے۔

لوگوں نے جن خلفاء کی بیعت متفقہ طور پر کی ان کے دور میں یہ سب امور انہوں نے دیکھے حتیٰ کہ بنوامیہ کا معاملہ بگڑ گیا اور ولید بن یزید کے دور میں ان کے مابین فتنہ پیدا ہوا اور یہ فتنے اس وقت مسلسل پیدا ہوتے رہے حتیٰ کہ بنوعباس کی حکومت آئی اور انہوں

نے ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

فتح الباری میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب سے اچھے ہیں اور میں بھی اس کی اتباع کرنے والا ہوں اور اس کے قول کو جو بعض طرق سے آیا ہے ترجیح دیتا ہوں۔

یجتمع علیه الناس سے یہ مراد ہے کہ ''لوگ ان کی بیعت کے لئے اطاعت کریں گے جن کے بارے میں خلفاء پر لوگ متفق ہوئے ان میں تین خلیفہ ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ صفین میں حکمین کے تقرر کا وقوعہ ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ کا نام دے دیا گیا پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی تو لوگ ان کی خلافت پر بھی متفق ہوئے مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقوع کے پیدا ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے تھے پھر جب یزید مر گیا تو لوگوں میں بڑا اختلاف ہوا حتیٰ کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگ عبدالملک پر متفق ہوئے پھر اس کے چاروں بیٹوں ولید، سلیمان، یزید اور ہشام پر بھی اتفاق ہو گیا۔ سلیمان اور یزید کے مابین حضرت عمر بن عبدالعزیز آ گئے چاروں خلفاء کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے اور بارہویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک ہوئے جس کو اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں کے مشورے سے خلیفہ بنایا اس نے چار سال تک خلافت کی پھر لوگوں نے بغاوت کی اور قتل کر دیا اس روز سے حالات خراب ہو گئے۔ فتنہ وفساد کا دور پیدا ہو گیا اور پھر بنوامیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے، اندلس میں مروانیوں کے غلبہ پانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکل جانے کی وجہ سے لوگوں کو یہ موقع نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلیفہ کے نام سے موسوم کر سکیں اور یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا اگرچہ مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کے تمام علاقوں میں عبدالملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ دیا جاتا تھا۔ کہتے ہیں:

بارہ خلفاء سے مراد قیامت تک ہونے والے بارہ خلفاء ہیں جو حق کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے اگرچہ ان کا دور مسلسل نہ ہو اس کی تائید ابی الجلد کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ سب ہدایت اور دین حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے ان میں سے دو شخص اہل بیت نبوی سے ہوں گے اسی بنیاد پر الہرج سے مراد بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے فتنہ دجال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں بعض کے نزدیک مہدی عباس بھی ان میں شامل ہیں کیونکہ اس کا مقام عباسیوں میں وہی ہے جو امویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ہے اور طاہر عباسی کو بھی عدل وانصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے رہے دو خلفاء ان کا انتظار ہے ان میں سے ایک مہدی رضی اللہ عنہ ہیں جو اہل بیت نبوی میں سے ہیں کچھ محدثین نے سابقہ روایت کو ایک روایت کی بنیاد پر مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے خلفاء پر محمول کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے جن میں سے چھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے اور آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو ان دونوں کی اولاد سے نہیں ہوگا لیکن بارہویں آیت پر کلام کرتے ہوئے جہاں اہل بیت کے فضائل کا بیان ہوگا وہاں بیان کیا جائے گا کہ یہ ضعیف روایت ہے اس لیے اس پر اعتماد ہی نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری حدیث مبارکہ

اس کی تخریج امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور ابن ماجہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے اس کو حسن کہا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کو صحیح کہا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔

اور ابی الدرداء اور حاکم نے طبرانی سے اس کی تخریج حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی

ہے اور امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور امام حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں کتنا آپ میں موجود رہوں گا لہٰذا میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا اور عمار رضی اللہ عنہ کی ہدایت سے دلیل پکڑنا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو تم سے فرمائیں اس کی تصدیق کرنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، رویانی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور امام بان عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ''میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا اور عمار رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر چلنا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد سے تمسک کرنا۔''

چوتھی حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اختیار دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا اس کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہا: ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ ہم کو آپ کے اس رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بندے کے متعلق خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار دیا تھا اصل میں جس کو اختیار دیا گیا وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال اور صحبت نے مجھے سکون دیا اگر اللہ تعالیٰ کے سوا میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اسلامی اخوت اور اس کی محبت رہے گی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ کوئی دروازہ کھلا نہ رہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سواسب کھڑکیاں بند کردی جائیں۔

اور عبداللہ بن احمد سے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے یار غار اور مونس ہیں۔ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سواسب کھڑکیاں بند کردی جائیں۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی اس طرح نہیں جس کے مال نے مجھے ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ سکون بخشا ہو اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے اس مسجد کی سب کھڑکیاں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے بند کردی جائیں۔

اور امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے آخر میں ہے:

مسجد میں آنے والے تمام دروازے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ خلیفہ کا لوگوں کو نماز پڑھانے اور دیگر کاموں کے لئے مسجد کے قرب کی ضرورت ہے۔

پانچویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حاکم نے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنومصطلق نے اس بات کو پوچھنے کے لئے بھیجا کہ تمہارے بعد ہم کس کو صدقہ دیں؟ میں نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو! جو بندہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدقہ دینے کی پابندی کرے گا وہ اس کا خلیفہ ہوگا اس لیے کہ صدقات لینے کا متولی بھی وہی ہے۔

چھٹی حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں مجھے ارشاد فرمایا:

اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلا آؤ تاکہ میں ان کو ایک تحریر لکھ دوں اس لیے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں سب سے اولیٰ ہوں مگر اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے راضی نہیں ہوں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی اس کو کئی طرق سے روایت کیا اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک تحریر لکھ دیتا ہوں جس پر کوئی اختلاف نہ کرے گا۔ پھر ارشاد فرمایا: اس بات کو چھوڑ دو اس طرح نہیں ہوسکتا کہ مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں اختلاف کریں۔

اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ اور مومن تمہارے معاملے میں اختلاف کرنے سے انکاری ہوں گے۔

ساتویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید مرض کی حالت میں ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو رقیق القلب مرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہی بات دوبارہ کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز

پڑھائیں۔تم یوسف والیاں ہو۔رسول اللہ ﷺ کا قاصد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ایک روایت میں ہے کہ

جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ نبی کریم ﷺ کو عرض کریں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں انہوں نے کہا تو آپ ﷺ نے انکار فرمایا اور غصہ ہو کر ارشاد فرمایا تم یوسف والیاں ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو۔

اور اس بات کو بھی جان لیجئے کہ یہ حدیث مبارکہ متواتر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور بعض طریق سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے مراجعہ کیا اور آپ ﷺ سے بہت زیادہ مراجعہ پر مجھے اس بات نے آمادہ نہیں کیا کہ میرے دل میں بات آ گئی تھی کہ لوگ ہمیشہ اسی بندے سے محبت کریں گے جو آپ کے قائم مقام ہوگا اور نہ ہی میں یہ بات سمجھتی تھی کہ جو شخص آپ کا خلیفہ بنے گا لوگ اس کو اچھا تصور نہیں کریں گے مجھے پسند تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ درمیانی بات فرمادیں۔

اور ابن زمعہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں نہیں تھے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ اور مسلمان تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کریں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

اور ان کی ہی دوسری روایت میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جا کر حکم دو کہ لوگوں کو نماز

پڑھائیں۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر مجھے ایک جماعت کے ساتھ ملے مگر ان میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ میں نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! لوگوں کو نماز پڑھادیں جب آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی تو آپ کے باآواز بلند ہونے کی وجہ سے آپ کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لی اور تین بار ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی آواز کو سن لیا اور غصہ ہو کر سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا: ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ علماء نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ صراحتاً اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل اور امامت وخلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس سے یہ علم بھی حاصل ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مہاجرین وانصار کے ہوتے ہوئے نماز پڑھانے کا فرمایا جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ عالم قرآن تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خلافت کے معاملے میں زیادہ حق رکھتے تھے اور بیعت کے فضائل میں آپ کا فرمان پہلے ذکر کر دیا گیا ہے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

امام ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا فرمایا اور میں اس بات پر گواہ ہوں اور میں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی اسی لیے ہم اپنی دنیا کے لئے اس چیز سے رضامند ہو گئے جس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین

کے واسطے محبوب جانا۔

علماء کرام فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کے دور ہی میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کی اہلیت کے لئے مشہور تھے۔

امام احمد اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد سے روایت کیا ہے:

بنی عمرو بن عوف کے مابین لڑائی ہوئی اور نبی کریم ﷺ کو اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ ان کے درمیان صلح کروانے کے لئے ظہر کی نماز کے بعد تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! اگر نماز کا وقت آجائے اور میں بھی نہ آؤں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے مقرر کرنے اور نماز میں آگے کرنے میں اس بات کی صراحت اور اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار تھے اور عالم امام کے مقرر ہونے سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ ما مور بہ ادائے واجبات، ترک محرمات، احیائے سنن اور بدعات کو ختم کرنے سے شعائر دینیہ کو قائم کرے۔ باقی رہے دنیاوی امور اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال لے کر مستحق لوگوں تک پہنچانا اور ظلم کو دور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امور دینیہ کی بجا آوری کے لئے فارغ ہوں اس لیے صحیح فراغت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک ان کے امور معاش کا انتظام نہ ہو یعنی مال و جان حفاظت میں رہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق مل جائے اس لیے رسول اللہ ﷺ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت عظمیٰ پر راضی ہوئے کیونکہ ان کو نماز میں امامت کے لئے آپ ﷺ نے مقدم کیا تھا اور پھر جس طرح کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے تمام لوگوں کا آپ رضی اللہ عنہ کی امامت پر اجماع ہو گیا تھا۔

ابوبکر بن عیاش سے ابن عدی نے روایت کیا ہے:

مجھے ہارون الرشید نے کہا: اے ابوبکر لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کس طرح خلیفہ بنایا؟ میں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں نے خاموشی کو اپنایا تھا اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے اس نے کہا: تو نے مجھے اور اندھیرے میں دھکا دے دیا ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ یوم بیمار رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر پوچھا: یا رسول اللہ! لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آٹھ یوم لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خاموش ہونے کی وجہ سے خاموش رہے اور مومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کرنے کی وجہ سے سکوت کیا۔ ہارون الرشید کو یہ بات پسند آئی اس نے کہا: "بارك الله فيك"

آٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے ابن حبان نے روایت کیا ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر مسجد کی تو اس کی بنیاد میں ایک پتھر رکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اپنا پتھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اپنا پتھر عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں پھر ارشاد فرمایا: یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں:

اس کی اسناد میں کوئی اعتراض نہیں۔

حاکم نے اس کو مستدرک میں درست فرمایا۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دلائل میں ذکر فرمایا ہے ان دونوں کے سوا بھی کئی لوگوں نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ اپنا پتھر عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیں اس میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں: اس میں ان کی قبروں کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ حدیث مبارکہ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ میرے بعد خلفاء ہوں گے صراحۃً معلوم ہوتا ہے یہاں خلافت کی ترتیب مراد ہے۔

نویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر سے چرخی سے ڈول نکال رہا ہوں جس کو لپیٹا نہیں گیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے پانی سے بھرا ہوا یا تقریباً بھرا ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول کو اس حال میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا میں نے لوگوں کے اندر اس طرح قوی آدمی نہیں دیکھا جو ان کی طرح کام کرے حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ کو بنایا۔

شیخینؒ نے اور روایت میں فرمایا ہے کہ

میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول تھا میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا میں نے لوگوں میں کوئی اس طرح قوی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پانی نکالتا ہو حتیٰ کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

انہوں نے ابھی ڈول نہ نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے اور حوض سے پانی جوش مار رہا

تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ

میرے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے سکون دینے کے لئے مجھ سے ڈول لیا۔

ایک اور روایت میں ہے:

میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ایک یا دو ڈول نکالے لیکن ان کو نکالنے میں ضعف ہے۔

نووی نے التہذیب میں لکھا ہے کہ

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس کے اندر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والی بکثرت فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف اشارہ ہے۔

بعض دوسروں نے کہا ہے:

دونوں خلفاء کے دور میں جو اچھے آثار ظاہر ہوئے اور لوگوں کو دونوں سے جو فائدہ ہوا اس خواب میں اس کو سراہا گیا ہے اور یہ تمام چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لی گئی ہیں اس لیے وہ صاحب امر تھے اور کامل مقام پر فائز تھے اور انہوں نے دین کے ضابطے مقرر کیے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوئے اور اسلام سے پھرنے والوں سے جنگ کی اور ان کی جڑ کاٹ دی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے خلیفہ ہوئے اور ان کے دور میں اسلام کی اشاعت ہوئی تو مسلمانوں کا معاملہ اس کنویں کے مشابہ ہو گیا جس میں زندگی دینے والا پانی ہو اور ان کا امیر اس کنویں سے ان کے لئے پانی نکالتا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے آرام پہنچانے کے لئے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ موت دنیا کی تکلیف سے راحت کی وجہ

بنتی ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کی تدبیر اور ان کے اموال کی نگہبانی کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ کا یہ فرمانا کہ ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت ولایت کم ہوگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت کا زمانہ طویل ہوگا اور لوگ اس سے کثیر فائدے اٹھائیں گے اور فتوحات کی کثرت شہروں کی آبادی اور دواوین کی تدوین سے اسلام کا دائرہ وسیع ہو جائے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے اس میں کسی قسم کے عیب کی بات نہیں اور نہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہو بلکہ یہ کلمہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی اہم بات کی طرف خاص توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔

امام احمد اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:
ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں نے ملاحظہ کیا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑا اور تھوڑا سا پیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑ کر اتنا پیا کہ شکم سیر ہو گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے بھی ڈول پکڑ کر پیا اور سیراب ہو گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ ڈول اوپر کھینچ لیا گیا اور اس کے کچھ قطرے ان پر آپڑے۔

دسویں حدیث مبارکہ

غیلانیات میں ابوبکر الشافعی نے اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم نہیں کیا بلکہ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا ہے۔

گیارہویں حدیث مبارکہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی اسی طرح ہی روایت کیا اور ابن حبان وغیرہ نے اس کو صحیح فرمایا ہے انہوں نے کہا ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہی رہے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ

میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی پھر ظالم کی بادشاہی میں بدل جائے گی یعنی لوگوں پر ظلم وزیادتی ہوگی۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

آپ ﷺ کے بعد چاروں خلفاء اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک تیس سال ہو گئے تھے جو اس بات پر دال ہے کہ دین کے بارے میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوئی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق تھی۔

سعید بن جمہان سے روایت کیا گیا ہے کہ

بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے:

ارشاد فرمایا:

زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا وہ تو بدترین بادشاہ ہیں اگر تم کہو کہ یہ حدیث مبارکہ بارہ خلفاء والی حدیث مبارکہ کے مخالف ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ اس جگہ الف لام کمال کے لئے آیا ہے یعنی تیس سال تک خلافت کاملہ ہو گی جو چاروں خلفاء اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں منحصر ہوگی اس لیے کہ آپ کا زمانہ تیس سال مکمل کرنے والا ہے پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہوگی جس میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہوگا جس طرح کہ گزشتہ گزر چکا ہے ان میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جن حالات کے حق دار پہلے پانچ خلفاء تھے بعد میں آنے والے ان کمالات کے حق دار نہیں ہوں گے۔

بارہویں حدیث مبارکہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دار قطنی، خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لئے تین بار پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں فرمایا۔

تیرہویں حدیث مبارکہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میں ہمیشہ لوگوں کے قریب میں آجاتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تمہارا راستہ لوگوں سے جدا ہوگا۔ پھر کہا میں اپنے سینے میں دو اقسام کی نرمی محسوس کرتا ہوں یا دو قسم کے راستے پاتا ہوں۔

چودھویں حدیث مبارکہ

بزار نے سند حسن سے امین امت حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آپ کے دین کی ابتداء میں نبوت اور رحمت ہے پھر خلافت اور رحمت ہے پھر بادشاہی اور آزادی ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو رحمت ثابت فرمایا ہے اس لیے کہ یہی خلافت رحمت کے دور کی مالک ہوتی ہے جس سے اس کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کے حق ہونے اور خلفائے راشدین کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے۔

امام ابن عساکر نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی محفل میں لوگ کچھ کھا رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے آخر میں نظر دوڑا کر ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: آپ نے اول

کتابوں میں کیا پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کا خلیفہ اس کا صدیق ہو گا۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بعض باتیں پوچھنے کے لئے بھیجا تو میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگ جس بات کے متعلق آپس میں اختلاف کر رہے ہیں مجھے اس کے متعلق تسلی دیں کہ کیا رسول اللہ! نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا تیرا باپ نہ رہے۔ کیا ان کو اس معاملے میں شک ہے اللہ عزوجل کی قسم! آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے اگر آپ رضی اللہ عنہ کو اس طرح نہ فرمایا جاتا تو آپ خشیت الٰہی عزوجل سے فوت ہو جاتے۔

(الصواعق المحرقہ: ص78 تا 91)

کیا نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص فرمائی؟

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

اس بات کو خوب جان لو کہ اس معاملے میں اختلاف ہے اور جو بندہ سابقہ احادیث مبارکہ پر تفکر کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کثیر احادیث مبارکہ ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بارے میں واضح بیان فرمایا ہے اور یہی قول محدثین کی ایک جماعت کا ہے اور اسی کو حق کہا جاتا ہے۔

جمہور اہل سنت، معتزلہ اور خوارج نے کہا ہے:

آپ ﷺ نے کسی بھی شخص کے بارے میں نص نہیں فرمائی اور ان کی تائید میں جو روایت ہے اس کو بزار نے اپنی مسند میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کیا ہم پر آپ ﷺ خلیفہ بنائیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں تمہارے اوپر خلیفہ مقرر کروں اور تم ان کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہو گا۔

اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں بیان فرمایا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

جب خلیفہ کے مقرر ہونے کے بارے میں آپ پر طعن کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو اس ذات اقدس نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے ترک کرتا ہوں تو اس نے بھی تمہیں اسی طرح چھوڑا تھا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بسند حسن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب آپ معرکہ جمل میں غالب ہو گئے تو ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت کے معاملے میں سے ہم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا ہم نے تو رائے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی درست رہے اور وفات فرما گئے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا انہوں نے معاملات کو درست فرمایا اور خود بھی درست رہے اور دین بھی ثابت وقائم رہا پھر دنیا کے طلب گار لوگ آئے ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح روایت میں بیان فرمایا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کیا ہم پر آپ رضی اللہ عنہ کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں بھی خلیفہ مقرر کر دیتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کی منشاء لوگوں کی خیر میں ہوئی تو وہ میرے بعد لوگوں کو بہتر آدمی پر متفق فرما دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو ہم نے اپنے معاملہ میں تفکر کیا تھا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا تھا تو ہم اپنی دنیا کے لئے اس چیز پر رضامند ہوئے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی

ہوئے تھے ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کر دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ابن جمہان سے اور اس نے سفینہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس کے مطابق حدیث مبارکہ نہ ملی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا اس سے پہلے بیان کر دیا کہ حدیث مبارکہ "هؤلا الخلفاء بعدی" صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور نہ کرنے میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ جہاں یہ بات فرمائی گئی کہ خلیفہ مقرر نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رحلت دنیا سے جاتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ ہونے کے معاملے میں معین نہیں فرمایا اور جس مقام پر یہ بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا ہے تو بلاشک وشبہ قرب رحلت سے پہلے نص کا احتمال موجود ہے اگرچہ موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور نے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شامل ہیں انہوں نے استخلاف کی نفی کی ہے اور متاخرین اصولیوں میں سے بعض محققین کا قول بھی اس کے مؤید ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو منصوص نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی خلافت کے بارے میں فرمایا ہے ہاں بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے اخذ روایت ہے کہ جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں اور آپ کی بیعت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور نہ ہی آپ سے دھوکہ کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے کبھی دھوکہ کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول پر توجہ کریں کہ

''پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔''

آپ کو اس سے معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات پر دال ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے اور جب اس کو گزشتہ بات سے جس میں خلافت کے غیر منصوص ہونے کا ذکر فرمایا ہے ملا کر تفکر کیا جائے تو وہ دونوں باتوں میں توافق کی صورت وہی ہے جس کا ہم نے گزشتہ ذکر کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلام الٰہی عزوجل سے علم ہو گیا تھا کہ خلافت کس شخص کو ملے گی اس کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو کسی معین شخص کے معاملے میں وفات کے وقت تک امت کو بتانے کا حکم نہیں دیا۔ ہاں ظاہراً آپ نے اس طرح کی باتیں کیں جن سے یہ امر واضح ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی ملے گی اور جس طرح کہ پہلے ذکر کر دیا ہے کہ آپ نے اس معاملے میں خبر بھی دے دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خبر عطا فرما دی تو یہ دو حال امت کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی بیعت کرنا واجب ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس واجب کی تبلیغ میں پوری کوشش فرماتے اور نص جلی میں اس کو ذکر فرماتے اور وہ بات لوگوں میں مشہور بھی ہو جاتی حتیٰ کہ امت کو معلوم ہو جاتا کہ ان کو کیا کرنا ہے اور جب بکثرت اس بات کی موجودگی کے آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس پر کوئی موجود نہیں اور یہ وہم کہ آپ نے اس علم کی تبلیغ اس لیے نہیں کی کہ لوگ آپ کے حکم کو نہیں مانیں گے یہ ایک بے فائدہ اور جھوٹی بات ہے اس لیے کہ یہ بات تبلیغ کے واجب ہونے کو ساقط نہیں کرتی کیا آپ جانتے نہیں کہ آپ نے ان تمام باتوں کی جن کے لوگ مکلف ہیں تبلیغ کی ہے حالانکہ

آپ کو یہ علم بھی تھا کہ لوگ حکم کو نہیں مانتے۔ لوگوں کے بارے یہ علم کہ وہ حکم کو نہ مانیں گے اس سے حکم کی تبلیغ ساقط نہیں ہو جاتی نیز اس سے یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے امامت کے معاملے میں ایک یا دو آدمیوں کو خفیہ طور پر بتا دیا ہے اور ایسی بات کی نقل بھی فائدہ مند نہیں اس لیے کہ جس اہم امر سے دین و دنیا کے مصالح وابستہ ہوں اس سے تو بار بار کی تبلیغ اور کثرت مبلغین کے باعث مشہور ہو جانا چاہئے تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ احتمال کہ آپ کا اس کا پہنچانا ایک مشہور بات ہے مگر آپ سے یہ بات منقول نہیں یا منقول تو ہے مگر آپ کے دور کے بعد مشہور نہیں ہوئی ایک جھوٹی بات ہے اس لیے کہ اگر یہ مشہور ہوتی تو فرائض اور دیگر مہمات دین کی طرح منقول ہوتی۔ شہرت کا ہونا نص کے وجود کو لازم ہے اور جہاں پر شہرت نہیں وہاں مذکورہ معنوں میں نص بھی موجود نہیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے پس اس سے شیعہ اور دوسرے لوگوں کی منقولات کا کاذب ہونا لازم آیا انہوں نے تو اس طرح کی خبروں سے اپنے اوراق بھی سیاہ کیے ہیں جن میں انہوں نے لکھا ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی ان احادیث مبارکہ کا مشہور ہونا تو دور کی بات ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے منقول کیا ہے وہ احاد مطعون کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا اس لیے اس کا علم ان آئمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے احادیث کی چھان بین میں عمریں گزار دیں جبکہ ان کو بے شمار احادیث مل گئی ہیں جن کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادۃً کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احاد کی صحت کے علم میں منفرد ہوں حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کی ہے اور نہ کسی محدث کے صحبت یافتہ ہیں اور ان احاد سے وہ ماہرین حدیث بھی ناواقف ہیں جنہوں نے اپنی عمریں دور دراز کے سفروں میں کھپا دی ہیں اور اپنی تمام کوششوں کو تلاش حدیث میں لگا دیا ہے اور جس شخص کے بارے میں ان کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا موجود ہے اس کے پاس پہنچنے کے لئے بھی

انہوں نے کوششیں کی ہیں لہٰذا عادت قطعیہ یہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں وہ ان میں جھوٹے اور نقال ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں یہ بات بھی غلط ہے اس لیے کہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے اور نہ وہ کسی محدث کی صحت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ہاں احاد میں یہ خبر موجود ہے کہ ''آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس پر ہارون وموسیٰ علیہما السلام سے تھے'' اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ ''جس کا میں مولا ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولا ہے'' جلد ہی ان دونوں کا تفصیلی جواب آئے گا ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی نص کے طور پر یا اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال نہیں اگر ہوتی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خطا کار ہونا لازم آتا اس لیے کہ ان کا اجماع ضلالت پر نہیں ہوسکتا۔ پس ان جاہل بدعتیوں کے خلاف ان کا اجماع اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ دونوں احادیث مبارکہ سے جو وہم انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرضی طور پر اس کو مان بھی لیں جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ دونوں احادیث مبارکہ اس مفہوم کا احتمال نہیں رکھتیں جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا پس ظاہر ہوا کہ جن احاد سے انہوں نے اپنے اوراق سیاہ کیے ہیں وہ ان کے خیال پر دلالت ہی نہیں کرتیں اور یہ احتمال بھی باطل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی مہاجر اور انصاری کو ایک نص کا علم تھا اگر کوئی اس طرح کی نص موجود ہوتی تو سقیفہ کے دن جب خلافت کے معاملے میں بات ہوئی تو اس کو ضرور پیش کیا جاتا اس کے بعد ذکر کیا جاتا اس لیے کہ اس کا بیان کرنا واجب تھا اور یہ کہنا کہ اسے تقیہ کی وجہ سے بیان نہیں کیا گیا ایک جھوٹی بات ہے اس لیے جو شخص ان احوال کا تھوڑا سا علم بھی رکھتا ہے وہ یہ وہم نہیں کرسکتا کہ محض اس نص کے ذکر کر دینے سے جبکہ وہاں امامت کے متعلق جھگڑا ہو رہا تھا کوئی خوف ہوسکتا ہے حالانکہ وہاں ان لوگوں نے بھی بغیر کسی دلیل کے جھگڑے میں حصہ لیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طاقتوری اور شان وشوکت میں نہایت ہی کم تر تھے ان کو قتل کر دینا تو دور کی بات کسی کو زبان سے بھی اذیت نہیں دی گئی۔ پس اس منحوس تقیہ کا بطلان ظاہر ہو گیا اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ واقعہ حباب سے بھی واقف تھے اس کے باوجود اس کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ تھی پھر بھی کسی نے اس کو قول وفعل سے ایذاء نہ پہنچائی حالانکہ وہ خود اور اس کی قوم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی قوم کی نسبت کمزور تھے اور یہ بات ویسے بھی بطور عادت ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اس نص کا ذکر کرتے اور لوگ آپ کی طرف رجوع نہ کرتے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہایت درجہ مطیع اور اس کی حدود کا علم حاصل ہونے پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور گزشتہ عصمت کی وجہ سے نفس کی پیروی سے بہت دور تھے اور پھر بموجب حدیث صحیح خیر القرونی قرنی کی رو سے بہترین لوگ تھے۔

ان میں عشرہ مبشرہ بھی تھے جن میں اس امت کے امین ابوعبیدہ بھی شامل تھے جس طرح کہ متعدد صحیح طرق سے ثابت ہے پس ان کے متعلق یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان جلیل القدر اوصاف کے ساتھ اس لیے کسی بات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایک بلا دلیل روایت کو قبول کر چکے تھے اللہ تعالیٰ کی پناہ اس سے کہ ان کے معاملے میں شرعاً یا عادۃً اس بات کو جائز قرار دیا جائے اس لیے کہ یہ دین میں خیانت ہے اگر اس طرح نہ سمجھا جائے تو قرآن اور احکام کے معاملے میں جو کچھ ان سے نقل کیا گیا ہے اس سے ایمان چلا جائے گا اور دینی امور کا کچھ بھی اعتبار نہیں رہے گا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام اصول فروع انہی سے لیے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے کچھ چیزیں چھپائی ہوئی ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کا نقص پیدا کرنا ہے وہ بڑے بہادر تھے اسی وہم کی وجہ سے بعض ملحدین نے ان کی تکفیر کی ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر کوئی نص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے معاملے میں آپ نصوص ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص بھی موجود نہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نص سے بے پرواہ کر دیتا ہے اس لیے کہ وہ نص سے طاقتور ہے اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر

واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ جو بیعت کے وقت پیچھے رہے اس کا مکمل جواب پیچھے ہو چکا ہے اور یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلادہ نہیں ہے اور یہ اپنے بارے میں اختیار رکھتے ہیں اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے معاملے میں خود مختار ہو اگر تمہیں میرے علاوہ کوئی شخص نظر آئے تو میں اول اس کی بیعت کروں گا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم بیعت کے لئے آپ کے علاوہ کسی کو اہل نہیں جانتے'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور جو لوگ بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ (الصواعق المحرقہ: ص92 تا96)

دوسرے مولویوں کی کتب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ثبوت

دوسرے مولویوں کی کتب میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کے معاملہ میں بیعت کی تھی جن کی تفصیل ان کے درج ذیل اقوال سے ہوتی ہے:

شیخ احمد بن ابی یعقوبی کا قول

شیخ احمد بن ابی یعقوبی متوفی 292ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر اور عمر کو خبر پہنچی کہ مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ علی بن ابی طالب کے ساتھ ہے اور پیغمبر خدا کی صاحبزادی کے گھر وہ سب جمع ہو گئے ہیں پس ابوبکر اور عمر ایک گروہ کے ساتھ آئے اور ان کے گھر پر جمع ہو گئے علی باہر آئے اور زبیر نے تلوار حمائل میں رکھ لی عمر نے زبیر کے ساتھ کشتی کی اور زبیر کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور ان کی تلوار کو توڑ کر زمین پر پھینک دیا بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا باہر آئیں اور کہنے لگیں ''بخدا تم لوگ چلے

جاؤ ورنہ میں بال کھول لوں گی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کروں گی'' پھر وہ لوگ چلے گئے اور جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی چلے گئے اور چند روز بعد ان سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی لیکن علی نے چھ ماہ کے بعد بیعت کی اور ایک قول یہ ہے: چالیس روز تک بیعت نہیں کی۔ (تاریخ یعقوبی: ج:1،ص:527)

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی کا قول

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی 328ھ لکھتے ہیں:

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے:

جب لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی جو کیا سو کیا تو امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ وہ لوگوں پر شفیق تھے اور ان کو یہ خوف تھا کہ لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے بتوں کی عبادت کریں گے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہیں دیں گے اور حضرت امیر المومنین علی کے نزدیک لوگوں کو ابو بکر کی بیعت پر برقرار رکھنا اس سے زیادہ پسند تھا کہ وہ تمام لوگ اسلام ہی سے مرتد ہو جائیں البتہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے امیر المومنین کے بغض کی وجہ سے ابو بکر سے بیعت کی اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا اور وہ بغیر علم کے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عداوت کے بغیر ابو بکر کی بیعت میں داخل ہوئے تو ان کا یہ فعل ان کو کافر کرتا ہے اور نہ اسلام سے خارج کرتا ہے اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاملہ کو مخفی رکھا اور چونکہ ان کو مددگار نہیں ملے اس لیے انہوں نے مجبوراً بیعت کر لی۔

(کتاب الروضۃ: ج:8،ص295تا296)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے سے پہلے واجب ہو چکا ہے اور میری گردن میں دوسرے کا عہد ہے۔

(نہج البلاغۃ: ص:111)

سید نبی الدین اولیائی کا قول

سید نبی الدین اولیائی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

پھر میں نے غور کیا کہ لوگوں کو اپنی بیعت اور اطاعت خدا کے لئے بلاؤں یا خود خدا کی اطاعت کروں تو میں نے دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے پر سبقت کرتا ہے اور دوسرے کا عہد میری گردن میں ہے۔ (ترجمہ نہج البلاغہ: ص:112)

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ پچھلی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ کلام، کلام سابق سے متصل ہے اس میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کا حال بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ سے عہد لیا گیا تھا کہ خلافت کے حصول میں جھگڑا نہ کریں اور فتنہ کو نہ بھڑکائیں اور یہ کہ خلافت کو ملائمت سے طلب کریں اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ اس کے مطالبہ سے باز رہیں۔

(شرح نہج البلاغہ: جز:2،ص295 تا296)

شیخ ابن ابی الحدید کا دوسرا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ پچھلی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرنا میرے قوم سے بیعت لینے پر مقدم ہے لہٰذا میرے بیعت نہ کرنے کا جواز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بیعت کرنے کا حکم دیا ہے (میری گردن میں میرے غیر کا عہد ہے)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں بحث اور جھگڑا نہ کروں اس لیے آپ کے حکم سے تجاوز کرنا یا آپ کی ممانعت کی مخالفت کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:2،ص:296)

شیخ ابن ابی الحدید کا تیسرا قول

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی لہٰذا اب حاضر کے لئے بیعت کرنے میں کوئی اختیار ہے نہ غائب کو بیعت کرنے کا حق ہے مشورہ دینے کا منصب صرف مہاجرین اور انصار کا ہے اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اس کو امام قرار دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا ہے۔ (نہج البلاغۃ: ص:926)

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

ارباب حل وعقد نے جو حضرت علی کی بیعت کی تھی اس سے حضرت علی نے حضرت معاویہ پر حجت قائم کی اور صحت بیعت کے لئے تمام مسلمانوں کے اجماع کی رعایت نہیں کی۔ اس کو حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر قیاس کیا کیونکہ حضرت ابوبکر کی بیعت بھی ارباب حل وعقد نے کی تھی تمام مسلمانوں نے نہیں کی تھی کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور نہ ابتداء میں حضرت علی ان کے اہل بیت اولاد بنی ہاشم اور دیگر ان کے متعلقین نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی اس کے باوجود مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کی صحت میں کوئی توقف نہیں کیا اور نہ حضرت ابوبکر کے احکام کے نفاذ کو ان حضرات کی بیعت پر موقوف کیا۔ اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ امامت کے صحیح ہونے کا ایک طریقہ ہے اور حضرت معاویہ اور اہل شام کا بیعت نہ کرنا حضرت علی علیہ السلام کی امامت میں کوئی حرج واقع نہیں کرتا۔

(شرح نہج البلاغۃ: ج:14، ص:36)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اہم امور سرانجام پذیر ہونا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: -

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جو اہم امور واقع ہوئے ہیں وہ یہ ہیں

لشکر اسامہ کو روانہ کرنا، مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب سے قتال کرنا اور قرآن مجید کو جمع کرنا۔

اسماعیلی نے اپنی سند سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض عرب کے لوگ مرتد ہو گئے انہوں نے کہا ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! لوگ وحشی جانوروں کی طرح ہیں ان کے ساتھ نرمی کیجئے۔ میں تم سے مدد کی توقع رکھتا تھا اور تم مجھے رسوا کرنے آئے ہو تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں کمزور پڑ گئے ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور وحی منقطع ہو گئی اگر انہوں نے مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے قتال کروں گا۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلا اختلاف یہ ہوا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے۔ بعض نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں دفن کریں گے بعض نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دفن کریں گے۔ بعض نے کہا بقیع میں، بعض نے کہا بلکہ بیت المقدس میں جو مدفن انبیاء ہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، نبی کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ وہ فوت ہوتا ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں اختلاف ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ ترک کیا وہ صدقہ ہے۔'' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی اور یہ جملہ تین بار دہرایا۔ ان سے پوچھا گیا:

اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ بات تم کیسے کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سات سو افراد کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا جب یہ لشکر ذی خشب میں پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور مدینہ منورہ کے گرد اعراب مرتد ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اس لشکر کو واپس بلاؤ یہ لوگ روم کی طرف جا رہے ہیں اور مدینہ منورہ کے گرد اعراب مرتد ہو چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر درندے لوگوں کی ٹانگیں بھی کھینچتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ کر چکے ہیں تب لوگ ارتداد کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے یہ کہا: اگر ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو ایسے میں لشکر روانہ نہ کرتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور جب مسلمانوں نے رومیوں کو شکست دے دی اور فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹ آئے تو وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اسی سال کے آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب سے قتال کے لئے یمامہ بھیجا اور اس جنگ میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے بالآخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ بارہ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا اور مرتدین سے جنگ کی اور مسلمان فتح یاب ہوئے اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کے مرتدین سے قتال کے لئے بھیجا اور مہاجر بن ابی امیر کو اہل نجیر کے مرتدین سے جنگ کے لئے بھیجا۔ مرتدین کے قتال سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا اور ابلہ کو فتح کیا اور عراق میں مدائن کسریٰ کو فتح کیا اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا پھر حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا اور جمادی الاولیٰ تیرہ ہجری میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اس فتح کی بشارت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس وقت پہنچائی گئی جب ان کی حیات میں آخری رمق رہ گئی تھی۔ (تاریخ الخلفاء، ص 72 تا 76)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زہد وتقویٰ اور خوف خدا عزوجل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ زہد وتقویٰ اختیار فرمانے والے اور خوف خدا عزوجل رکھنے والے تھے جس پر کثیر احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔

حدیث مبارکہ 1:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لئے کما کر لاتا تھا۔ ایک رات وہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے طعام لے کر آیا آپ نے اس میں سے کچھ کھالیا۔ غلام نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ ہر رات مجھ سے سوال کرتے تھے کہ یہ کہاں سے لائے ہو آج آپ نے سوال نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا نہ کرسکا تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں سے گزرا اور میں نے منتر پڑھ کر ان کا علاج کیا تھا انہوں نے مجھ سے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا آج میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں شادی تھی تو انہوں نے اس میں سے مجھے یہ طعام دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افسوس! تم نے مجھے ہلاک کر دیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کرتے کرنے لگے اور چونکہ خالی پیٹ میں وہ لقمہ کھایا گیا تھا وہ نکل نہیں رہا تھا ان سے کہا گیا کہ بغیر پانی پیئے یہ لقمہ نہیں نکلے گا پھر پانی کا پیالہ منگایا گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پانی پیتے رہے اور اس لقمہ کو نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ نے اس ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت اٹھائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ مال حرام سے بنا ہے وہ دوزخ کا زیادہ مستحق ہے پس مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے بن جائے گا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 9259)

حدیث مبارکہ 2:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک بار میں نے نئی قمیص پہنی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی اور میں اس کو دیکھ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیا دیکھ رہی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نظر رحمت نہیں فرما رہا۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب بندہ دنیا کی زیب وزینت پر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر میں نے اس قمیص کو اتار کر صدقہ کر دیا۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اب یہ صدقہ تمہارا کفارہ ہو جائے۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 85)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ ایک نابینا بڑھیا کا کام کاج کرتے اور اس کے گھر میں پانی بھرتے تھے ایک دن گئے تو کوئی اور پہلے یہ کام کر چکا تھا پھر کئی دن ایسا ہوتا رہا آخر ایک دن وہ اس شخص کی گھات میں رہے دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ خلیفہ تھے۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 219)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرتے تھے جس پر کثیر دلائل موجود ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے کسی شخص کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تو ہے۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 217)

دوسری دلیل

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ" (البقرہ:271)

اگر تم ظاہر کر کے خیرات دو تو وہ کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے اپنا آدھا مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے چھپا کر اپنا سارا مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا؟ تم نے اپنے اہل کے لئے کیا چھوڑا؟ کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم پر میں اور میرے گھر والے فدا ہوں تم نیکی کے ہر باب میں ہم سے آگے بڑھ گئے ہو۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:218)

تیسری دلیل

حضرت زید بن اسلم اپنے والد محترم سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اس دن میرے پاس کافی مال تھا میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کر جاؤں گا میں آدھا مال لے کر آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے اہل کے لئے کتنا چھوڑا ہے میں نے کہا: اتنا ہی! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے کر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اہل کے لئے کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے! پھر میں نے سوچا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:218)

چوتھی دلیل

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار (درہم یا دینار) تھے انہوں نے سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیئے اور سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا ان کے نام یہ ہیں بلال، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، نہدیہ، اس کی بیٹی، بنومؤمل کی باندی اور ام عبیس۔

(اسد الغابہ: ج: 3، ص: 219)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل پر کثیر احادیث مبارکہ اور آثار شاہد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

تم دوزخ سے اللہ تعالیٰ کے عتیق ہو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوش خبری سنو! تم دوزخ سے اللہ تعالیٰ کے عتیق (آزاد کردہ ہو) میں کہتی ہوں اس دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق پڑ گیا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3679)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ محبوب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں ہم میں سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3656)

چہرۂ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی بالائی بستیوں میں تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے دل میں یہی بات آئی تھی اور اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اٹھائے گا اور آپ ضرور ہاتھ پیر کاٹ دیں گے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے انہوں نے آپ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپ کو بوسہ دیا اور کہا: آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں آپ پاکیزگی کے ساتھ رہے اور پاکیزگی کے ساتھ فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں ہرگز نہیں چکھائے گا پھر باہر آئے اور کہا: اے قسم کھانے والے! ٹھہر جاؤ۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3667)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سیّد ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا سنو! جو سیّدنا محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو سیّدنا محمد (مصطفیٰ ﷺ) فوت ہوگئے اور یہ آیت پڑھی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر: 30)

آپ بھی جان بہ حق ہونے والے اور یہ مشرکین بھی مرنے والے ہیں۔

اور یہ آیت پڑھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران: 144)

"اور محمد (خدا) نہیں ہے صرف رسول ہیں ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں کیا پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم (دین اسلام سے) اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے

گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو نیک جزا دے گا۔''

پس لوگ رونے لگے اور انصار بنو ساعدہ کے چبوترہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہو گا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بات کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خاموش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنے کلام سے اپنے نزدیک نہایت بات کہہ رہا ہوں مجھے خوف ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بات تک نہیں پہنچیں گے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نہایت بلیغ کلام کیا اور اپنے اثناء کلام میں کہا: ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔ حباب بن المنذر نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! لیکن ہم امراء ہوں گے اور تم وزراء ہو گے تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لو یا ابو عبیدہ سے بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں بلکہ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کریں گے آپ رضی اللہ عنہ ہمارے سید ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کی بیعت کر لی اور پھر لوگوں نے بیعت کرنی شروع کر دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3668)

اللہ تعالیٰ اور مومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کا انکار کر دیں گے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا:

تم میرے لیے اپنے باپ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی عبدالرحمان) کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ان کو ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں ہی سب سے زیادہ (خلافت کا) مستحق ہوں اور کوئی نہیں ہے

اور اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کا انکار کر دیں گے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2387)

ناداروں کا بوجھ اٹھانے والے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے جب سے ہوش سنبھالا میرے ماں باپ دین اسلام کے مطابق عبادت کرتے تھے اور ہر روز صبح یا شام کو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے تھے جب مسلمان فتنہ میں مبتلا ہوئے تو ہجرت کر کے حبشہ کی طرف جانے لگے حتیٰ کہ جب وہ برک الغماد پر پہنچے تو ان کو ابن الدغنہ ملا اور وہ ایک بستی کا سردار تھا اس نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ زمین میں سفر کروں اور اپنے رب عزوجل کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا: آپ ایسا شخص خود جائے گا نہ اس کو جانے دیا جائے گا جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لئے مال کماتے ہیں، رشتہ داروں سے مل کر رہتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کے راستے میں جو مشکلات آتی ہیں ان میں مدد کرتے ہیں میں آپ کا ضامن ہوں آپ لوٹ آئیں اور اپنے شہر میں اپنے رب عزوجل کی عبادت کریں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:2297)

جنت سے مرحبا مرحبا کی صدائیں دینے والے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہو گا جس سے ہر گھر والے اور ہر بالا خانے والے کہیں گے مرحبا مرحبا ہمارے پاس آئیں ہمارے پاس آئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص کتنا کامیاب اور سرخرو ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں اور وہ تم ہو گے اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:6868)

مدح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بزبان حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا پس لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کر رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ان کے تخت پر رکھا ہوا تھا اس وقت ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھوں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مقام آپ کے دو صاحبوں کے ساتھ کر دے گا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کیونکہ میں نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اور میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما گئے پس بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ کہنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3677)

امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ابھی ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں حتیٰ کہ میں بھی اس دروازہ کو دیکھوں! تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

(جامع الاصول: رقم الحدیث: 6404)

بیل اور بھیڑیئے کے کلام کرنے پر نبی کریم ﷺ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا فرمان اقدس

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا ان پر ایک بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا چرواہے نے اس سے وہ بکری چھینی تو بھیڑیا اس چرواہے کی طرف مڑ کر کہنے لگا درندوں کے دن میں ان بکریوں کا کون محافظ ہوگا جس دن میرے سوا بکریوں کا کوئی محافظ نہیں ہوگا۔ اور ایک آدمی ایک بیل کو لے جا رہا تھا اور اس نے اس پر سامان لادا ہوا تھا بیل اس کی طرف مڑ کر کہنے لگا میں اس لیے نہیں پیدا کیا گیا ہوں بلکہ میں ہل چلانے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3663)

کنویں سے ایک یا دو ڈول نکالنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنویں کے اوپر ڈول ہے میں نے اس ڈول کے ساتھ اس کنویں سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا پھر اس ڈول کو ابو قحافہ کے بیٹے نے لے لیا اور اس سے ایک یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کی مغفرت فرمائے پھر ڈول وہیں آ گیا پھر اس ڈول کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پکڑا اور میں نے اس کنویں سے پانی نکالنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح غیر معمولی قوی شخص کوئی اور نہیں دیکھا حتیٰ کہ پھر اور لوگ پانی نکالنے لگے۔

(صحیح البخاری: 3664)

جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جانے والا شخص

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے ایک قسم کی دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا (کہا جائے گا) اے عبداللہ! یہ نیکی ہے سو جو نمازیوں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو مجاہدوں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ داروں سے ہوگا اس کو باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائے گا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے وہ شخص تم ہو گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3666)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صفاتِ جمیلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آج صبح تم میں سے کون شخص روزے سے اٹھا تھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج تم میں سے کوئی شخص جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج تم میں سے کسی شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج تم میں سے کس شخص نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں بھی یہ اوصاف ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1028)

اگر دنیا میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بناتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا ہے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی کی ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا اور مجھے کسی کے مال سے وہ فائدہ نہیں پہنچا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں دنیا میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا سنو! تمہارے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3655)

حوض پر صاحب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم غار میں بھی میرے صاحب تھے اور حوض پر بھی میرے صاحب ہو گے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3670)

دودھ کا بھرا ہوا پیالہ عطا فرمانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک بڑا پیالہ دیا گیا ہے جو دودھ سے بھرا ہوا تھا میں نے اس پیالے سے پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ دودھ میری کھال اور گوشت کے درمیان رگوں میں جاری ہو گیا میں نے اس پیالے میں دودھ بچا دیا اور وہ دودھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ اس سے سیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے اپنا بچا ہوا علم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا آپ نے فرمایا: تم نے اس کی صحیح تعبیر کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6854)

نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے پہلے قبر سے اٹھنے والے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3692)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے برابر کوئی نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پھر اس کے بعد ہم نبی کریم ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دیتے تھے اور کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3697)

تم تکبر کی وجہ سے نہیں لٹکاتے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنا تہبند (تکبیر سے) ٹخنوں کے نیچے لٹکایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے تہبند کا ایک جانب لٹک جاتی ہے مگر یہ کہ میں اس کی حفاظت کروں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو تکبر کی وجہ سے نہیں لٹکاتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5784)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل الصحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے افضل قرار دیتے تھے پس ہم سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے پھر حضرت عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3655)

تم حوضِ کوثر پر میرے صاحب ہو گے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم حوض پر میرے صاحب ہو گے اور تم غار میں میرے صاحب تھے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3667)

گھر کا سارا مال مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر کر دینا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ سکتا ہوں۔ میں اپنا آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا بچایا ہے؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی (یعنی آدھا لے کر آیا ہوں آدھا رکھ کر آیا ہوں) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے تب میں نے دل میں کہا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی نہیں بڑھ سکتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3675)

لعاب دہن سے درد جاتا رہا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور کہا: میں یہ چاہتا تھا کہ میرے تمام اعمال مل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن کے عمل کی طرح ہو جاتے اور ان کی ایک رات کے عمل کی مثل ہو جاتے رہی رات تو یہ وہ رات تھی جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں گئے جب وہ دونوں غار تک پہنچ گئے تو

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ اس میں داخل نہ ہوں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں داخل ہوں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار میں داخل ہو کر دیکھا تو اس میں ایک جانب سوراخ تھا انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کر دیا دو سوراخ باقی رہ گئے۔ ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں پیر داخل کر دیئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنک لگا لیکن انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے کے خدشہ سے بالکل حرکت نہیں کی پھر درد کی شدت سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا ہوا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے ڈنک لگا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب دہن ڈالا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا درد جاتا رہا بعد میں درد پھر لوٹ آیا اور وہی ان کی موت کا سبب بن گیا اور رہا ان کا دن تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور کہا: ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ زکوٰۃ میں ایک بکری کا بچہ (یا رسی) دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ پس میں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ الفت سے پیش آئیں اور ان کے ساتھ نرمی کریں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم زمانہ جاہلیت میں قوی اور سخت تھے اور اسلام میں کمزور اور نرم ہو گئے ہو؟ بے شک اب وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو گیا ہے کیا میری زندگی میں دین کی مخالفت کی جائے گی۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 6426)

پہاڑ کا لرزنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ

پر چڑھے تو احد لرزنے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے احد ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3675)

مہندی سے بالوں کو رنگنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آئے اس وقت آپ ﷺ کے اصحاب میں کسی کے بھی کھچڑی بال (سیاہ اور سفید ملے جلے بال) نہیں تھے سوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انہوں نے بالوں کو مہندی اور سیاہ رنگ سے رنگ کر چھپا لیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3919)

نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہوئے نماز پڑھانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کی بیماری کے ایام میں پیر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور مسلمان صف باندھے ان کے پیچھے کھڑے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھا گویا آپ ﷺ کا چہرہ اقدس قرآن مجید کے ورق کی طرح تھا پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے مسکرائے اور نبی کریم ﷺ کو دیکھنے کی خوشی میں لگتا تھا کہ ہم نماز توڑ دیں گے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے آئے تا کہ آپ ﷺ صف سے مل جائیں ان کا گمان تھا کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھانے باہر آ رہے ہیں پھر ہمیں نبی کریم ﷺ نے اشارہ کیا کہ تم نماز مکمل کر لو اور آپ ﷺ نے حجرہ کا پردہ گرا دیا اور اسی دن آپ ﷺ کا وصال ہوا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1188)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کوئی مقدم نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہو

جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے پھر ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا پس تم میں سے کون خوشی سے چاہتا ہے کہ وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر مقدم ہو۔ مسلمانوں نے کہا: ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر مقدم ہوں۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 764)

لوگوں کو ابو قحافہ ہی نماز پڑھائے

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب نبی کریم ﷺ کا مرض شدید ہو گیا اور میں بھی لوگوں کی جماعت میں آپ کے ساتھ تھا آپ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے بلایا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سو ہم گئے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے۔ میں نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی نبی کریم ﷺ نے ان کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ انکار کرے گا اور مسلمان انکار کریں گے۔ یہ آپ نے دوبارہ فرمایا وہ اس وقت آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا چکے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ایک روایت میں ہے کہ

نہیں نہیں! لوگوں کو ابو قحافہ کا بیٹا نماز پڑھائے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 6416)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نرم دل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے اور آپ ﷺ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نے عرض کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں جب وہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ یہی کہا: آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: تم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے والا گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3385)

جنت کی بشارت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر میں باہر نکلا اور میں نے سوچا آج میں سارا دن لازماً رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا آپ مسجد سے نکل کر وہاں گئے اور ایک جگہ اشارہ کیا پھر میں پوچھتے پوچھتے بیئر اریس تک پہنچا اور میں وہاں دروازے پر بیٹھ گیا وہ دروازہ درخت کی شاخوں کا بنا ہوا تھا پھر رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے اور آپ ﷺ نے وضو کیا میں آپ ﷺ کے پاس گیا اس وقت آپ ﷺ بیئر اریس (کنواں) کی منڈیر کے وسط میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے کنویں میں اپنی مقدس ٹانگیں لٹکائی ہوئی تھیں اور پنڈلیاں اقدس کھولی ہوئی تھیں میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا پھر دروازے کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور سوچا آج میں آپ ﷺ کا دربان (چوکیدار) بنوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا: کون ہے؟ کہا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا، ٹھہریں پھر میں نے آپ کے پاس جا کر کہا: یارسول اللہ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو پھر میں نے آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا

آپ رضی اللہ عنہ آجائیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ ﷺ کے برابر اسی طرح ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں اس کے بعد اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے اور انہیں جنت کی بشارت دینے کا ذکر ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3674)

یارِ غار

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جس وقت میں غار میں تھا میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہارا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن میں تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3653)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کو ایک طرف سے پکڑے ہوئے آئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے گھٹنے سے اپنا کپڑا اٹھایا پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا صاحب کسی سے جھگڑا کر رہا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کر کے کہا: میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی۔ پس میں نے جلدی کی میں نادم ہوا اور میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے معاف فرما دیں۔ انہوں نے مجھے اس کا انکار کیا تو میں آپ ﷺ کے پاس آگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے پھر پوچھا: کیا یہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ گھر والوں نے کہا: نہیں۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ کا

چہرہ متغیر ہو رہا تھا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور وہ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ کر کہنے لگے۔ یارسول اللہ! میں ہی ظلم کرنے والا تھا انہوں نے یہ جملہ دو بار کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تم لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے سچ کہا اور اپنے مال اور اپنی جان سے میری مدد کی پھر دوبارہ ارشاد فرمایا: کیا تم میرے لیے میرے صاحب کو چھوڑنے والے ہو اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایذا نہیں دی گئی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4640)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مشورہ صحیح تھا

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ صحیح تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خطاء پر قرار دیا جائے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3961)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل

محمد بن حنفیہ سے روایت ہے:

میں نے اپنے والد محترم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سب سے افضل تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، میں نے پوچھا: پھر کون تھا۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مجھے یہ ڈر لگا کہ وہ کہیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، میں نے پوچھا: پھر آپ سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3671)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر میں امیر بنا کر بھیجا۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) پھر میں نے پوچھا: اور مردوں میں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے والد! میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) پھر انہوں نے کئی آدمیوں کو گنا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3662)

میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک عورت آئی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تم پھر آنا۔ اس نے کہا یہ فرمائیں۔ اگر میں پھر آپ ﷺ کو نہ پاؤں۔ گویا کہ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ آپ ﷺ کی وفات ہو چکی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3659)

ہجرت کے ساتھی

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ہجرت کا واقعہ سنایا اور کہا: ہم مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور ایک رات اور ایک دن سفر کرتے رہے حتیٰ کہ ہم کو دوپہر کا وقت ہو گیا پھر میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کہیں مجھے سائے کی جگہ نظر آئے پھر مجھے ایک چٹان نظر آئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا سایہ تھا میں نے اس جگہ کو صاف کیا اور اس جگہ نبی کریم ﷺ کا بستر بچھایا پھر میں نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ ﷺ یہاں لیٹ جائیں۔ پھر نبی کریم ﷺ لیٹ گئے پھر میں اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کوئی ہمیں تلاش تو نہیں کر رہا پھر میں نے ایک بکریاں چرانے والے کو دیکھا وہ اپنی بکریوں کو چرا کر اس چٹان کی طرف لا رہا تھا وہ بھی اسی چٹان کے سائے کی جستجو میں تھا جس کا ہم نے

ارادہ کیا تھا میں نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جس کو میں پہچانتا تھا میں نے اس سے پوچھا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے اس سے پوچھا: آیا تم ہمارے لیے دودھ دوہو گے اس نے کہا: ہاں! میں نے اس کو ایک بکری باندھنے کے لئے کہا پھر میں نے اس سے کہا اپنے ہاتھ صاف کر لو پھر اس نے میرے لیے دودھ دوہا۔ میں نے اسی دودھ کو چمڑے کے ایک مشکیزے میں ڈالا پھر دودھ میں کچھ پانی ڈال کر اس کو ٹھنڈا کیا پھر میں اس کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے گیا اس وقت آپ ﷺ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! دودھ پئیں۔ آپ ﷺ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا۔ پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! اب کوچ کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! ہم روانہ ہوئے اور لوگ ہمارا پیچھا کر رہے تھے۔ ان میں سے کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکا سوائے سراقہ بن مالک کے۔ وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو ہم تک آ پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم خوف نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3652)

تصدیق رسالت مآب ﷺ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ برا سلوک کب کیا تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنی چادر آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کے آپ ﷺ کا گلا گھونٹنا شروع کیا اور بہت زور سے گلا گھونٹنے لگا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے اس کو دھکا دے کر دفع کیا اور کہا: تم اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ عزوجل ہے حالانکہ یہ اپنے رب عزوجل کے پاس سے

معجزات لے کر آیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3678)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رہا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: اللہ عزوجل نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا میں رہے یا اس کے پاس رہے تو اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنے کو اختیار کر لیا۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو ہم کو ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ ایک بندہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کے متعلق یہ کیوں رو رہے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے جن کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اپنے مال اور اپنی رفاقت سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں اپنے رب عزوجل کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن ان کے ساتھ اسلام کی اخوت اور محبت ہے۔ مسجد کے ہر دروازے کو بند کر دیا جائے۔ سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3654)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی امامت نہ کروائے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں ان میں ان کے سوا اور کسی کو امامت نہیں کرنی چاہیے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3673)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنی رفاقت اور اپنے مال سے سب سے زیادہ (دنیا میں) مجھ پر احسان کیا وہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اسلام

کی اخوت اور محبت ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:3654)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خواہش پوری ہوئی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے پس انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا پھر انہوں نے مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہو گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غم خواری کرنا

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تم لوگوں نے کہا آپ جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ) اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی اور اپنی جان اور اپنے مال سے میری غم خواری کی۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:3661)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو میراث نہ دینے کی تحقیق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس حیات میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو میراث جاری نہیں کی اور نہ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی باغ دیا تھا بعض جاہل لوگ کہتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو باغ فدک دیا تھا جبکہ یہ کسی روایت سے ثابت ہی نہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنا حصہ مانگا اور فرمایا مجھے اپنے والد محترم کی وراثت سے حصہ میں فاغ فدک دو اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کی زندگی میں کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو لہٰذا اس دعویٰ میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنی زندگی میں فدک نہیں دیا تھا کیونکہ اگر زندگی میں فدک ہبہ کر دیا تھا تو بعد از وصال اس کی وراثت سے مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن اس کے برخلاف وہ علماء یہ بھی کہتے ہیں: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں فدک ہبہ کر دیا تھا اور جو چیز کسی کو زندگی میں دے دی گئی ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کو زندگی میں ہبہ نہ کیا ہو فلہٰذا اگر مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح ہے تو ہبہ کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر ہبہ کا دعویٰ صحیح ہو تو پھر مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ دعوے ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ ایک صاف اور سیدھی بات ہے جس کو ہر صاحب عقل خوب سمجھ سکتا ہے۔

وہ علماء یہ کہتے ہیں:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باغ فدک کا مطالبہ کیا تھا۔

وہ دلائل یہ دیتے ہیں۔

شیخ ابو منصور طبری لکھتے ہیں:

عبداللہ بن الحسن اپنی سند کے ساتھ اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کو فدک نہ دینے پر اتفاق کر لیا اور حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کو یہ خبر پہنچی...... اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دوپٹہ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں درآں حالیکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور ایک بہت طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ

دیا جس میں اپنے فضائل اور مناقب بیان کیے۔ اور آخیر میں فرمایا: اے مسلمانو! کیا میں اپنی میراث پر مغلوب کی جاؤں گی: اے ابو قحافہ (رضی اللہ عنہ) کے بیٹے! کیا کتاب اللہ میں یہ لکھا ہے کہ تم تو اپنے باپ کے وارث ہو گے اور میں اپنے باپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وارث نہیں ہوں گی؟ یہ تو تم نے اپنے خدا عزوجل پر جھوٹ باندھا ہے کیا تم نے عمداً کتاب اللہ کو چھوڑ دیا اور اس کو پس پشت پھینک دیا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سلیمان داؤد کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کا یہ قول نقل کیا ہے: اے اللہ عزوجل! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کو دو لڑکیوں کا حصہ ملے گا اور فرمایا اگر کسی شخص نے مال چھوڑا تو اس پر لازم ہے کہ وہ والدین اور رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے یہ متقین پر فرض ہے اور تم نے یہ گمان کیا ہے کہ میرا اپنے والد کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ہے اور ہمارے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں میراث کا کوئی خاص حکم بتایا ہے جس کی بناء پر تم یہ کہتے ہو میرا اور میرے والد کا ایک دین نہیں ہے اور جن کے دین مختلف ہوں وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے؟ یا تم میرے والد محترم اور میرے شوہر محترم کی بہ نسبت قرآن مجید کے خاص اور عام کو زیادہ جانتے ہو سو آج تم فدک کو بغیر کسی معارض اور منازع کے لئے لو۔ کل حشر کے دن تم سے ملاقات ہوگی۔ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور حق کو طلب کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم سے قیامت کا وعدہ ہے اور اس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے اور ہر چیز کی ایک قرار گاہ ہے اور تم عنقریب جان لو گے کہ دائمی اور ذلت والا عذاب کون اٹھائے گا۔ (الاحتجاج: ص 131 تا 139)

ملا باقر مجلسی متوفی 1110ھ نے بھی اس طویل خطبہ کو بعینہ ذکر کیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے۔

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ان کی اس تقریر کو سن کر منافقوں پر

کوئی اثر نہیں ہوا اور ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی تو انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متوجہ ہو کر کہا آج تم بغیر کسی معارض اور فریق کے فدک لے لو کل روز محشر تم سے ملاقات ہو گی۔ (حق الیقین: ص:200)

اس کے علاوہ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں بھی ذکر کیا ہے کہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنا حصہ مانگا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ حصہ نہیں دیا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ان سب نے مل کر باتفاق ایک حدیث وضع کی کہ حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ

ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔ (جلاء العیون: ج:2،ص:235)

اور شیخ احمد بن ابی یعقوب اصفہانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمۃ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث سے اپنا حصہ مانگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا یہ کتاب اللہ میں ہے کہ تمہارا باپ تو مورث ہو گا اور میرا باپ مورث نہیں ہو گا اور کیا رسول اللہ! نے یہ نہیں فرمایا: مرد اپنی اولاد کی رعایت کرتا ہے۔
(تاریخ یعقوبی: ج:1،ص:1)

ان متاخر علماء میں سے شیخ خمینی لکھتے ہیں:

(حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے قرآن مجید کی جن صریح آیات کی مخالفت کی ہے وہ معتبر تواریخ اور اہل سنت کی کتب احادیث سے ثابت ہے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

معتبر تواریخ اور سنیوں کی صحیح کتب حدیث میں لکھا ہوا ہے کہ

حضرت فاطمۃ دختر پیغمبر (ﷺ) (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئیں اور اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا۔ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پیغمبر نے کہا ہے۔ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی ترک کیا وہ صدقہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر اسلام کی طرف جو اس حدیث کی نسبت کی ہے یہ قرآن مجید کی آیات کے صریح خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم ان آیات سے بعض کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد شیخ خمینی نے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (نمل:16) اور فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا۝ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:5،6) کا ذکر کیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں: اب یا تو تم یہ کہو کہ ہم خدا کی تکذیب کرتے ہیں۔ یعنی خدا کہتا ہے پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم کہتے ہیں (نہیں ہوتے) یا یہ کہو کہ پیغمبر خدا نے خدا کی کہی ہوئی بات کے خلاف کہا اور یا یہ کہو یہ حدیث پیغمبر خدا کی کہی ہوئی نہیں ہے بلکہ اولاد پیغمبر کا حق غصب کرنے کے لئے اس حدیث کو وضع کیا گیا ہے۔

علماء اہل سنت کی جانب سے جوابات

علماء اہل سنت قرآن مجید کی ان آیات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

ان آیات کریمہ میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت علمی مراد ہے اور سورہ نمل کی آیت کا یہ مطلب ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے علم کے وارث ہوئے۔

اور سورہ مریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرے اور آل یعقوب کے علوم کا وارث ہو لہٰذا نہ یہ لازم آیا کہ اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی نہ یہ لازم آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خلاف قرآن کوئی بات کہی اور نہ حدیث کا موضوع ہونا لازم آیا۔ بعض علماء نے قرآن مجید کی ان آیات میں وراثت کو وراثت علمی پر محمول کرنے کو باطل قرار دیا ہے

اوراس حدیث کے موضوع ہونے پر مزید دلائل قائم کیے ہیں۔

ان کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

ان علماء کا حدیث کا موضوع کہنا

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جو یہ دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

یہ حدیث قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میراث لیتے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے میراث لی اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ علم اور پیغمبری کی وارثت مراد ہے تو اس کے متعدد جوابات ہیں۔

پہلا جواب

لغت اور عرف میں جب میراث کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت مراد ہوتی ہے خصوصاً اس آیت میں مال کی وراثت پر قرائن ہیں کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے۔

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

اے میرے رب اس لڑکے کو پسندیدہ بنا۔

اس آیت میں یہ دعا کی ہے کہ اس لڑکے کو اچھا اور صالح کردار بنا اور یہ بات معلوم ہے کہ پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں (اس لیے اگر وراثت سے وراثت نبوت مراد ہو تو) یہ شرط بے فائدہ ہوگی۔ نیز حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے رشتہ داروں کے بارے میں مال کے خدشہ کی وجہ تو تھی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مال کی وجہ سے وہ فسق اور فساد میں مبتلا ہو جائیں اس وجہ سے یہ حدیث اس آیت کے بھی خلاف ہے جس طرح کہ یوں ہے کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

اسی طرح یہ حدیث ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں میراث کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ نبوت رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کا سبب ہو۔

دوسرا جواب

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی اس حدیث پر شہادت اس لئے مردود ہے کہ یہ حدیث مبارکہ ان کے حق میں حصول نفع کا سبب ہے اور وہ کئی وجہ سے اسی حدیث کے سلسلہ میں مہتم ہے۔

اس کی وجوہات

1- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اس مال میں جس طرح چاہیں تصرف کریں جس کو چاہیں اس میں سے مال دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔

جیسا کہ جامع الاصول میں ابوالطفیل سے روایت ہے:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث طلب کی اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے یہ کہا: میں نے پیغمبر سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو یہ طعمہ (خوراک یا غذا) دی ہے اور یہ ان کے بعد اس کے تصرف ہوگی جو ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔

2- قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلکہ اس پر یقین ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے کیونکہ مسلمانوں کا اہل بیت کی طرف میلان تھا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) یہ چاہتے تھے کہ اہل بیت کمزور ہوجائیں تاکہ ان کے ساتھ خلافت مناقشہ نہ کرسکیں اور یہی وجہ تہمت کے لئے کافی ہے اور باقی جن دوسرے لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی تصدیق کی ہے وہ سب اس صدقہ میں شریک تھے اور اہل بیت کی عداوت

میں مصروف تھے اور ان لوگوں پر یہ تہمت بالکل ظاہر ہے۔

دوسری دلیل

اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ

اخبار متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو باطل اور موضوع گردانتے تھے کیونکہ صحیح مسلم میں مالک بن اوس سے روایت ہے: (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، مکار، خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے' پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوا پھر تم دونوں نے مجھے جھوٹا، مکار، خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔

صحیح بخاری میں بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس مضمون کو کئی اسناد سے روایت کیا ہے اور احادیث متواترہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حق الگ نہیں ہوتا اور آیت تطہیر، اخبار ثقلین اور حدیث سفینہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بھی اس حدیث کا انکار اس حدیث کے موضوع ہونے پر حجت قاطعہ ہے۔

تیسری دلیل

اگر یہ حدیث حق ہوتی تو چاہیے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس حدیث مبارکہ کی تعلیم کرتے تاکہ وہ ناحق دعویٰ نہ کرتیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس حدیث مبارکہ کی تعلیم کرتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور معدن علم تھے اور کوئی صاحب عقل اس کو جائز نہیں کہے گا کہ سیدہ نساء عالمین نے اس حدیث کو اپنے والد سے سنا ہو اور

اس کے باوجود مہاجرین اور انصار کے مجمع میں اس قدر شدت سے میراث کا مطالبہ کیا ہو اور مسلمانوں کے امیر پر ظلم اور بے انصافی کی تہمت لگائیں اور اگر لوگوں کو اس کے خلاف قتال پر آمادہ کریں اور اس وجہ سے مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت نے ابوبکر کو ظالم اور غاصب گردانا ہو اور قیامت کے دن تک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور اس کے مددگاروں پر لعنت کریں اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جانتے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حق پر نہیں ہیں اور حق پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو وہ کس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میراث کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جانے کی اجازت دیتے کیا کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور دین اور تبلیغ احکام میں اس طرح کا سہو اور تسامح کر سکتے تھے کہ اپنے اہل بیت اور خصوصاً اپنے جزو بدن کو اس قدر ضروری حکم نہ بتلاتے پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ محض افتراء اور جھوٹ ہے۔

چوتھی دلیل

اس حدیث مبارکہ کے جھوٹ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ جو چیز عرف اور عادت کے خلاف ہو اس کے روایت کرنے والے متعدد افراد ہوتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) تک یہ سنت جاری ہے کہ اولاد کو ماں باپ کی وراثت ملتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کے احوال اور ان کی سیرتوں کو اور ان کے خصائص کو منضبط کرنے میں بہت اہتمام کیا جاتا ہے سو اگر عام عرف اور عادت کے خلاف اگر انبیاء (کرام علیہم السلام) کے خصائص میں یہ ہوتا کہ وہ کسی کو وارث نہیں بناتے تو تمام تواریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ امر مذکور ہوتا اور جب صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور دو تین منافقوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس خلاف عادت حکم پر مطلع نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے اور جیسا کہ صحاح سے ظاہر ہوتا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے اور کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے طلحہ، زبیر، عبداللہ بن عوف اور سعد

بن ابی وقاص سے اس حدیث پر شہادت طلب کی اور ان سب نے بالاتفاق اس حدیث پر شہادت دی تو اس کا جواب یہ ہے: انہوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اس حدیث پر شہادت دی تھی۔ (حق الیقین: ص 207 تا 209)

ان علماء کا رد اور وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کا مراد ہونا

قرآن مجید میں ہے:

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی:

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّاo یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ

بعض علماء کہتے ہیں: اس آیت میں یہ ثبوت ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہوتے ہیں۔

علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ علم کی وراثت مراد ہے۔

اور ملا باقر مجلسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

لغت اور عرف میں جب مطلقاً وراثت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت مراد ہوتی ہے لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کو بھی مال کی وراثت پر محمول کیا جائے گا اور اس کو علم کی وراثت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا لغت اور اسلوب قرآن سے بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے ہے لغت میں ورث کا معنی انتقال اور بقاء ہے۔

امام راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

کسی کی کمائی کا بغیر عقد کے تمہاری طرف منتقل ہونا وراثت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اپنے مشاعر پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ کی وراثت یعنی اس کی اصل اور بقیہ پر ہو۔ (المفردات: ص: 518)

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

وارث کا معنیٰ ہے ''باقی'' قرآن مجید میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی دعا ہے۔

مجھے ایسا ولی دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

یعنی اس کو میرے بعد باقی رکھ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔

اے اللہ عزوجل! میرے کان اور آنکھ سے مجھے فائدہ پہنچا اور اس کو میرا وارث کر یعنی ان کو میرے ساتھ تاحیات رکھ۔ (تاج العروس: ج:۱، ص:652)

اب ہم قرآن مجید کی ایسی آیت پیش کرتے ہیں جن میں وراثت کا معنیٰ ''مال کی وراثت'' کسی حال میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ۝ (الحجر:23)

زندگی اور موت ہم ہی دیتے ہیں اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ۝ (قصص:58)

اور انجام ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

مذکور الصدر آیات کریمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں وراثت کا لفظ صرف وراثت بالمال میں ہی استعمال نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں وراثت کا لفظ بقاء کے لئے استعمال ہوا ہے اس لئے ''وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ'' اور ''یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ'' میں علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن مجید کے عین مطابق ہے اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ عرف اور لغت میں وراثت کا استعمال صرف وراثت بالمال میں ہوتا ہے۔

ملا باقر مجلسی کے اعتراض کا جواب

ملا باقر مجلسی نے جس آیت میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر بحث کی ہے۔وہ یہ ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ (مریم:5تا6)

تو مجھے ایک وارث عطا کر جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے میرے رب عزوجل! اس کو پسندیدہ شخص بنا۔

ملا باقر مجلسی یہ کہتے ہیں:

اگر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا یہ مطلب تھا کہ مجھے ایسا فرزند عطا کر جو نبی ہو تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ "وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝" اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔ کیونکہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے اس لئے یہاں وراثت نبوت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت مال مراد ہے اور جو شخص مال کا وارث ہو گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ مال کی وجہ سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اس لیے دعا کی اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔

اس کا جواب یہ ہے:

ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے فرزند کے لئے نبوت کی دعا کی تو پھر ان کے پسندیدہ ہونے کی دعا کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نبی تو ہوتا ہی پسندیدہ ہے اس لیے کہ نبوت کے ذکر کے بعد ان اوصاف کا ذکر تاکید اور توضیح کے لئے کیا جاتا ہے اور اس کی قرآن مجید میں بکثرت مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (الصافات:112)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی ایک نبی تھے صالحین میں سے۔

کیا اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے پھر نبی کے بعد صالحین میں کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو نداء کی۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ o (آل عمران:39)

اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمہ اللہ تعالیٰ کے مصدق ہوں گے سردار ہوں گے عورتوں سے بچنے والے ہوں گے نبی ہوں گے صالحین میں سے۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ حضرت یحییٰ نبی ہوں گے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت کیا تھی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے؟ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے۔قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں صرف دو آیتوں پر اکتفا کیا ہے۔لہٰذا ملا باقر مجلسی کا اعتراض غلط اور بے جا ہے اور وراثت سے مراد نبوت اور علم مراد لینا درست ہے۔

آئمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علمی کا ثبوت

انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو مال کا وارث نہیں بناتے پس حضرت داؤد علیہ السلام کے علم کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام سابقین کے علم کے وارث ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کاملین وعلماء صالحین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث ہیں۔علماء اہل سنت یہ بات کہیں تو وہ علماء اس کو جھوٹ کہتے ہیں لیکن کریں کیا کہ ان حضرات کے ایک بہت بڑے محدث شیخ کافی کلینی نے یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ آئمہ اہل بیت انبیاء کرام علیہم السلام سابقین کے علوم کے وارث ہوتے ہیں۔اس قسم کی بکثرت روایات ذکر کی ہیں۔

شیخ کلینی نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔

ان الائمة ورثوا علم النبی وجميع الانبياء الله

نبی علیہ السلام اور جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں کہ

عبداللہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ محمد ﷺ کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم اہل بیت آپ ﷺ کے وارث ہوئے ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جو علم دیا گیا تھا اور علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے وہ پہنچا دیا سو ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں۔

(اصول من الکافی: ج:1،ص223 تا224)

اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ اہل بیت اولوالعزم رسولوں کے علوم کے وارث ہیں۔ دوسری روایت ملاحظہ ہو۔

ابو جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور وصیوں کے علم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علم کے وارث ہیں اور محمد (ﷺ) سابقین انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کے وارث تھے۔ (اصول من الکافی: ج:1،ص:224)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام سابقین کے علم کے وارث ہیں۔ تیسری روایت سنیئے۔

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں۔

ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:

سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کے وارث تھے اور محمد (ﷺ) سلیمان (علیہ السلام) کے وارث تھے اور ہم محمد (ﷺ) کے وارث ہیں۔ (اصول الکافی: ج:1،ص:225)

ملاحظہ ہو کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے صاف بیان فرما دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے علم کے وارث تھے یہ لفظ وراثت کو وراثت علم میں استعمال کرنے کی نص صریح ہے اور وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ کی تفسیر ہے اور اسی حقیقت کو

بیان کرنے کے ہم در پے ہیں۔

ضریح کناسی بیان کرتے ہیں کہ

میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ابوبصیر بھی تھے ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام انبیاء کے وارث تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث تھے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث تھے۔

(اصول من الکافی: جز: 1، ص: 225)

پانچویں روایت سنئے۔

ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے ابوالحسن سے پوچھا! میں آپ پر قربان ہوں! یہ بتایئے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں انہوں نے فرمایا: ہاں! پس ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور ہم کو اس کتاب کا وارث بنا دیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ (اصول من الکافی: جز: 1، ص: 226)

اس روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مال کے وارث نہیں تھے بلکہ ان کے علم کے وارث تھے اور اس سے زیادہ واضح یہ ہے کہ ابوالحسن نے فرمایا ہم اہل بیت قرآن مجید کے وارث ہیں اور یہ علم کی وراثت ہے ان تمام روایات سے واضح ہو گیا کہ وراثت کا لفظ وراثت علمی میں استعمال ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت، وراثت علمی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت نہیں کی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو وارث نہیں بناتے اور اس روایت کی بناء پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو رسول اللہ ﷺ کے ترکہ سے وراثت نہیں دی۔

اس پر ملا باقر مجلسی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قرآن مجید کی ان آیات کریمہ کے خلاف ہے جن میں وراثت کے عام احکام بیان کیے گئے ہیں سو اس وجہ سے یہ روایت مردود ہے۔ نیز یہ خبر واحد اور ظنی ہے اور خبر واحد قرآن مجید کے احکام کے عموم کی ناسخ نہیں ہو سکتی پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حدیث خبر واحد اور ظنی نہیں تھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست یہ حدیث مبارکہ سنی تھی اور ان کے لئے یہ حدیث اس طرح قطعی تھی جس طرح احکام میراث کی آیات قطعی ہیں دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے احکام میراث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے احکام میراث کے عموم سے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا مخصوص اور مستثنیٰ ہونا بیان کیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ احکام میراث میں صرف اس حدیث کی وجہ سے تخصیص نہیں ہوئی بلکہ ان آیات کریمہ کے عموم سے اور بھی کئی چیزیں مستثنیٰ ہو چکی ہیں دیکھئے کہ کافر کی اولاد باپ کی وارث نہیں ہوتی، غلام باپ کا وارث نہیں ہوتا، قاتل باپ کا وارث نہیں ہوتا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اگر بفرض محال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احکام میراث کی مخالفت کی اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ترکہ نہیں دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو کیوں برقرار رکھا اور اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس مال کا وارث کیوں نہیں بنایا؟

پھر ملا باقر مجلسی نے اعتراض کیا ہے کہ

نبوت اپنی اولاد کو میراث سے محروم کرنے کا سبب کیسے ہو سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے:

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص ان کے متعلق

یہ بدگمانی نہ کرے کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے لئے مال جمع کیا ہے اور نبوت کا دعویٰ اور اشاعت دین کی تمام سعی حصول مال کے لئے تھی۔

ایک قول یہ ہے:

کہیں ان کے اقرباء ان کی موت کی تمنا نہ کرنے لگیں اور ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں۔

اور ایک قول یہ ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی تمام کرامت کے لئے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی تمام کرامت کے لئے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی تمام امت کے لئے بمنزلہ اولاد ہوتی ہے اس لیے ان کا تمام مال ان کی تمام اولاد کے لئے صدقہ کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:15: ص:20)

کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ذاتی مفاد کے لئے وراثت نہیں دی تھی

زیر بحث حدیث کو موضوع قرار دینے کے لئے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت میں دو وجہوں سے متہم ہیں۔ اول یہ کہ وہ اسی مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے یہ حدیث گھڑ لی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ ان سے خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں۔ یہ دونوں وجہیں باطل ہیں۔ اول کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تہمت تب لگتی جب اس مال میں سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرتے یا اپنی ذات یا اپنے اقارب پر اس مال کو خرچ کرتے حالانکہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مال سے کوئی ذاتی مفاد نہیں اٹھایا نہ بیت المال سے کوئی نفع حاصل کیا جو معمولی وظیفہ لیا تھا موت سے پہلے اس کو بھی بیت المال کو واپس کر دیا اور فدک کے اموال میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی سے کوئی تصرف نہیں

کیا بلکہ وہی تصرف کیا جو تصرف رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے نیز یہ حدیث مبارکہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم سے کہا ٹھہرو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے انہوں نے کہا بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ج:2،ص:575)

دوسری روایت سنئے!

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت ان کا دربان یرفاء آیا اور کہا: حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمان، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اور اجازت دے دی وہ لوگ آئے اور سلام کیا اور بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد یرفاء پھر آیا اور کہنے لگا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ہاں! اور ان کو اجازت دے دی پھر وہ دونوں آکر سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! میرے اور اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے بھی کہا: اے امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک دوسرے سے راحت دلایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہرو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم پر آسمان اور زمین قائم ہیں کیا یہ تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ

چھوڑا وہ صدقہ ہے۔اس جماعت نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری: ج:2،ص:802)

تیسری روایت سنئے!

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:4،ص:224)

چوتھی روایت سنئے!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ کے فوت ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر میراث کا سوال کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا رسول اللہ! نے یہ نہیں فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ج:2،ص:996)

پانچویں روایت سنئے!

فضیل بن مرزوق کہتے ہیں:

زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے کہا: اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے بارے میں میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ یہ اہل بیت کی شہادت ہے اور خود ہی فرما رہے ہیں کہ میں بھی وراثت تقسیم نہ کرتا جیسا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی ویسا کرتا معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صرف یہ روایت جس میں میراث تقسیم نہ کرنے کا ذکر ہے خود ہی نہیں

گھڑی بلکہ متعدد بلکہ اس سے بدرجہ اولیٰ اہل بیت نے بھی روایت کیا ہے جو کہ صحیح اور مستند ہے لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذاتی مفاد کی وجہ سے میراث کو تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی تھا۔ دوسری وجہ کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منشاء اپنی خلافت کو مستحکم کرنا ہوتا تو ان کو چاہئے تھا کہ فدک حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیتے تا کہ ان کو اہل بیت کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل ہوتا اور ان کے خلاف کوئی محاذ نہ بنتا نہ ان کا کوئی فریق ہوتا اور عام لوگ بھی خوش ہوتے اس کے برخلاف جب کہ عام لوگوں کا میلان اہل بیت کی طرف تھا اور پھر انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حق ان کو نہیں دیا تو اہل بیت بھی ناراض ہو کر ایک فریق بن گئے اور لوگوں کی ایک جماعت بھی ان سے کٹ گئی لہٰذا ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو اس لیے نہیں دیا تا کہ وہ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں بالکل الٹ اور برعکس ہے کیونکہ خلافت میں مناقشہ سے بچنے کے لئے تو انہیں چاہئے تھا کہ سیاسی رشوت کے طور پر ان کو فدک دے کر اپنے ساتھ ملا لیتے اور فدک کا نہ دینا تو خلافت میں مناقشہ اور نیتی پر مبنی تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فدک نہ دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا اور خلافت کو کمزور یا مستحکم کرنا کسی فریق کا بھی مطمع نظر نہیں تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ تو اپنے ذاتی مفاد کے لئے وراثت نہیں دی اور نہ اہل بیت کو محروم کرنے کی نیت سے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مقدسہ پر عمل کرتے ہوئے وراثت نہیں دی۔

ان علماء کی اسانید سے وراثت مالی نہ ہونے کا ثبوت

ان علماء کی اسانید سے وراثت مالی نہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے اور وراثت علم کا استحقاق ثابت کرتے ہیں۔

شیخ کافی کلینی روایت کرتے ہیں کہ

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی احادیث کا وارث کرتے ہیں۔

(سنن کبریٰ: ج:6، ص:302)

اس روایت میں خود ہی کہتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی صرف ان کے علم میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

دوسری روایت ملاحظہ ہو۔

قداح بیان کرتے ہیں کہ

ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر لے جاتا ہے اور علماء انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہیں اور انبیاء (علیہم السلام) کسی شخص کو درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے البتہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے ان کی میراث سے بڑا حصہ حاصل کیا۔ (اصول من الکافی: ج:1، ص:34)

شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی 239ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوئے ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جب علم دیا گیا تھا اور جس علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے وہ علم پہنچا دیا سو ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں۔

ابوجعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور وہ وصیوں کے علم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علم کے وارث ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سابقین انبیاء کرام ومرسلین علیہم السلام کے علم کے وارث ہیں۔

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ

ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا!

سلیمان داؤد علیہما السلام کے وارث تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان علیہ السلام کے وارث تھے اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ (الاصول من الکافی: جز: 1 ص 223 تا 225)

انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت

انبیاء کرام علیہم السلام جب اس دنیا سے ظاہری پردہ فرماتے ہیں تو مال نہیں چھوڑتے بلکہ علم وراثت چھوڑ جاتے ہیں اور یہی علم علماء کرام کے ذریعے ہم تک پہنچتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِ یْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ٥ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا٥ (مریم:5 تا 6)

اور مجھے اپنے قرابت داروں سے خطرہ ہے اور میری اہلیہ بانجھ ہے سو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اس کو پسندیدہ بنادے۔

زجاج فرماتے ہیں:

حضرت زکریا علیہ السلام کے رشتہ دار نہیں تھے ان کو خطرہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد دین ضائع ہو جائے گا اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا وارث طلب کیا جو ان کے بعد دین کی حفاظت کرے اور دین کی اشاعت کرے اور یہی قول صحیح ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے مال کے وارث ہونے کی دعا نہیں کی تھی کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا بلکہ ان کے علم اور نبوت کا وارث بنایا جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم میراث ہونے پر کئی احادیث مبارکہ ہیں لیکن یہاں پر اختصار کے ساتھ چند احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6727)

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر رکھتے ہیں اور عالم کے لئے وہ سب استغفار کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے وہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصے کو حاصل کیا۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 3641)

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو ترکہ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:2، ص:74)

ہماری اس تحقیق میں ان علماء کے حوالہ جات اور اسانید سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو مال کا وارث نہیں کرتے بلکہ اگر وارث کرتے ہیں تو صرف علم کا وارث کرتے ہیں لہٰذا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث مبارکہ پر عمل کر کے وراثت جاری نہیں کی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلاموں کو آزاد کروانا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر حسن عمل میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مقدم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر بہت زیادہ حریص تھے اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سمیت متعدد غلاموں کو آزاد کروایا۔

جس کی تحقیق درج ذیل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (اللیل: 19 تا 21)

اور اس پر کسی کا دنیاوی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے مگر اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا۔

☆ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چھ یا سات غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ ان غلاموں کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان نہیں تھا کہ یہ کہا جائے کہ ان کا بدلہ اتارنے کے لئے ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا تھا ان کے آزاد کئے ہوئے غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ تھے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 29034)

امام عبدالرحمان بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جنہیں اللہ

تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا وہ یہ ہیں۔

1-حضرت بلال، 2-حضرت عامر بن فہیرہ

3-حضرت نہدیہ، 4-اور ان کی بیٹی

5-زنیرہ، 6-ام عیسیٰ

7-بنو مؤمل کی باندی اور ان کے غلام خرید کر آزاد کرنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 19367)

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام بلال بن رباح ہے ان کی والدہ کا نام حمامۃ تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صادق الاسلام اور طاہر القلب تھے یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب خوب دھوپ گرم ہو جاتی تو امیہ ان کو باہر نکالتا اور ان کو مکہ مکرمہ کی پتھریلی زمین پر لٹا کر گھسیٹتا پھر بہت وزنی پتھر کو ان کے سینہ پر رکھنے کا حکم دیتا پھر کہتا جب تک مرو گے نہیں میں تم کو یونہی عذاب دیتا رہوں گا ورنہ تم محمد کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کا انکار کرو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس آزمائش کی حالت میں پکارتے۔

احد، احد!

امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے:

ایک دن اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا آپ رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا: تمہیں اس مسکین کو عذاب دینے سے خوف خدا عزوجل نہیں آتا؟ امیہ نے کہا: تم نے ہی اس کا دین فاسد کیا ہے۔ اب تم جس طرح چاہو اس کو چھڑا لو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے۔ میں تم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بدل میں اس کو دے دیتا ہوں۔ امیہ نے کہا مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا غلام امیہ کو دے کر اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور ان کو آزاد کر دیا پھر ان

کے ساتھ اور چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جارہا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

1- عامر بن فہیرہ: یہ غزوہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور بسیر معونہ کے دن شہید ہوئے۔

2- ام عمیس

3- زنیرہ: ان کی بینائی چلی گئی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر دیا قریش نے کہا ان کی بینائی لات وعزیٰ نے سلب کی ہے۔ حضرت زنیرہ نے کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں لات اور عزیٰ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی۔

4، 5- اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہدیہ اور ان کی بیٹی کو آزاد کرایا۔ یہ دونوں بنوعبدالدار کی ایک عورت کی باندیاں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے ان کو ان کی مالکہ نے لکڑیاں چننے کے لئے بھیجا تھا اور وہ کہہ رہی تھیں اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تم دونوں کو کبھی آزاد نہیں کروں گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام فلاں! ایسا نہ کہو۔ وہ کہنے لگی: ہرگز نہیں! تم نے ہی ان کو خراب کیا ہے۔ تم ان دونوں کو آزاد کر دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنے میں؟ اس نے کہا: اتنے اور اتنے میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان کو خرید لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔

6- اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بنوالمؤمل کی باندی کے پاس سے گزرے اس کو عذاب دیا جارہا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدنے کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا: تم اس کو فروخت کرو گے؟ اس نے کہا ہاں! میں اس کو نسطاس کے عوض فروخت کرتا ہوں اور نسطاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اس کی مالیت میں دس ہزار دینار اور غلام اور باندیاں اور مویشی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم مسلمان

ہو جاؤ تو یہ سب مال تمہارا ہو جائے گا اس نے انکار کر دیا جس وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے ناراض ہو گئے اور جب امیہ نے کہا میں بلال رضی اللہ عنہ کو نسطاس کے عوض بیچتا ہوں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو غنیمت جانا اور نسطاس کے عوض حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا۔ اس وقت مشرکین نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو بلال کو اتنی مہنگی قیمت پر خریدا ہے تو ضرور بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اتنی مہنگی قیمت پر خریدا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○
وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○ (اللیل: 19 تا 21)

اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے انہوں نے کسی کا بدلہ اتارنے کے لئے یہ نیکی نہیں کی لیکن اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے۔ اور عنقریب ان کا رب ان کو آخرت میں جنت میں اتنی عزت اور کرامت عطا فرمائے گا کہ وہ اپنے رب سے راضی ہو جائیں گے۔

(معالم التنزیل: ج:5، ص:264) (السیرۃ النبویہ: ج:1، ص354 تا 355)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور شیعہ اس روایت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اس پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (المائدہ: 55)

اور وہ حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اور اس سورت میں ارشاد فرمایا:

الْاَتْقَى o الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى o (اللیل:17 تا 18)

سب سے زیادہ متقی ہے جو اپنا مال زکوٰۃ (پاکیزگی) کے لیے خرچ کرتا ہے۔

اور اس آیت میں زکوٰۃ دینے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے کی طرف اشارہ ہے اور جب بعض شیعہ علماء نے میرے سامنے یہ دلیل پیش کی تو میں نے کہا: میں اس پر عقلی دلیل قائم کرتا ہوں کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اس کی تقریر یہ ہے کہ اس ''اتقی'' سے مراد وہ ہے جو افضل الخلق ہو اور جب اس طرح ہو تو پھر واجب ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ہم نے جو یہ کہا ہے کہ الْاَتْقَى سے مراد افضل الخلق ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (الحجرات:13)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو وہی سب سے زیادہ افضل ہے پس اب ہم کہتے ہیں: اس پر امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ''الْاَتْقَى'' وہ ہے جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے والد سے لے کر ان کی پرورش کی ان کو کھلایا اور پلایا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دنیاوی احسان کرنے والے تھے جس کی جزا ان پر واجب تھی اور رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرتے تھے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہدایت اور دین کی تعلیم دینے کے دینی

احسانات تھے لیکن ان احسانات کا کوئی امتی بدلہ نہیں دے سکتا نہ ان کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (الفرقان:57)

آپ کہئے! میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔

پس واضح ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں احسان سے مراد دنیاوی احسان ہے اور صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی ایسے شخص ہیں جن پر کسی کا دنیاوی احسان نہیں ہے اس کے برخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں اور جب اس آیت کریمہ میں الْاَتْـقٰـی سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں تو پھر متعین ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں الْاَتْـقٰـی سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج: 11 ص: 188)

سورۃ اللیل کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہونا

سورۃ اللیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے جس پر دلیل یہ ہے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی 333ھ لکھتے ہیں:

یہ (سورۃ اللیل) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا پھر ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

"اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپا لے اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔ بے شک تمہاری کوشش ضرور مختلف ہے۔"

یعنی امیہ بن خلف اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کوشش ضرور مختلف ہے امیہ اور ابی

ایمان لانے والوں کو عذاب دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لانے والوں کو عذاب سے نجات دلانے کی کوشش کر رہے ہیں پھر فرمایا۔ پس جس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے۔''

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے مہنگی قیمت پر خرید کر آزاد کیا ان کو ہم جنت عطا فرمائیں گے پھر فرمایا ''اور جس نے بخل کیا اور اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ رہا اور نیک باتوں کی تکذیب کی پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے۔'' یعنی امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کو دوزخ میں جھونک دیں گے یہ تفسیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ: ج:5، ص:471)

دوسرے مولویوں کا آیات مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنا

دیگر مولویوں نے کثیر آیات مبارکہ کی تفسیر میں آیت کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں فضیلت کا اظہار کیا چنانچہ آیات کے تحت ان شیعہ علماء کی گئی تفسیر کو بیان کیا جاتا ہے۔

آیت مبارکہ 1:

قرآن مجید میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ۝ وَ مَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ۝ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ۝ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰی ۝ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ۝ لَا

يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (واللیل:5تا21)

پس جس نے راہ حق میں دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور حق کی تصدیق کی ہم اس کے لئے آسانی کا راستہ آسان کریں گے جو سب سے زیادہ متقی ہے جو اپنا مال (راہ حق) میں دیتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرے اس کو جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے (اس کا خرچ کرنا) محض اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے اور ضرور عنقریب وہ راضی ہوگا۔

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی کا اپنی تفسیر میں قول نقل کرنا

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

ابو زبیر سے روایت ہے:

یہ آیت (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے ایسے متعدد غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہو چکے تھے مثلاً (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) اور عامر بن فہیرہ (رضی اللہ عنہ) (مجمع البیان: جز:10 ص:760)

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(نور:22)

اور تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی

قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ٹھہرانا

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور مسطح بن اثاثہ کے متعلق نازل ہوئی۔ مسطح (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے خالہ زاد بھائی تھے وہ بدری صحابہ میں سے تھے اور مہاجر اور فقیر تھے اور (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ان کا خرچ اٹھاتے تھے جب مسطح (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ شامل ہو گئے تو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے وہ خرچ دینا بند کر دیا اور قسم کھائی کہ وہ آئندہ اس کو کبھی خرچ نہیں دیں گے جب یہ آیت نازل ہوئی تو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے پھر خرچ دینا شروع کیا اور قسم کھا کر کہا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور بخدا میں اس کا خرچ کبھی بند نہیں کروں گا۔ (مجمع البیان: ج:7، ص:210)

آیت مبارکہ 3:

قرآن مجید میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ط

(مائدہ:54)

اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ

تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے سے نہیں ڈریں گے۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ٹھہرانا

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

جو ایمان لانے والے ان اوصاف کے ساتھ متصف ہیں ان کے تعین میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے: وہ (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور ان کے اصحاب ہیں جنہوں نے مرتدین سے قتال کیا تھا۔

آیت مبارکہ: 4

قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ○ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ○ (زمر: 33 تا 34)

اور جو (پیغام) صدق لے کر آئے اور جس نے ان کی تصدیق کی وہی کامل متقی ہیں ان کے لئے وہ سب کچھ ہے جس کو وہ اپنے رب کے پاس چاہیں اور نیکی کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا اس آیت مبارکہ کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ٹھہرانا

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے: پیغام صدق لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق

کرنے والے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (مجمع البیان: ج:8، ص:777)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مغفرت وایمان پر خاتمہ کے متعلق دیگر مولویوں کی روایات

دیگر مولویوں نے اپنی معتبر تصانیف میں اصحاب بدر کے متعلق مغفرت اور ایمان پر خاتمہ کے بارے میں روایات نقل کی ہیں اور اصحاب بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان میں بذریعہ اتم شامل ہیں۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کی نقل کردہ روایت

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ روایت کر کے لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمر (رضی اللہ عنہ) کیا معلوم تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر (کے احوال) پر مطلع ہے اور اس نے ان کی مغفرت کر دی اور ان سے فرمایا تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (مجمع البیان: ج:9، ص:405)

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی کی نقل کردہ روایت

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی 460ھ روایت کر کے لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے حکم دیں میں اس کی گردن اڑا دوں کیونکہ اس نے منافقت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اہل بدر سے ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (ان کے احوال پر) مطلع ہے اور اس نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی کی نقل کردہ روایت

شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی 977ھ روایت کر کے لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ (حضرت حاطب رضی اللہ عنہ) اصحاب بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے "اور جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے" کے پیارے خطاب سے نوازا ہے امید ہے کہ اس کی مغفرت سے اس کا سایہ نامہ اعمال ڈھل جائے گا۔ (منہج الصادقین: جز:9، ص:247)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب کیسے ملا؟

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

صبح کو نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا وہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گزشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس آ گئے ہیں۔ اب بولو! کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں آپ آسمانوں سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اسی دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق پڑ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: جز:4، ص:248)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیر کے دن بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس غسل دیں سو انہوں نے غسل دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر،

حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کی قبر میں اترے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا اس پر اتفاق ہے کہ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی اور خلافت کا عرصہ گزار کر آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے مساوی ہوگئی آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر "نعم القادر اللہ" نقش تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تاحیات کوئی شعر نہیں کہا انہوں نے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا۔

(استیعاب علی ہامش الاصابہ: ج:2، ص:257)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجلّ وصلی اللہ علیہ وسلم



حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالکعبہ تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرما کر عبدالرحمان رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام بدل کر عبدالرحمان رکھ دیا۔ انہوں نے اسلام لانے کو مؤخر کیا اور صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور اسلام میں بہت نیک کام کیے۔

ابوالفرج نے اغانی میں لکھا ہے کہ

انہوں نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی کیونکہ یہ اس وقت کم عمر تھے اور فتح مکہ مکرمہ سے قبل قریش کے چند جوانوں کے ساتھ ہجرت کی ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ایک قول یہ ہے: یہ فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام لائے۔ جنگ بدر میں یہ کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑے تھے۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

امام ابن عبدالبر نے فرمایا ہے کہ

یہ بہت بہادر تھے اور بہت ماہر تیر انداز تھے۔ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور سات بڑے کافروں کو قتل کیا۔ جنگ جمل میں یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے

اور ان کے بھائی محمد بن ابی بکر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت لینے کے متعلق ان سے مشورہ کیا اور کہا: یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

نہیں۔ یہ ہرقل اور قیصر کی سنت ہے جب ایک قیصر مرجاتا تو دوسرا قیصر اس کی جگہ تخت نشین ہوتا اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے۔ مروان نے ان کے متعلق کہا تھا۔ یہ وہی ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

"والذی قال لوالدیہ اف لکما"

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پردے کی اوٹ سے اس کا سخت انکار کیا اور کہا:

اگر میں چاہوں تو میں نام لے کر بتا سکتی ہوں کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف ایک لاکھ بھیجے مگر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس کر دیا اور کہا: میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں فروخت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ چلے گئے اور یزید کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے ان کی وفات ہوگئی۔ مکہ مکرمہ سے دس میل دور ایک مقام پر ان کی وفات ہوگئی یہ سوئے ہوئے تھے اور نیند میں ہی ان کو موت آ گئی پھر ان کو مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو جب وہ حج کرنے کے لئے گئیں تو ان کی قبر پر کھڑے ہوکر روئیں پھر کہا اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو میں تم کو وہیں دفن کر دیتی جہاں تم کو موت آئی تھی اور تم پر نہ روتی۔

امام ابن سعد اور متعدد محدثین کرام نے لکھا ہے کہ

حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ 53ھ میں فوت ہوئے تھے۔

یحییٰ بن بکیر نے فرمایا ہے کہ

54ھ میں فوت ہوئے۔

اور بھی کئی اقوال ہیں۔

ابوزرعہ دمشقی نے کہا ہے:

جس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت لینے کے لئے مدینہ منورہ میں آئے تھے اس سال فوت ہوئے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے ایک سال بعد 59ھ میں فوت ہوئی تھیں۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ 58ھ میں فوت ہوئے۔ (الاصابہ: ج:4،ص:276)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی کہ دونوں کی ماں ام رومان ہیں۔ حدیبیہ کے سال اسلام لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ 53ھ میں وفات ہے۔

(مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:562)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

یہ اسماء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے غار میں کھانا بھی پہنچایا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا غار میں تین دن تک کھانا پہنچانا

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی کو اس کا علم نہیں تھا ماسوا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آل ابوبکر کے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں کی جو امانتیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں وہ ان کو ادا کر دیں۔ اس کے بعد مدینہ منورہ آجائیں اور مکہ مکرمہ میں جس شخص کے پاس بھی کوئی اہم چیز ہوتی تھی وہ اس کو آپ کے پاس رکھوا دیتا تھا کیونکہ سب لوگ آپ کی صداقت اور امانت پر یقین رکھتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے مکان کے پیچھے سے غار ثور کی طرف نکلے جو مکہ مکرمہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے وہ دونوں اس پہاڑ میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ بغور سنیں کہ لوگ ان کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں پھر شام کو آ کر ہمیں خبر دیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دن

میں بکریاں چرائیں اور شام کو ان کے پاس آ جائیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما شام کو ان کے پاس کھانا لے کر آتی تھیں۔

امام ابن اسحاق نے فرمایا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غار میں رہے اور قریش نے آپ کو واپس لانے کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن میں قریش کی باتیں سنتے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کرتے تھے اور شام کو آ کر ان کی خبر پہنچاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے جانے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ اس جگہ بکریوں کو لے جاتے اور بکریوں کے چلنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے غار کے پاس چلنے کے نشان مٹ جاتے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا پہنچاتی رہیں پھر تین دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام: ج:2،ص99 تا 100)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شجاعت

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے لئے بیرون شہر دو میل پر جا کر دانہائے خرمہ جمع فرماتیں ان کی گٹھڑی پیادہ پا اپنے مبارک سر پر اٹھا کر لاتیں ایک بار پلٹتے ہوئے راہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور اونٹ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا: اپنے پیچھے سوار فرمالیں انہوں نے

مردوں کے ساتھ چلنے میں حیاء کی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا خیال آیا نہ مانا۔
حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حال کہا فرمایا "واللہ تمہارا گٹھلیاں سر پر لے کر چلنا مجھ پر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو لیتیں۔"

صحیحین میں ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے کہا مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا حالانکہ زمین میں اس کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ ہی کوئی مملوک اور ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے سوا کوئی شئی اس کے پاس نہ تھی میں اس کے گھوڑے کو چارہ دیتی اور اس کو پانی پلاتی تھی اور اس کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی تھی اور میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ ہماری ہمسائی انصار عورتیں تھیں جو کہ بہت اچھی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھیں اور میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین سے جو کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی جبکہ وہ زمین مجھ سے دو تہائی فرسخ (یعنی تقریباً چھ کلومیٹر) دور تھی۔ ایک دن میں گٹھلیاں سر پر اٹھا کر آ رہی تھی۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار میں سے چند افراد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا پھر (اونٹ کو بٹھانے کے لئے) فرمایا: اخ اخ تا کہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا لیں مجھے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں۔ مجھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور اس کی غیرت یاد آئی جبکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غیور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ میں شرم کر رہی ہوں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے پھر میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے جبکہ گٹھلیاں میرے سر پر تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو بٹھایا تا کہ میں اس پر سوار ہو جاؤں مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا تمہارا گٹھلیوں کو سر پر اٹھانا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار ہونے سے مجھ پر زیادہ سخت تھا۔
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا میرا یہ حال رہا حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد

میری طرف ایک خادم بھیجا جو مجھ سے گھوڑے کے انتظام سے کفایت کرتا تھا گویا کہ اس نے مجھے آزاد کر دیا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:12،ص310 تا 311)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی، آپ رضی اللہ عنہا کا نام لقب ذات النطاقین یعنی دو کمر بند والی ہے کیونکہ ہجرت کی رات آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کا توشہ باندھا تھا دوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا یا دوسرے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا مشکیزہ باندھا۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے صرف ستر آدمی ایمان لائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا اٹھارویں مومنہ ہیں اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں۔ اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے دس دن بعد وفات ہوئی ان کے سولی سے اترنے کے بعد 100 برس عمر ہوئی۔ 73 تہتر میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی رضی اللہ عنہا۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:519)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت سے دو سال پہلے نکاح ہوا۔ بعض سے تین سال پہلے کا قول بھی نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال تھی اور رخصتی کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 9 سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا محدثہ، مفسرہ، فقیہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے ان سے نکاح کیا۔ ایک قول تین سال پہلے کا ہے۔ یہ واحد وہ کنواری خاتون تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تو اس

وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ایک قول سات سال کا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نو سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کیوں نہیں کرتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو بیوہ سے کرلیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے کرلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کنواری کون ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بیوہ کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام رومان رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر میں کیسی برکت نازل فرمائی ہے۔

انہوں نے کہا: وہ کس طرح؟

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا: اس کا حضور انور ﷺ سے کس طرح نکاح ہو سکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے؟

تم ٹھہرو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کر لوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا:

وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر یہ واقعہ ذکر کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ جا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ۔ حضور انور ﷺ تشریف لائے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھ سال کی تھی۔

عروہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منہ پھیر لیا میں نے دوبارہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا میں نے واپسی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا: مردوں میں (کون)؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا والد محترم۔

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔

عطاء بن رباح فرماتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ رضی اللہ عنہا کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

عروہ نے کہا: میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ایک قول 58ھ کا بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ (اسد الغابہ: ج: 5: ص 501 تا 504)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ماں حضرت ام رومان بنت عامر ابن عویمر رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا۔ نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے 2 دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو برس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہ، فصیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان منگل کی رات وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے۔ آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتا ہے:

صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بہتان لگا تو بچہ گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں۔ اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔

(مراٰۃ المناجیح: ج:8، ص:688)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا سلام کہنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا:

وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:3768)

فرشتہ کا ریشم کے کپڑے میں تصویر لانا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا:

تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں۔ پھر میں یہ کہتا۔ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5125)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کامل ہیں اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3769)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مقدسہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

(حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3770)

بچپن میں گڑیوں سے کھیلنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے پھر وہ آکر میرے پاس کھیلتی تھیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6130)

عورتوں میں نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عرض کیا گیا! یارسول اللہ! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

عرض کیا:

مردوں میں کون؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کے باپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3890)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا

مسروق سے روایت ہے: مجھ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے اس حجرہ میں کھڑے ہوئے دیکھا وہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ حجرہ میں داخل ہوئے تو میں نے عرض کیا! یارسول اللہ! یہ کون تھے؟

آپ ﷺ نے پوچھا: تم نے ان کو کس کے مشابہ پایا۔

میں نے کہا: (حضرت) دحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) کے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے خیر کثیر کو دیکھا ہے یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے وہ بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے۔

حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا: وعلیہ السلام داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ نیک جزا دے۔

(معجم الکبیر: ج:16، ص:95)

آخر (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہے

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی اس وقت آپ ﷺ میرے ساتھ بستر پر آرام فرما تھے۔ آپ ﷺ نے اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ ﷺ سے ابوقحافہ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔

میں خاموش رہی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

اے میری بیٹی! کیا تو ان سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس سے محبت کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر ان کو خبر دی کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا۔

پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان سے پھر کہا: آپ رضی اللہ عنہا نے تو ہمارا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کو ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس معاملہ میں اب

آپ ﷺ سے بالکل بات نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں اور میں نے نیکی اور پرہیزگاری میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی اور نہ ان سے بڑھ کر سچی، صلہ رحم کرنے والی، صدقہ و خیرات کرنے والی، تواضع اور انکساری کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی، ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر اسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ ﷺ سے ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی اور میں رسول اللہ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آیا آپ ﷺ مجھے جواب دینے کی اجازت عطا فرماتے ہیں یا نہیں۔ پھر ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں تھیں کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے بدلہ لینے کو ناپسند نہیں کریں گے۔ پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ٹھہر سکیں اور رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

آخر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2442)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر نزولِ وحی

حضرت عروہ سے روایت ہے:

مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیے اور تحفے پیش کرنے کے لئے اس دن کے انتظار میں رہتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پس میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ کی قسم! مسلمان اپنے ہدیے بھیجنے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے ہیں اور ہم بھی اسی طرح اچھائی چاہتی ہیں جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اچھائی چاہتی ہیں پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی ہوں یا جس زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ہوں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کریں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر مجھ سے منہ پھیر لیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف مڑے تو میں نے دوبارہ یہی عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ سے منہ پھیر لیا جب میں نے تیسری بار عرض کیا:

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ بے شک تم میں سے کسی زوجہ کے بستر پر میری طرف وحی نازل نہیں ہوئی سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5125)

ناراض اور راضی ہونے کا علم

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پتہ چلتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو! رب محمد کی قسم (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو۔ رب ابراہیم کی قسم (عزوجل وعلیہ السلام)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! یارسول اللہ! میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو چھوڑتی ہوں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے استفسار کیا۔

اور مردوں میں کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کے والد (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

پھر میں نے استفسار کیا۔

پھر کون محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عمر (فاروق رضی اللہ عنہ)

پھر آپ نے کئی اشخاص کے نام لیے پھر میں اس خوف سے خاموش رہا کہ میرا نام سب کے آخر میں آئے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4358)

تم رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو

عمرو بن غالب سے روایت ہے:

ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا:

تو انہوں نے اس سے کہا:

تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں۔ تم رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3858)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نو اوصاف

حضرت عبدالرحمٰن بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عبداللہ بن صفوان اور ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے ایک کو کہا:

اے فلاں! کیا حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تمہیں معلوم ہے؟

اس نے کہا:

ہاں! اے ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کیا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نو اوصاف عطا نہیں فرمائے گئے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی سوکنوں پر فخر کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ نو اوصاف کیا ہیں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

1۔ فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح فرمایا جب میری عمر سات سال تھی۔

3۔ نو سال کی عمر میں میری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخصتی کی گئی۔

4۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں صرف میں ہی کنواری خاتون تھی۔

5۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں ہوتے تھے' پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

6۔ میرے بارے میں قرآن مجید کی ایسی آیات نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی (مثلاً تیمم اور حد قذف کی مشروعیت)

7۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے اور کسی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

8۔ میرے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی۔

9۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ (مستدرک: ج:2، ص:191)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صدقے سے تیمّم کی نعمت کا حاصل ہونا

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہیں دی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا کے بھتیجوں نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا ان کو اجازت دے دیں وہ آپ رضی اللہ عنہا کے نیک بیٹوں میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کی تعریف و توصیف کو چھوڑو وہ مسلسل ان کو اجازت دینے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ جب وہ آ گئے۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ام المومنین ہے آپ رضی اللہ عنہا مجھ پر شفقت کریں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہا کا نام یہی تھا اور آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ ہو اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ رضی اللہ عنہا کی حیات حجاب اور مانع ہے۔ لیلۃ الابواء میں آپ رضی اللہ عنہا کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے اور مسلمانوں کے لئے خیر رکھ دی پس اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما دی اور آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! میری تعریف اور توصیف کو چھوڑو میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 220)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زیادہ

زہری سے روایت ہے:

اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔

(مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 243)

سب سے زیادہ حلال وحرام، علم وشعراء اور طب کا جاننے والی

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حلال وحرام، علم وشعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6793)

علم فرائض پر مہارت

مسلم سے روایت ہے:

مسروق سے پوچھا گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا؟

انہوں نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض (علم وراثت) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الدارمی: رقم الحدیث: 2859)

عظیم اور حسین کلمات

احنف بن قیس سے روایت ہے:

میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات سنے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے خطبات سنے ہیں۔ میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6792)

تقویٰ و پرہیزگاری

حضرت عروہ سے روایت ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام تقسیم کر دیے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا روزے سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کیوں نہ بچا لیا میں اس کا آپ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشت خرید لیتی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اگر تم پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (حلیۃ الاولیاء: ج: 2، ص: 47)

ہر مسئلہ کا حل مل جاتا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3883)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میرے والدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

اور انہوں نے عرض کیا:

ہماری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کریں جس کو ہم بھی سنیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ

اے اللہ عزوجل! عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرما۔ ایسی مغفرت جو ظاہر و باطن امور میں واجب ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والدین نبی کریم ﷺ کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو۔ میری یہ دعا ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7111)

آیت تیمّم کا نزول

حضرت عروہ سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو تلاش کرنے کے لئے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ پھر نماز کا وقت آ گیا اور (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔

تب حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو جزاء خیر دے آپ پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لئے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3737)

نو سال کی عمر میں رخصتی

عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نبوت کے

دسویں سال میں ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا۔اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور رسول اللہ ﷺ بارہ (12) ربیع الاول پیر کے دن ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے اور ہجرت کے آٹھ مہینے بعد میری رخصتی ہوگئی اور جس دن آپ ﷺ کے پاس پیش کیا گیا اس دن میری عمر نو سال کی تھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5134)

اُم المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی باری ہبہ کر دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔حضور انور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی۔

(الطبقات الکبریٰ: جز: 8، ص: 50)

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟

میں نے کہا: یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: جز: 8، ص: 49)

میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا حالانکہ آپ ﷺ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

میں نے کہا: وہ کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: 28 تا 29)

اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے. اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

آپ ﷺ کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں بلکہ میں اللہ عزوجل اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں پھر باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی میری طرح جواب دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4785)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے تیار کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے کہا مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3772)

آپ رضی اللہ عنہا بہت سچے کے پاس جارہی ہیں

قاسم بن محمد سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا آپ تو ان کے پاس جارہی ہیں جو بہت سچے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3771)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے آنے پر بے قرار ہونا

حضرت عروہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو باری باری اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے اور فرماتے۔ میں کل کس کے ہاں ہوں گا میں کل کس کے ہاں ہوں گا۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانے پر حریص تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جب میری باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون ہو گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3774)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس قبض ہوتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ اقدس سے ٹیک لگے ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجسس سے پوچھتے تھے کہ آج کہاں رہوں گا اور میں کل کہاں رہوں گا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں گمان کر رہے تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3773)

وصال سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے ٹیک لگائے ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وفات سے پہلے رسول اللہ ﷺ ان کے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے کان لگا کر سنا تو آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے اللہ عزوجل مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4440)

سر مصطفیٰ کریم ﷺ زانوئے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ہونا

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جب رسول اللہ ﷺ تندرست تھے تو یہ فرما رہے تھے کسی نبی کی اس وقت روح قبض نہیں کی گئی جب تک کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا نہیں دیا گیا پھر اس کو (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جب رسول اللہ ﷺ پر مرض الموت طاری ہوا تو آپ ﷺ کا سر اقدس میرے زانو پر تھا۔ آپ پر ایک ساعت غشی طاری ہوئی پھر آپ کو ہوش آ گیا۔ پھر آپ کی نظر چھت کی طرف جا لگی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: الرفیق الاعلیٰ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میں نے دل میں سوچا! اب ہمیں اختیار نہیں کریں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جو آخری بات کی وہ یہی تھی۔

اللھم! الرفیق الاعلیٰ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4463)

لعاب دہن کو جمع فرما دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ

میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے اور میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے اور آپ ﷺ کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں میں نے جان لیا کہ آپ مسواک کو پسند کر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ

آیا میں آپ ﷺ کے لئے یہ مسواک لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے ہاں فرمایا۔ میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی آپ ﷺ کو وہ سخت لگی۔

میں نے پوچھا:

آیا میں اس کو آپ ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے فرمایا: ہاں! پھر میں نے اس کو (اپنے منہ میں چبا کر) نرم کر دیا۔ آپ ﷺ پانی کے ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے "لا الہ الا اللہ" بے شک موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے فرمایا:

الرفیق الاعلیٰ میں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ جھک گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4449)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے جنتی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کون کون جنت میں ہوں گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7096)

حیاء کی وجہ حجرۂ مقدسہ میں کپڑے اچھی طرح لپیٹ کر جانا

حضرت عروہ سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دو صاحبوں کے ساتھ مدفون ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے اس حجرے میں بہت اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر جاتی تھی۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6781)

محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں یہ سوچتی تھیں کہ ان کو ان کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے حادثات ہوئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دفن کر دینا پھر آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔
(مستدرک: رقم الحدیث: 6777)

واحد کنواری زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے مجھے سات ایسی صفات عطا فرمائی ہیں جو حضرت مریم بنت عمران کے سوا دنیا کی کسی عورت کو عطا نہیں کیں اور میں یہ بات دیگر ازواج پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لئے نہیں کہہ رہی۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ کیا صفات ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

1- فرشتہ میری تصویر لے کر نازل ہوا۔

2- سات سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور میرے سوا آپ کی کوئی کنواری بیوی نہیں تھی۔

3- میں آپ کے بستر میں ہوتی تھی اس وقت بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔

4- میں سب لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھی اور میں اس شخص کی بیٹی تھی جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔

5- اور میرے متعلق قرآن مجید میں ان امور میں آیات نازل ہوئیں جن میں امت ہلاک ہو رہی تھی۔

6- میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ اور کسی زوجہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

7- میرے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کی گئی اس وقت میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی آپ ﷺ کے قریب نہیں تھا۔ (معجم الکبیر: ج:22، ص:31)

وصالِ محبوب ﷺ کے وقت کلامِ مقدس سننا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی اس وقت تک ہرگز فوت نہیں ہوتا جب تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے سو میں نے نبی کریم ﷺ سے مرض الموت میں یہ سنا اس وقت آپ ﷺ بھاری آواز سے یہ فرما رہے تھے۔

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ (النساء:69)

"ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں"

اس وقت میں نے یہ گمان کیا کہ اب آپ کو اختیار دے دیا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:4436)

ایک ہی برتن میں غسل فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن میں غسل کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایسا نہ کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ: ج:2،ص:545)

محبت کی انتہاء

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو صرف میرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے سبقت و جلدی فرماتے حتیٰ کہ میں عرض کرتی میرے لئے تو پانی یا برتن چھوڑ دیجئے تاکہ میں بھی پانی لوں حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ دونوں جنبی ہوتے۔

یہ روایت بھی کمال اتحاد و اختلاط اور الفت و محبت پر دلالت کرتی ہے۔

(مدارج النبوۃ: ج:2،ص:545)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت

حضرت عروہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے جس کا قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ (غزوہ بنو مصطلق) میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لے جانے کی قرعہ اندازی کی تو میرا نام نکل آیا۔ پس میں پردہ کے احکام نازل

ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی۔ مجھے کجاوہ میں بٹھایا اور کجاوہ سے اتارا جاتا۔ ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوئی تو میں اپنے کجاوے کی طرف بڑھی۔ اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا سیپوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک دیا اور وہ لوگ جو میرے کجاوے کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے کجاوے کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ ان کا یہ گمان تھا کہ میں کجاوے میں بیٹھی ہوئی ہوں اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت تھوڑا سا کھانا کھاتی تھیں اس لیے جب لوگوں نے میرے کجاوے کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی وہاں پر نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر پہلے ٹھہری ہوئی تھی۔ میرا یہ گمان تھا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے اور وہ واپس میری طرف آئیں گے میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تا کہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور جب انہوں نے دیکھا تو مجھے پہچان لیا۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا جب انہوں نے مجھے پہچانا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے میں نے

ان سے کوئی بات نہیں سنی حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ پس ہلاک ہوا وہ جو ہلاک ہو گیا اور جس نے اس پر تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہ عبداللہ بن سلول تھا۔ ہم مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا۔ مجھے اس میں کسی بات کا پتہ نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا وہ یہ تھی کہ اب رسول اللہ ﷺ کی وہ توجہ نہیں دیکھی تھی جیسی آپ ﷺ بیماری کے ایام میں مجھ پر توجہ فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے اور پوچھتے۔ تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتہ نہیں تھا حتیٰ کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئیں اور یہ میدان ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے۔ اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اور ہمارا معمول عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا ہم رفع حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی۔ حضرت مسطح رضی اللہ عنہا کی ماں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں میں اور وہ میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی ماں چادر میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں۔ انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے۔ میں نے ان سے کہا: آپ نے بری بات کہی ہے۔ کیا آپ ایسے شخص کو کہہ رہی ہیں جو مجاہدین بدر سے ہے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ پھر میری بیماری کے اوپر مزید بیماری بڑھ گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب میں اپنے گھر لوٹی اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے جانے کی اجازت عطا فرما دی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی۔ میں نے ماں سے پوچھا: اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے بیٹی حوصلہ رکھو! کم ہی کوئی حسین عورت ہو گی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا لوگ واقعی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی حتیٰ کہ مجھے روتے روتے صبح ہو گئی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جبکہ وحی میں تاخیر ہو گئی تھی اور آپ ﷺ ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے مشورے کر رہے تھے رہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں اور جس کا انہیں علم تھا کہ آپ ﷺ کو اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کی اہلیہ کے متعلق سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتے رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں اور آپ ﷺ ان کی باندی سے پوچھیں وہ آپ ﷺ کو سچ سچ بتائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بریرہ رضی اللہ عنہا! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اس سے زیادہ ان کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہے وہ آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن سلول کی شکایت کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری مدد کون کرے گا جس کی اذیت میرے گھر تک پہنچ گئی ہے سو میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے کوئی اور چیز نہیں جانی اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور وہ میرے گھر میں صرف میرے ساتھ گیا ہے تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اس معاملہ میں یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کی مدد کروں گا۔ اگر (قبیلہ) اوس میں سے آپ ﷺ کو کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائیوں میں سے (قبیلہ) خزرج میں سے کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو آپ ﷺ ان کے خلاف ہمیں حکم دیں ہم آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا۔

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے تم اس کو قتل نہیں کر سکتے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

کھڑے ہوگئے۔

اورانہوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ ہم اس کو ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔ پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہوگئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اس پورے دن میں میری آنکھوں سے آنسو نہیں رکے اور میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا۔ صبح کو میرے پاس میرے والدین بیٹھے ہوئے تھے میں نے دو راتیں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے۔ میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا تھا نہ میرے آنسو رکے تھے۔ میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر دے گا جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اس کو اجازت دی وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جس وقت ہم اسی کیفیت میں تھے۔ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے متعلق کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! حمد و صلوٰۃ کے بعد مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر

تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ برأت نازل فرما دے گا اور اگر بالفرض تم گناہ کی مرتکب ہو گئی ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔

میں نے اپنے والد محترم سے کہا:

آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔

پھر میں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا:

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں؟

انہوں نے بھی کہا:

میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

میں کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سن لی ہے اور یہ بات تمہارے دلوں میں جاگزین ہو گئی ہے اور تم نے اس کی تصدیق کی ہے پس اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اس (تہمت) سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں کسی کام کا اعتراف کر لوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تمہارے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم کی مثال دیکھتی ہوں انہوں نے فرمایا تھا۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (یوسف:18)

پس صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

پھر میں اس مجلس سے اٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی اس وقت مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو ظاہر فرما دے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا اور میرے نزدیک میری حیثیت اس سے بھی کم تھی کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے جس کی تلاوت ہو لیکن میرا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب دکھا دے گا جس سے اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرما دے گا پس اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی نکلا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو گئی پھر جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آتا تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آ گیا۔ وہ سخت سردی کا دن تھا۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے۔ ان آیات کے ثقل کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے' پھر جو پہلی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی وہ یہ تھی۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری فرما دیا ہے۔

میری ماں نے کہا:

تم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہو۔

میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضور انور ﷺ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ "اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ الخ(النور:11 تا 20)"

جب اللہ عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرما دیں۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

مسطح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچ دیا کرتے تھے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝
(النور:22)

یہ آیت سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا:

کیوں نہیں! بے شک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر اسی طرح خرچ کرنے لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ عزوجل کی قسم! میں مسطح پر اس خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اور رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق پوچھتے تھے:

اے زینب رضی اللہ عنہا! کیا تم کو اس کی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے؟

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ! میں اپنے کانوں کی اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ میں نے ان میں سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے خائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے محفوظ رکھا اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ان کی حمایت میں لڑتی تھیں پس وہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4750)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پاک دامنی بیان کرنا

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فاحشہ کے ساتھ متلوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنے مقدس پاؤں سے وہ جوتی اتار دیں تا کہ آپ ﷺ کے مقدس پاؤں میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ ﷺ کی زوجہ اس فاحشہ سے ملوث ہو گئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا۔

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا:

کیا تمہیں اس چیز کی خبر ہے؟

ان کی بیوی نے کہا: یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟

انہوں نے کہا: ہرگز نہیں۔

انہوں نے کہا: اگر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ (مدارک التنزیل: ج:3، ص:343)

اللہ تعالیٰ کا خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر گواہی دینا

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو پاک دامنی کی گواہی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی کے لئے ایک شاہد نے گواہی دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی پر ایک پتھر نے گواہی دی مگر میری جان و مال، ماں باپ فدا ہوں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کہ جب آپ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی تو آپ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر خود خالق باری تعالیٰ نے گواہی دی اور پاک دامنی پر مسلسل اٹھارہ آیات کریمہ نازل فرمائیں جن کی تلاوت قیامت تک ہر مسلمان کرتا رہے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

یہ اٹھارہ مسلسل روایات ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی ہے۔

حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ آیات اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ سے شروع ہوتی ہیں اور رِزْقٌ کَرِیْمٌ پر ختم ہوتی ہیں۔

الزمخشری نے کہا:

کسی معصیت پر اتنی شدید تغلیظ نہیں کی گئی جس قدر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس میں وعید شدید ہے عتاب بلیغ ہے اور زجر عنیف ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی گئی ہے اور ان میں ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔(فتح الباری:ج:9،ص:419)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اصلاح کے قصد سے روانہ ہونا اور جنگ جمل وقوع پذیر ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ حج کے لئے گھر سے باہر نکلی تھیں مگر جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد ہوگا اور قتل اور خون ریزی ہوگی وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت

سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خوف سے مدینہ منورہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے کیونکہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور بر سر عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کے عزائم یہ تھے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی اس لیے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین مدینہ منورہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اس وقت تک تم لوگ مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ۔ سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت امیر المومنین کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان سے قصاص لے سکیں اور یہ کوشش کرو کہ وہ امیر المومنین کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تا کہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا بہت زیادہ احترام ہو گا اور ان کی زیادہ طاقت ہو گی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں۔ خلیفہؓ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی

صاحبزادی ہیں سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس قدر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ حکماً آپ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔

(تاریخ ابن خلدون: ج:2، ص493 تا 494)

قاتلین عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں اور حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تا کہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہمراہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا تا کہ ان کے مقاصد معلوم ہوں اور وہ ان مقاصد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کریں۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہا:

اے امی جان! آپ رضی اللہ عنہا کس مقصد سے اس شہر میں آئی ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے بیٹے میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں پھر آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا؟

انہوں نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا اور بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ تبھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا:

تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔ (تاریخ ابن خلدون: ج: ۱ ص: 500)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی صحابی ہیں ان سے کئی احادیث مبارکہ مروی ہیں یہ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

جنگ قادسیہ میں کون سب سے تیز گھوڑے پر سوار تھا؟

انہوں نے کہا:

حضرت القعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے ایک دن میں تیس حملے کیے اور ہر حملہ میں متعدد دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (الاصابہ: رقم الحدیث: 7142)

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس واپس گئے اور ان کو مذاکرات کی خبر دی۔ حضرت امیر یہ سن کر خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی کو صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا۔ جب چوتھی رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لئے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی میں مبتلا تھے اور ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ انہوں نے باہم گٹھ جوڑ کر کے

یہ سازش کی کہ رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تا کہ وہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے پھر حضرت امیر کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بدعہدی ہوئی ہے اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہما کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بدعہدی کی سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے حضرت امیر کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لئے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

(تاریخ ابن خلدون: ج: 1: ص 503 تا 504)

جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے انہوں نے متعدد زخم کھائے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اوجب طلحة، آج طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے مقتولین کو دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگے۔

اور کہا:

اے ابو محمد! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ آسمان کے ستاروں کے نیچے تم کو اس طرح دیکھنا مجھ پر سخت دشوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ: ج: 5: ص: 344)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن العوام کا سر مبارک کاٹ دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں جب عمرو بن جرموز نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔

آپ نے فرمایا:

اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کرب کو دور کر دیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ: جز:5، ص346 تا 347)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء کرام نے کہا ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے پہلے حج کی نذر مان لی تھی اور انہوں نے نذر پوری نہ کرنے کو جائز نہیں سمجھا اور اگر وہ فتنہ کی اس آگ سے بچ جاتیں تو بہتر ہوتا۔ باقی رہا ان کا جنگ کی طرف جانا تو وہ جنگ کرنے نہیں گئی تھیں مگر مسلمانوں نے اس عظیم فتنہ کی ان سے شکایت کی کہ لوگ حرج میں مبتلا ہیں وہ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی برکت سے فریقین میں صلح کروا دیں اور لوگوں کو امید تھی کہ فریقین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقام کا احترام کریں گے اور ان کے حکم پر عمل کریں گے کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح کے مطابق وہ تمام مومنوں کی ماں ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات پر عمل کیا۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ط (النساء:114)

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا کسی اور نیک کام کرنے کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ج (الحجرات:9)

''اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔''

مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا جو حکم ہے اس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، آزاد ہوں یا غلام، سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس حکم کے موافق مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے حکم کی مکلف تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی سابق تقدیر اور سا کے علم ازل میں یہ مقرر تھا کہ یہ صلح نہیں ہو گی دونوں فریقوں کے درمیان بصرہ میں زبردست جنگ ہوئی جس سے قریب تھا کہ مسلمانوں کے دونوں فریق فنا ہو جاتے۔ پھر کسی شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور جب وہ اونٹ پہلو کے بل گر گیا تو محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنبھال لیا اور ان کو بصرہ لے گئے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اونٹ کے گرنے کے بعد ان کے لشکر کو شکست ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ کی تیس معزز خواتین کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نیکوکارہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی تھیں، پرہیزگار تھیں، مجتہدہ تھیں۔ انہوں نے اس معاملہ میں جو اجتہاد کیا تھا وہ اس اجتہاد میں برحق اور صحت اور صواب پر تھیں اور اس اجتہاد کے موافق انہوں نے جو کچھ کاروائی کی وہ اس میں اجر و ثواب کی مستحق تھیں۔ (احکام القرآن: جز:3، ص569 تا 570)

غم افسوس

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر بہت زیادہ غم اور افسوس ہوا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان واقعات کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ رضی اللہ عنہا کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

امام ابن المنذر، امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے:

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" کی تلاوت کرتیں تو آپ کو جنگ جمل کی یاد آجاتی جس میں بہ کثرت مسلمان شہید ہوگئے تھے اور آپ کے رونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ نے اس آیت کا معنیٰ پہلے نہیں سمجھا تھا یا گھر سے نکلتے وقت آپ اس آیت میں مذکور ممانعت کو بھول گئی تھیں بلکہ آپ بہ کثرت مسلمانوں کے قتل پر افسوس سے روتی تھیں اور آپ کا یہ افسوس ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے بعد افسوس ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے جب ان کو شکست ہو گئی اور طرفین سے جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقتل کا طواف کر رہے تھے اور افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کاش میں اس واقعہ سے پہلے مرجاتا یا بھولا بسرا ہو جاتا۔

(تاریخ طبری: ج:3، ص:542)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم



حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور دوسرے خلیفہ ہیں جب سے اسلام قبول کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے دین کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کئی آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں۔

نام ونسب

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عمر بن خطاب بن فضیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:52)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفص ہے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفص ہے۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:52)

والدہ محترمہ کا نام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ ہے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ ہے۔

(اسد الغابہ: ج:4،ص:52)

پیدائش کب ہوئی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیدائش جنگ فجار اعظم کے چار سال بعد ہوئی۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جنگ فجار اعظم کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔(اسد الغابہ: ج:4،ص:52)

زمانہ جاہلیت میں سفارت کے منصب پر فائز ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریش کے معززین میں سے تھے آپ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں سفارت کے منصب پر فائز تھے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قریش کے معززین میں شمار ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں سفارت کا منصب انہی کے سپرد تھا۔ (اسد الغابہ: ج:4،ص 52 تا 53)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے۔ پھر چند لوگوں کے اسلام لانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسلام لائے ایک قول ہے کہ انتالیس مردوں اور تئیس عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بعد چالیس مرد پورے ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

انتالیس مردوں اور ایک عورت کے اسلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور

چالیس مردوں کا عدد پورا ہو گیا اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ حَسْبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝ (انفال:64)

اے نبی! آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مومنوں میں سے آپ کے پیروکار (کافی ہیں)

نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی تھی کہ

اے اللہ عزوجل! ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل۔

شریح بن عبید نے کہا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کیا۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی مجھے قرآن مجید کی نظم اور ترتیب سے بہت تعجب ہوا۔ میں نے کہا: واللہ! جیسے قریش کہتے ہیں یہ شاعر ہیں۔ تب حضور انور ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

إِنَّهُۥ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ (الحاقۃ:40تا41)

بے شک یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔

پھر میں نے کہا: یہ کاہن ہیں تب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ۝ (الحاقۃ:42تا43)

اور نہ یہ (قرآن) کسی کاہن کا قول ہے تم بہت ہی کم سمجھتے ہو یہ قرآن رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوری سورۃ الحاقہ ختم کی اور یہ سورت سن کر اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

حضرت اسامہ بن زید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کس طرح اسلام لایا تھا ہم نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف تھا ایک دن دوپہر کے وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی مجھے مکہ مکرمہ کے ایک راستہ میں قریش کا ایک شخص ملا۔ اس نے کہا: اے ابن الخطاب کہاں جا رہے ہو۔ تم کس خیال میں ہو یہ دین تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن دین بدل چکی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں غضب ناک ہو کر گھر لوٹا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب ایک دو آدمی مسلمان ہوتے تو ان کو یکجا کر دیتے تاکہ ان کو قوت حاصل ہو وہ ایک ساتھ رہتے، کھاتے پیتے اور نمازیں پڑھتے۔ میرے بہنوئی کے ساتھ بھی دو مردوں کو ملا دیا گیا تھا میں نے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا: ابن الخطاب۔ اس وقت وہ لوگ بیٹھے ہوئے ایک صحیفہ سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے جب انہوں نے میری آواز سنی تو جلدی سے چھپ گئے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز بھاری تھی) اور اس صحیفہ کو چھپانا بھول گئے میری بہن نے دروازہ کھولا میں نے اس سے کہا: اے اپنی جان کی دشمن تو دین بدل چکی ہے پھر میں نے اس کو مارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس کا خون بہنے لگا جب میری بہن نے خون دیکھا تو وہ رونے لگی پھر میری بہن نے کہا: اے خطاب کے بیٹے تم جو کچھ کر سکتے ہو کرو میں مسلمان ہو چکی ہوں میں غصہ میں بھرا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا اور چارپائی پر بیٹھ گیا اچانک میری نظر پڑی گھر کے اندر ایک کونے میں ایک کتاب رکھی ہوئی تھی میں نے کہا: یہ کیسی کتاب ہے مجھے دو۔ میری بہن نے کہا: نہیں تم اس کتاب کو اٹھانے کے اہل نہیں ہو تم غسل جنابت نہیں کرتے تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس سے کتاب کے لئے مسلسل اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا میں نے دیکھا اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی ہوئی

تھی جب میں نے رحمٰن اور رحیم کو پڑھا تو مجھ پر دہشت طاری ہوگئی اور صحیفہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے پھر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o میں جب بھی اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کوئی اسم پڑھتا تو مجھ پر دہشت چھا جاتی اور میں اس پر غور وفکر کرتا حتیٰ کہ میں اس آیت پر پہنچا۔ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ط (الحدید:7)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلے لوگوں کا قائم مقام کر دیا ہے۔

حتیٰ کہ جب میں اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o پر پہنچا تو میں نے "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ" پڑھا۔ پھر لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوئے نکل آئے اور انہوں نے مجھ سے جو کلمہ شہادت سنا تھا اس پر خوشی کا اظہار کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ عزوجل کی حمد کی اور مجھ سے کہا: اے ابن خطاب! مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ عمرو بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے۔ اور ہم کو امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں مقبول ہوگئی جب ان کو میرے اسلام لانے کے صدق کا یقین ہو گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں۔ وہ صفا کے نیچے ایک مکان میں ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا رسول اللہ! نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول دو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اس کو ہدایت عطا فرمائے گا پھر دروازہ کھولا اور دو شخص مجھے بازو سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام قبول کر لو۔ میں نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانك رسول اللہ۔ یہ سن کر تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ لگایا کہ مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونج اٹھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے۔ ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے اور وہ فاروق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب سے حق اور باطل میں فرق کر دیا ہے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔

قاسم بن عبدالرحمان کہتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا فتح تھا ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امارت رحمت تھی ہم نے وہ وقت دیکھا جب ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشرکوں سے جنگ کی حتیٰ کہ انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز ادا کی۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص 53 تا 58)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ

امام عبدالملک بن ہشام المعاخری متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید کے نکاح میں تھیں وہ اسلام لا چکی تھیں اور ان کے شوہر سعید بن زید بھی اسلام لا چکے تھے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھانے کے لئے حضرت فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا کے گھر جایا کرتے تھے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کیے ہوئے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا کہ وہ سب صفا پہاڑ کے پاس ایک گھر میں ہیں اور اس وقت مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر

صدیق بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور دیگر مسلمان تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے اور حبشہ نہیں گئے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نعیم بن عبداللہ ملے تو ان سے پوچھا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارادہ کیا ہے جو دین بدلنے والے ہیں جنہوں نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کے نوجوان اور کم عقل لڑکوں کو بہکایا ہے ان کے دین کی مذمت کی ہے اور ان کے خداؤں کو برا کہا ہے سو میں ان کو قتل کروں گا۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تم دھوکے میں مبتلا ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عبد مناف تم کو زمین پر چلنے کے لیے چھوڑ دیں گے اور تم (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر چکے ہو گے۔ تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے گھر میں کیا ہوا ہے؟ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے بہنوئی اور تمہارے عم زاد سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہما خدا کی قسم وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ دونوں (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی پیروی کرتے ہیں تم پہلے ان سے نمٹو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن اور بہنوئی کا قصد کر کے واپس ہوئے اس وقت ان کے پاس حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا ''طٰہٰ'' وہ ان کو وہ صحیفہ پڑھا رہے تھے۔ جب ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو انہوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو گھر میں کہیں چھپا دیا اور حضرت فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہما نے وہ صحیفہ بھی چھپا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید پڑھانے کی آواز سن لی تھی جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ ان دونوں نے کہا ہم نے تو کوئی آواز نہیں سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں خدا کی قسم! مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ تم دونوں (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی پیروی کر رہے ہو پھر انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ایک تھپڑ مارا ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لئے کھڑی ہوئی تو اس کو بھی مارا اور ان کا سر پھاڑ دیا جب انہوں نے بہت مارا

تو ان کی بہن اور بہنوئی نے کہا ہاں ہم مسلمان ہو چکے ہیں ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں اب جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا خون بہتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے مارنے پر ندامت ہوئی اور وہ مارنے سے رک گئے اور اپنی بہن سے کہا اچھا مجھے اپنا وہ صحیفہ دکھاؤ جس کو تم ابھی پڑھ رہے تھے میں بھی دیکھوں کہ (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا پیغام لے کر آئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے انسان تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین نہ کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم مجھ سے مت ڈرو اور اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا وہ اس صحیفہ کو واپس کر دیں گے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو ان کی بہن کو امید ہوئی کہ شاید وہ اسلام لے آئیں انہوں نے کہا: اے بھائی تم ناپاک ہو اور مشرک ہو اور قرآن مجید کو پاک شخص کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور ان کی بہن نے ان کو صحیفہ دے دیا جس میں لکھا ہوا تھا ''طٰہٰ'' جب انہوں نے اس کی ابتدائی آیات پڑھیں تو انہوں نے کہا یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول سنا تو وہ اپنی چھپی ہوئی جگہ سے باہر آ گئے اور انہوں نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا تیرے حق میں خصوصیت کے ساتھ قبول کر لی ہے کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ عزوجل! اسلام کی ابوالحکم بن ہشام سے تائید فرما یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خباب رضی اللہ عنہ! (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف میری رہنمائی کرو تا کہ میں اسلام لاؤں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا وہ پہاڑ صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار لٹکائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرف چل پڑے اور جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا جب انہوں نے دستک کی آواز سنی تو اصحاب میں سے کسی نے اٹھ کر دروازہ کی جھری میں جھانک کر

دیکھا اور گھبرا کر کہا: یارسول اللہ! یہ تو عمر ہے وہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو آنے دو اگر وہ نیکی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر وہ کسی برائی کے ارادہ سے آیا ہے تو ہم اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو۔ پھر اس نے اجازت دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف زور سے کھینچا اور فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تم کس لیے آئے ہو؟ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے حتیٰ کہ تم پر کوئی سخت عذاب بھیج دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ آواز بلند فرمایا: اللہ اکبر حتیٰ کہ گھر میں موجود تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جان لیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے ہیں۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسلام سے بہت دور تھا میں زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا ہماری ایک مجلس تھی جس میں ہمارے دوست احباب جمع ہوتے تھے اور شراب پیتے تھے ایک دن وہاں گیا تو مجھے وہاں پر کوئی نہیں ملا میں نے سوچا کہ میں فلاں شراب فروخت کرنے والے کے پاس جاؤں تو اس سے شراب لے کر پیوں۔ میں اس کے پاس گیا تو مجھے وہ نہیں ملا پھر میں نے سوچا کہ میں کعبہ میں چلا جاؤں اور اس کے ساتھ طواف کرلوں پھر میں مسجد میں پہنچا تاکہ میں کعبہ کا طواف کروں اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کرتے تھے اور کعبہ معظمہ کو اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے تھے اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو

سوچا کہ دیکھوں تو سہی یہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ مجھے قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب سے بہت تعجب ہوا میں نے دل میں کہا خدا کی قسم یہ ضرور شاعر ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ (الحاقۃ: 40 تا 41)

''بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہے یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم بہت کم یقین کرتے ہو۔'' پھر میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہیں ان کو میرے دل کی بات کا پتہ چل گیا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الحاقۃ: 42 تا 43)

اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو یہ تو رب العلمین کا نازل کردہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں نے قرآن مجید سنا تو میرا دل نرم ہو گیا میں آبدیدہ ہو گیا اور میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا میں اسی جگہ پر کھڑا رہا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر واپس چلے گئے اور اپنے مقررہ راستے سے گزرتے ہوئے اپنے گھر جانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ ﷺ کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ دار عباس اور دار ازہر میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے میری آہٹ سن لی اور مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ گمان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو ضرر پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کا پیچھا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابن الخطاب اس وقت کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اس لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤں اور اس کے رسول پر اور اس پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! بے شک تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی پھر آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ کون سا واقعہ درست ہے۔

(السیرۃ النبویہ: ج:1،ص381تا385)

قبولیت اسلام میں علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی کا قول

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ذہبی فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک (27) ستائیس سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور ان میں سفارت بھی تھے۔ جنگ کے دنوں میں قریش آپ رضی اللہ عنہ کو ہی پیغام دینے والا بنا کر بھیجتے تھے اور جب قریش پر کوئی اظہار مفاخرت کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ کو ہی مقابلہ کے لئے بھیجا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیس یا انتالیس یا پینتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں یا تیئس عورتوں کے بعد اسلام لے آئے۔ مسلمانوں کو اس سے بڑی فرحت حاصل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مکہ مکرمہ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام میں جو بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو عزت بخش۔

اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے خصوصاً دین کو عزت بخش۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

میں نبی کریم ﷺ کی تلاش میں نکلا مجھے پتہ چلا کہ آپ ﷺ مجھ سے پہلے مسجد میں تشریف لے جا چکے ہیں میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے سورہ حاقہ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن مجید کی ترتیب سے حیران ہو گیا اور قریش کی طرح اس کو شعر کہنے لگ گیا جب آپ ﷺ نے یہ آیت اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَمَا هُوَ ...... پڑھی تو میرے دل میں اسلام پوری طرح سما گیا اور ابن شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی پہلی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے خود ہی فرمایا: میں نے اپنی بہن المخاض کو مارا پھر میں گھر سے نکل کر کعبے کے پردوں میں چھپ گیا اتنے میں نبی کریم ﷺ آ کر کمرے میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمانے لگے جب آپ ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے تو میں نے ایک ایسی چیز کی سماعت کی جو اس سے پہلے کبھی نہ سماعت کی تھی۔ جب آپ ﷺ باہر نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو نہ مجھے دن کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی رات کو چھوڑتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ڈرا کہ اب مجھ پر بددعا فرمائیں گے میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ میں نے کہا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اسلام کا اس طرح ہی اعلان کروں گا جس طرح آپ ﷺ نے شرک کے خلاف اعلان کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابو یعلیٰ، بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے نکلے تو بنی زہرہ کا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اس نے کہا: عمر (رضی اللہ عنہ) کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمانے لگے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنا ہے۔ اس نے کہا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے آپ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس طرح بچ پائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے لگتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا میں آپ کو حیران کن بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی دین چھوڑ کر صابی ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس حضرت خباب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق علم ہوا تو وہ گھر میں چھپ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہو کر کہا آپ آہستگی میں کیا پڑھ رہے تھے؟ وہ اس دوران سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن اور بہنوئی نے کہا ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا شاید تم صابی ہو گئے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بہنوئی نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ اگر حق آپ کے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین میں ہو تو پھر آپ رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا فرمائیں گے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر جھپٹ پڑے اور ان کو برے طریقے سے مارا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے شوہر سے ہٹانا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تھپڑ مار کر بہن کے چہرے کو خونی کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے بھی حوصلہ رکھتے ہوئے کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے وہ کتاب دو جس کی تم تلاوت کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا آپ رضی اللہ عنہ ناپاک ہیں اس کو پاک شخص ہی چھو سکتا ہے جا کر غسل کرو پھر وضو کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور تلاوت فرمانے لگے۔ طٰہٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اِنَّنِىٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ۝ (طٰہٰ: 1 تا 14) تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمانے لگے مجھے بتاؤ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں

جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو باہر نکل آئے اور کہا:
عمر رضی اللہ عنہ تمہیں خوشخبری ہو مجھے امید ہے کہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کی شب کو کی تھی۔

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں تھے جو صفا کے سامنے ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس گھر میں آئے تو دروازے پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اشخاص کو موجود پایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا اور اگر اس طرح نہیں تو اس کا قتل کر دینا ہمارے لئے عام سی بات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کے کپڑوں اور تلوار کے پرتلے کو خوب پکڑ کر فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) تم کون سے خیال میں ہو۔ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بزار، طبرانی، ابونعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خود بتایا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں تمام سے سخت شخص تھا ایک کڑک دوپہر کو میں مکہ مکرمہ کے ایک راستہ پر چکر لگا رہا تھا کہ ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی اور اس نے کہا: اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ)! تم خود کو بڑے جانتے ہو لیکن اسلام آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: وہ کس طرح۔ اس نے کہا: تمہاری بہن اسلام لے آئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے وہاں سے غصے ہو کر بہن کا دروازہ بجایا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا: عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں تو وہ دوڑ کر اندر چھپ گئیں وہ ایک صحیفہ کی تلاوت کر رہے تھے جس کو وہ وہیں چھوڑ گئے یا بھول گئے میری

بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے کہا: اے اپنی جان کی دشمن کیا تو صابیہ ہوگئی ہے اور میرے ہاتھ میں کوئی شے تھی جو میں نے بہن کے سر پر ماردی جس سے خون نکلنے لگ گیا اور اس نے روتے ہوئے کہا: اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! جو تمہارا دل کرے کرلو ہاں! میں صابیہ ہوگئی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اندر داخل ہو کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس صحیفہ کو ملاحظہ کر کے کہا: یہ کیا ہے؟ مجھے دکھائیں؟ تو میری بہن نے کہا تو اس کی اہلیت نہیں رکھتا تو تو جنبی ہے اور اس کتاب کو پاک لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں چھوسکتا میں ان کو بار بار کہتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے صحیفہ دے دیا جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جب میں تلاوت کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم سے گزرتا تو مجھے اس سے خوف دامن گیر ہوتا پھر میں نے صحیفہ کو رکھ دیا اور خود پر تفکر کرنے لگ گیا پھر میری بہن نے وہ صحیفہ مجھے دیا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج

تو میں خوفزدہ ہوگیا اور میں نے اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ (آیت 7 تک) تلاوت کی۔ تو میں نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو لوگ میری طرف بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا: آپ کو خوش خبری ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کو دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا ابوجہل بن ہشام سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ اور انہوں نے مجھے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے سامنے میں اپنے گھر میں تشریف فرما ہیں میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو لوگوں نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا: ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) ہوں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف میری سخت دشمنی کا پتہ تھا اس لیے کسی نے بھی دروازہ کھولنے کی ہمت نہ کی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول دو۔ دو بندوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قمیص کے جوڑوں سے پکڑ کر اپنی

طرف کھینچ کر فرمایا: اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) اسلام لے آؤ: اے اللہ عزوجل! اس کو ہدایت عطا فرما تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس پر مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ مکرمہ کے راستوں تک یہ آواز سنی گئی۔ مسلمان چھپ چھپ کر دن بسر کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کو مارا جا رہا ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تو میں اپنے ماموں ابوجہل کے پاس گیا وہ سردار شخص تھا میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا کون؟ میں نے کہا: ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) جو صابی ہو چکا ہے۔ اس نے کہا: اس طرح نہ کرو اور دروازے کو بند کر لیا۔ میں نے کہا: یہ تو کچھ بھی نہ ہوا پھر میں قریش کے بڑے شخص کے پاس گیا میں نے اس کو بلا کر وہی بات کی جو بات ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا: یہ تو کچھ بھی نہ ہوا مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں تو ایک شخص نے مجھ سے کہا تو پسند کرتا ہے کہ لوگوں کو تمہارے اسلام قبول کرنے کا پتہ چل جائے۔ میں نے کہا: ہاں اس نے کہا جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو تم فلاں شخص کے پاس جانا جو کسی کے بھید کو چھپا نہیں سکتا اسے کہنا کہ میں صابی ہو گیا ہوں وہ بھید کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں میں بیٹھ گئے تھے۔ تو میں نے اس کو کہا میں صابی ہو گیا ہوں اس نے کہا تم نے یہ قدم اٹھا لیا ہے میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے بلند آواز سے کہا: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) صابی ہو چکا ہے لوگ بھاگ کر میری جانب آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں ان کو مارتا تھا میرے ہر طرف لوگ جمع ہو گئے تو میرے ماموں نے کہا یہاں پر لوگ کیوں جمع ہیں اس کو بتایا گیا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارے سے بتایا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے رک گئے میں نہیں پسند کرتا تھا کہ مسلمانوں کو مارا جائے اور میں بچ جاؤں۔ میں نے کہا: یہ کوئی بات نہ ہوئی میں اپنے ماموں کے پاس گیا۔ اور کہا: مجھے آپ کی پناہ کی حاجت نہیں لہٰذا میں ہمیشہ مارتا رہا اور مار کھاتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے

اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا۔ (الصواعق المحرقہ: 237 تا 244)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے علم کے مطابق مہاجرین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا ہر شخص نے چھپ کر ہجرت کی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا قصد کیا تو انہوں نے تلوار لٹکائی تیر اور کمان اپنے ہاتھ میں لیے اور نیزہ سنبھال کر کعبہ معظمہ کی طرف گئے۔ اس وقت قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی پھر قریش کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس پر اس کی ماں روئے اس کے بچے یتیم ہوں اور اس کی بیوی بیوہ ہو وہ اس وادی کے باہر آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیچھا نہیں کیا اور بعض معمر لوگوں نے قریش کو سمجھایا اور نصیحت کی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سب سے پہلے مہاجرین میں سے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے پھر بیس سواروں کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

(اسدالغابہ: ج: 4، ص 58 تا 59)

ہجرت کے متعلق علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام لوگوں نے چھپ کر ہجرت کی آپ رضی اللہ عنہ

نے ہجرت کا جب ارادہ فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کمان کندھے پر رکھی اور ہاتھ میں تیر لئے کعبہ معظّمہ تشریف لائے اشراف قریش صحن میں بیٹھے ہوئے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے ساتھ چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپ رضی اللہ عنہ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس تشریف لائے اور کہا: تم علیحدہ علیحدہ ہو جو پسند کرتا ہے کہ اس کی ماں اس کو ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی گھر والی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس وادی کے پیچھے مل جائے لیکن کوئی شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہ گیا۔

اور اس نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

سب سے اول ہجرت کرنے والے جو ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس سواروں کی معیت میں ئے ہم نے عرض کیا رسول اللہ! کا کیا ارادہ ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ میرے پیچھے آرہے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے۔

(الصواعق المحرقہ: ص:249)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کیسے ہوا؟

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

الدلائل میں ابونعیم نے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عسا کرنے روایت کیا ہے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کیوں رکھا گیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے تین روز قبل اسلام لائے میں مسجد کی جانب گیا تو ابوجہل آپ رضی اللہ عنہ کو طعن و تشنیع کے لئے جلدی سے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب گیا آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ کمان پکڑ کر مسجد کی جانب آئے جہاں قریش حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ابوجہل بھی وہیں پر بیٹھا ہوا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کے سامنے جا کر کمان کی ٹیک لگائی اور اس کی طرف دیکھا ابوجہل نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر پہچان لیا کہ ان کی نیت ٹھیک نہیں۔ اس نے کہا: اے ابوعمارہ! تمہیں کیا

ہو گیا ہے۔ آپ نے کمان اٹھا کر اس کی گردن کی ایک رگ پر ماردی جس سے وہ رگ کٹ گئی اور خون بہنے لگا تو قریش جنگ اور معاملات کے خراب ہونے کی بناء پر چپ ہو گئے اس وقت رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں تشریف فرما تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا میں آپ کے تین دن بعد آیا تو ایک مخزومی سے میں نے کہا: کیا تو اپنے آبائی دین کو ترک کر کے دین محمد (ﷺ) کی پیروی کرنے والا بن گیا ہے۔ اس نے جواب دیا: اگر میں نے اس طرح کیا ہے تو اس نے بھی یہ فعل کر لیا ہے جو مجھ سے زیادہ تم پر حق کا حامل ہے۔ میں نے کہا: کون ہے۔ اس نے کہا: تیری بہن اور تیرا بہنوئی تو میں نے آہستہ آواز سنی میں نے اندر داخل ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ ہمارے مابین باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ میں نے اپنے بہنوئی کو سر سے پکڑ کر مارا اور اس کو زخمی کر دیا۔ میری بہن نے اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر کہا یہ تمام تمہیں ذلیل کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے میں نے جب خون دیکھا تو مجھے حیا آئی میں نے بیٹھ کر کہا مجھے یہ کتاب دکھائیے۔ بہن نے کہا اس کو پاک شخص کے علاوہ کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا تو انہوں نے مجھے وہ صحیفہ تھما دیا جس میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں نے کہا: یہ نام تو بڑے طاہر اور طیب ہیں۔

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ سے لے کر لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ (طٰہٰ: 1 تا 8) تک میں نے تلاوت کی میرے دل میں اس کا مقام جاگزیں ہوا تو میں نے کہا: اس کلام سے قریش تو بھاگتے ہیں پھر میں اسلام لے آیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں۔ بہن نے کہا وہ دار ارقم میں ہیں میں نے وہاں جا کر دروازہ بجایا لوگوں نے آواز سماعت کی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا عمر (رضی اللہ عنہ) آیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دروازہ کھول دو اگر اسلام قبول کرنے آیا ہے تو ٹھیک ورنہ ہم اس کو ختم کر دیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس بات کو

سن لیا تو آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو گھر میں حاضرین نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کو مسجد والوں نے بھی سن لیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں۔ ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: پھر چھپنے کا کیا مطلب۔ تو ہم باہر نکل گئے میں ایک صف میں تھا اور دوسری میں حمزہ (رضی اللہ عنہ) تھے۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے قریش نے جب مجھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کو سخت دکھ پہنچا اسی وقت نبی کریم ﷺ نے میرا نام فاروق رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

ذکوان سے ابن سعد نے روایت کیا ہے:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کس نے رکھا۔ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ! نے رکھا ہے۔

اور امام ابن ماجہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد مصطفیٰ ﷺ اہل سماء کو عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے فرحت ہوئی ہے۔

اور بزار اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کیا ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا آج ہم آدھے رہ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال:64)

اور امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی عزت والے بن گئے ہیں

اور ابن سعد نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی ایک روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا فتح ہے اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے ہم اس وقت تک بیت اللہ نہیں گئے جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے اور

جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں مارا حتیٰ کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے راستے کو ترک کر دیا۔

امام ابن سعد اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں مزید بڑھوتری ہو گئی اور جب شہید ہوئے تو اسلام کمزور پڑتا گیا۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسن سند روایت کی ہے کہ

سب سے اول اسلام کا اعلان کرنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابن سعد نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام غالب آ گیا اور اس کی طرف کھلم کھلا دعوت پیش کرنے لگ گئے۔ ہم بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے اس کا طواف کیا کرتے تھے اور جو ہم سے سختی کے ساتھ پیش آتا تھا ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے۔

(الصواعق المحرقہ: ص 245 تا 248)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار پر سب سے زیادہ سخت تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بدر کے تمام مشرکین کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں آخر وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

حضرت زہری اور حضرت عاصم بن عمر سے روایت ہے:

جنگ احد میں جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے پہاڑ کے اوپر سے جھانک کر بلند آواز سے کہا جنگ ایک ڈول ہے آج کا دن بدر کا بدلہ ہے ہبل (بت کا

نام) کا بلند نام ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کھڑے ہو کر اس کا جواب دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اعلی و اجل تمہاری ہم سے کوئی برابری نہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول نار میں ہیں۔ ابوسفیان نے کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں بے شک وہ تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص59 تا60)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد و خوف خداوندی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ زاہد اور خوف خدا عزوجل رکھنے والے تھے جس پر کثیر احادیث مبارکہ دلیل ہیں۔

قیام اللیل کرنے والے

حضرت حسن بن ابی الحسن سے روایت ہے:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ سے (آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد) شادی کی اور ان سے کہا میں نے مال اور اولاد کی رغبت کی وجہ سے تم سے شادی نہیں کی میں نے تم سے صرف اس وجہ سے شادی کی ہے کہ تم مجھے بتاؤ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو نماز کس طرح پڑھتے تھے انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھتے پھر ہم سے فرماتے کہ میرے سرہانے پانی کا ایک برتن بھر کر رکھ دو پھر رات کو بیدار ہوتے اور پانی سے وضو کرتے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اونگھ آجاتی پھر بیدار ہوتے حتیٰ کہ رات کی وہ ساعت آجاتی جس میں آپ قیام کرتے تھے۔ (کتاب الزہد، ص:148)

چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ جانا

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں

پڑ گئی تھیں۔ (کتاب الزہد: ص: 150)

چمڑے کی چادر میں پیوند لگے ہونا

حضرت ابوعثمان سے روایت ہے:

ایک شخص نے عرض کیا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ رمی جمار کر رہے تھے اور انہوں نے جو چادر پہنی ہوئی تھی اس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

(کتاب الزہد: ص: 151)

تہبند پر بارہ پیوند لگے ہونا

حضرت حسن سے روایت ہے:

جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے تہبند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ (کتاب الزہد: ص: 154)

عمدہ غذائیں نہ کھانا نہ ہی ملائم لباس پہننا

حضرت حسن سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا اگر میں چاہوں تو سب سے زیادہ ملائم لباس پہنوں اور سب سے لذیذ کھانا کھاؤں اور سب سے اچھی زندگی گزاروں لیکن میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ان کے کاموں پر ملامت کی اور فرمایا:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ (الاحقاف: 20)

تم اپنی عمدہ لذیذ چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور تم نے ان سے فائدہ اٹھالیا۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 117)

تین صفوں تک رونے کی آواز

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفوں تک ان کے رونے کی

آواز پہنچتی تھی۔(حلیۃ الاولیاء:رقم الحدیث:134)

فرات کے کنارے بکری ذبح ہونے پر خوف خداوندی عزوجل

حضرت داؤد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء:رقم الحدیث:141)

تقویٰ کا عالم

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا اور اگر منادی یہ ندا کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب دوزخ میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے تو مجھے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا۔

(حلیۃ الاولیاء:رقم الحدیث:142)

تاحیات لگاتار روزے رکھتے رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاحیات لگاتار روزے رکھتے رہے۔(صفوۃ الصفوۃ:جز:1،ص:129)

آدھی رات کے وقت نماز پڑھنے کو پسند فرماتے

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھی رات کے وقت نماز پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔

(صفوۃ الصفوۃ:جز:1،ص:129)

کاش! میں یہ تنکا ہوتا

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں پیدا نہ کیا جاتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا کاش میں بھولا بسرا ہوتا۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج:1، ص:128)

کاش! یہ سب برابر برابر ہو جائے

عمرو بن میمون سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کو سلام عرض کرتا ہے اور ان سے یہ سوال کرو کہ میں اپنے صاحبوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اپنے لیے اس جگہ دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نزدیک اس جگہ مدفون ہونے سے زیادہ اور کوئی اہم چیز نہیں تھی جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازہ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس لے جانا ان کو سلام عرض کرنا پھر کہنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کرتا ہے اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا پھر ارشاد فرمایا میرے نزدیک اس خلافت کا ان مسلمانوں سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے پس میرے بعد جس کو بھی خلیفہ بنا دیا جائے تم سب اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نام لیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ اس وقت انصار کا ایک نوجوان آیا اور کہا: اے امیر المومنین! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے خوشخبری ہو آپ کو معلوم ہے آپ اسلام لانے میں مقدم ہیں پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عدل کیا پھر ان تمام (خوبیوں) کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت ملی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے کاش کہ یہ سب برابر برابر ہو جائے مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1392)

دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب تھے

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام اور ہجرت میں تو ہم پر مقدم نہیں تھے لیکن وہ سب سے زیادہ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب تھے۔

شہد کو پیش کیا جانا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کسی اور کے حوالہ کر دینا

حضرت ثابت فرماتے ہیں:

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو انہیں ایک برتن میں شہد پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس برتن کو ہاتھ پر رکھ کر کہنے لگے میں اس کو پی لوں گا تو پینے کے بعد اس کی حلاوت ختم ہو جائے گی اور اس کا مواخذہ باقی رہے گا یہ کہہ کر وہ شہد کسی اور شخص کو دے دیا۔

میں اچھی اور لذیذ چیزیں دنیا ہی میں خرچ کر لوں

حضرت ابن ملیکہ سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا غلام نے آ کر کہا: عتبہ ابی فرقد ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عتبہ کس کام کے لئے آئے ہیں ان کو بلاؤ۔ عتبہ آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے روٹی اور زیتون کا تیل رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ عتبہ کھانا کھاؤ وہ کھانے لگے تو وہ سخت روٹی تھی جوان کے حلق

سے نیچے نہیں اترتی تھی انہوں نے کہا: اے امیر المومنین کیا آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں میدے کی روٹیاں نہیں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم پر افسوس ہے کیا تمام مسلمان اس قسم کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم پر افسوس ہے: اے عتبہ کیا میں اچھی اور لذیذ چیزیں دنیا ہی میں خرچ کرلوں؟ (اسد الغابہ: ج: 4، ص 60 تا 62)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں صبح کے وقت ایک کنویں سے ڈول نکال رہا ہوں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے ان کے ڈول نکالنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے پھر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) آئے اور انہوں نے ڈول نکالے اور میں نے ان کی طرح غیر معمولی صلاحیت والا کسی کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے اپنی سواریوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بہت زیادہ شہر فتح ہوئے اور بہت مال و دولت اکٹھا ہوا اور کفار سے بہت مال غنیمت حاصل ہوا۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے اگر تم ان کو خلیفہ بناؤ گے تو ان کو دنیا اور دین الٰہی کے احکام کے نفاذ میں قوی پاؤ گے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قیامت تک بعد میں آنے والے حکمرانوں پر حجت بنا دیا ہے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کی رائے پوچھی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ کی جو رائے ہے وہ اس سے زیادہ افضل ہیں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے پوچھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید، حضرت ابوالاعور، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم اور دیگر مہاجرین اور انصار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے پوچھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بہتر ہیں ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور اس خلافت کے لئے ان سے زیادہ قوی اور کوئی شخص نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سخت ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بٹھاؤ پھر کہا: کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہو جو تمہارے لیے ظلم کا زادراہ مہیا کرے گا وہ ناکام ہوگا اے اللہ عزوجل! ان کے لئے بہتر شخص کو خلیفہ بنا دے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لیٹ گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا لکھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ وہ نصیحت ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اور آخرت میں داخل ہوتے وقت کی ہے جس وقت کافر ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کر لیتا ہے اور کاذب تصدیق کر دیتا ہے میں اپنے بعد تم پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتا ہوں تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا میں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اس کے دین اور اپنے اور تمہارے لیے کسی خیر کو ترک نہیں کیا اگر انہوں نے عدل کیا تو ان کے متعلق میرا یہی گمان اور یقین ہے اور اگر انہوں نے اس کے خلاف کیا تو ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے میں نے خیر کا ارادہ کیا ہے اور میں غیب کو نہیں جانتا اور ظالموں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ وہ کیسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس خط پر مہر لگانے کا حکم دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مہر شدہ مکتوب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسد بن سعید رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے اور

لوگوں سے کہا: کیا تم اس مکتوب پر بیعت کرتے ہو؟ سب لوگوں نے اس پر بیعت کر لی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کچھ وصیتیں کیں اور یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت منعقد ہوگئی۔ (اسد الغابہ: جز: 67 تا 71)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ کیسے مقرر ہوئے

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سیف اور حاکم نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا غم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ بنا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا جسم نحیف سے نحیف تر ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔

اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حرث ابن کلاۃ خزیرہ تناول فرما رہے تھے جو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ حرث نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کھانے سے ہاتھ ہٹا لیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس میں زہر مکس کیا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارے کام مکمل کر دے گا اور میں اور آپ ایک ہی دن فوت ہو جائیں گے اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ ہٹا لیا اس کے بعد یہ دونوں دائمی مریض رہے اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی روز اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ

اے احد! اپنی جگہ پر ٹھہر ارہ تمہارے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

اس کے منافی نہیں اس لیے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاص وصف آپ رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا ہے جس طرح کہ گزشتہ اوراق میں گزر گیا ہے اور جس کو میں وصف شہادت پر مشترک ہونے کی وجہ سے ترجیح دیتا ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صرف وصف

نبوت بیان کیا ہے جو آپ کا وصف ہے ورنہ تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال زہر سے ہوا۔

ایک اور حدیث صحیح میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں تصریح کی ہے کہ یہ خیبر میں تناول کرنے کی بناء پر ہوئی ہے یہ کھانا بار بار آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتا رہا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنتیں مبارکہ ٹکڑے ہو گئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے واقدی اور حاکم نے روایت کیا ہے:

جمادی الاخری کے سات دن گزر گئے تھے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوموار کو غسل کیا جس سے مرض کی ابتداء ہوئی یہ سردی کا روز تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو پندرہ دن تک بخار رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے مسجد میں بھی تشریف نہ لے جا سکتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات جمادی الاخری 13ھ کو منگل کے دن تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔

واقدی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت جب خراب ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو بلایا اور ارشاد فرمایا مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ جس معاملے کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ رضی اللہ عنہ اس کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ بات ایسے ہی ہے تو آپ بھی بتا دیجئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو رائے بھی رکھتے ہیں وہ اس سے بھی بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا: انہوں نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پھر فرمانے لگے: اے اللہ عزوجل! میرا علم ان کے متعلق یہ ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں ان کی طرح کوئی نہیں ہے اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما اور دیگر مہاجرین و انصار سے بھی مشورہ فرمایا۔ حضرت

اسید رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کو آپ رضی اللہ عنہ کے بعد بہتر شخص سمجھتا ہوں وہ رضامندی کی بات پر راضی اور ناراضگی کی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور جو بندہ بھی اس خلافت کا متولی ہو گا وہ ان سے زیادہ قوی نہیں ہو گا اسی دوران بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے ان میں سے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: جب اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہم پر خلیفہ بنانے کے متعلق پوچھے گا تو آپ رضی اللہ عنہ کیا جواب دیں گے اور آپ رضی اللہ عنہ تو اس کی سختی کو بہت زیادہ جانتے ہیں۔ تو حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں میں کہوں گا اے اللہ عزوجل! میں نے اس کو لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے جو تمام سے بہتر تھا میری طرف سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیجئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا لکھو۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا کو ترک کرتے وقت یہ آخری عہد کیا اور آخرت کی طرف جاتے ہوئے یہ اس کا پہلا عہد ہے یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لاتا ہے اور فاجر کو یقین ہو جاتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تم پر خلیفہ مقرر فرمایا ہے اس کی سننا اور فرمانبرداری کرنا۔ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے متعلق کسی قسم کی غلطی سے کام نہیں لیا اور اپنے اور تمہارے لیے خیر پسندی کی ہے میرا علم وظن اس کے متعلق یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا اگر وہ اس طرح نہ کر سکے تو ہر شخص جو کرے گا وہی پائے گا میرا ارادہ خیر کا ہے میں کوئی غیب جاننے والا نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ وہ کون سی جگہ پھرے گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس تحریر پر مہر لگانے کا حکم دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: وہ اس مہر والی تحریر کو باہر لے جائیں تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی

اور آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علیحدہ بلا کر آپ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی اس کے بعد وہ چلے گئے تو حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ عزوجل! میں نے صرف ان لوگوں کی اصلاح کے لئے اس طرح کیا ہے مجھے ان کے متعلق فتنہ کا خوف کھائے جا رہا ہے میں نے ان کے بارے میں جو کچھ کیا ہے تو اس کو بہتر جانتا ہے میں نے اپنی رائے میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور طاقتور آدمی کو جوان کی ہدایت کی بڑی چاہت کرنے والا ہے خلیفہ قائم کر دیا ہے کیونکہ وہ تیرے ہی بندے ہیں ان کی پیشانیاں تیرے دست قدرت میں ہیں ان کی اصلاح فرما اور اس کو اپنے خلفائے راشدین میں رکھ۔

امام سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

تین شخص سب سے زیادہ عقل وفہم والے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ جب اس نے فرمایا: اس شخص کو مزدوری پر رکھئے جو امین اور طاقتور ہو اور عزیز مصر نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فراست سے کام لے کر اپنی بیوی سے کہا: ان کی عزت کرنا۔ کہا گیا کہ سلیمان بن عبدالملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے جب اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔

یسار بن حمزہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت خراب ہو گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جالی سے لوگوں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہم راضی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی سے راضی نہ ہوں گے آپ وہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

ابن سعد نے شداد سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر سب سے پہلا کلام یہ فرمایا۔

اے اللہ عزوجل! میں سختی کرنے والا ہوں مجھے نرم فرمادے میں کمزور ہوں مجھے قوی بنادے میں بخیل ہوں مجھے سخی بنادے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن خلیفہ بنے اور آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا حق ادا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایسی فتوحات ہوئیں جن کی مثال بعد کے خلفاء کے دور میں نہیں ملتی۔ شام، عراق، فارس، روم، مصر، سکندریہ اور مراکش کے علاقے آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں فتح ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ سات احادیث مبارکہ میں جو خلافت صدیقیت پر دلالت کرتی ہیں ان میں اس طرف اشارہ ملتا ہے ان احادیث مبارکہ کے الفاظ شیخین کے نزدیک بعض طرق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر ڈول کھینچتے ملاحظہ کیا۔ میں نے اس سے اس قدر پانی نکالا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا تو انہوں نے بھی ایک یا دو ڈول نکالے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے نکالنے میں تھوڑی کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی نکالنے لگے تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا میں نے لوگوں میں سے کوئی عبقری اس جیسا کام کرتے نہیں ملاحظہ کیا حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہوگئے اور بیٹھنے کی جگہ بنانے لگ گئے۔

علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

اس خواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بے شمار فتوحات ہوں گی اور اسلام کو غلبہ ہوگا۔ (الصواعق المحرقہ: ص230 تا 234)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا نام امیر المومنین رکھنا

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

عسکری نے الدلائل میں طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے ابن شہاب کے طریق سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ابوبکر سلیمان بن ابی خیثمہ سے دریافت کیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں کس وجہ سے من خلیفۃ الرسول لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے بندے ہیں جس نے من خلیفہ لکھا لہٰذا وہ کون سا آدمی ہے جس نے سب سے اول من امیر المومنین لکھا انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے ایک مہاجر خاتون الشفاء نے کہا ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ من خلیفۃ الرسول کے الفاظ لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ من خلیفۃ الرسول لکھا کرتے تھے' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کو تحریر فرمایا: دو بہادر شخص میرے پاس بھیجیں میں ان سے عراق اور عراق والوں کے گورنر کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیج دیا۔ مدینۃ المنورہ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے وہاں پر انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان سے کہا آپ رضی اللہ عنہ ہمیں امیر المومنین کے پاس حاضری کی اجازت دلوا دیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے صحیح نام لیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر عرض کیا السلام علیکم! یا امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نام میں آپ رضی اللہ عنہ کو کیا بھید پتہ چلا کہ جو آپ نے اس طرح کہا ہے اس کی حقیقت بیان کرو تو انہوں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں اس وقت سے یہ نام لکھنا شروع ہوا ہے۔

اور تہذیب نووی میں ہے کہ

لبید اور عدی نے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ ہی الفاظ کہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کہا گیا کہ سب سے اول

مغیرہ بن شعبہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا:

معاویہ بن قرۃ سے ابن العسا کرنے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور مقدس میں من ابی بکر خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے ان کو خلیفہ خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو بہت طویل اسم ہے لوگوں نے کہا: نہیں ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خود اپنا امیر بنایا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔ ارشاد فرمایا! ہاں! میں آپ کا امیر ہوں اور تم مومن ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے الفاظ تحریر فرمائے اور یہ بات حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس بیان کے منافی نہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سریہ میں تھے جس میں یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط (البقرہ:217) کی آیت نازل ہوئی تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین سے موسوم کرتے تھے اس لئے کہ یہ ایک خاص نام ہے اس وقت جس موضوع پر بحث کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ کون سے خلیفہ نے اپنا نام امیر المومنین رکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ ایسے پہلے مقدس بزرگ ہیں جنہوں نے خلافت کی حیثیت سے اپنا اسی طرح کا نام پسند فرمایا۔

(الصواعق المحرقہ:ص235تا236)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا

حافظ ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ

مالک الدار جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط آ گیا۔ ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ

ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ عزوجل! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:12، ص:32)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

جنگ میں فتح نصیب ہونا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں بھیجا۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار ارشاد فرمایا: اے ساریہ رضی اللہ عنہ! پہاڑ پر چڑھو۔ اس کے بعد لشکر کا پیغام دینے والا آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا اس نے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! ہم شکست کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ رضی اللہ عنہ! پہاڑ کی جانب جاؤ یہ بات تین بار کہی ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے قریب تھے وہ ارض عجم میں نہاوند میں ہے۔

اور ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ خطبہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی کیفیت ظاہر ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ساریہ (رضی اللہ عنہ) پہاڑ کی جانب جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونے لگ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے

وہ اس کا مطلب پتہ کریں گے جب آپ رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے قلب پر یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اگر وہ اس کی طرف پلٹ جائیں تو ان کو ایک ہی جانب سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور اگر وہاں سے گزر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سماعت کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ایک ماہ کے بعد فتح کی خوش خبری لے کر ایک شخص آیا تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سماعت فرمائی اور ہم پہاڑ کی طرف پلٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

ابونعیم نے عمر بن حارث سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے خطبہ کو ترک کیا اور دو یا تین بار یہ الفاظ فرمائے۔ ساریہ پہاڑ کی جانب بڑھو! پھر آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دینا شروع فرما دیا تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا اس کو جنون ہو گیا ہے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خلاف لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران پکار رہے تھے اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف جاؤ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس پر قابو نہیں پا سکا۔ میں نے ان کو پہاڑ کے پاس جنگ کرتے ہوئے ملاحظہ کیا کہ وہ آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آ رہے ہیں تو میں نے فوراً کہا ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تاکہ پہاڑ کے پاس چلے جائیں حتیٰ کہ ساریہ کا پیغام دینے والا خط لے کر آیا کہ جمعہ کے دن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو گیا تو ہم نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ جمعہ کا وقت آ گیا تو ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جس نے پھر کہا: اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف جاؤ تو ہم پہاڑ کے پاس چلے گئے اور ہم

ہمیشہ ان پر غلبہ کی صورت میں رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تھا کہ اس شخص کو ترک کردو اس کو کوئی عارضہ لاحق ہوا ہے۔

گھر والے جل گئے

ابو القاسم بن بشران نے موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے نافع اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا:

تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا انگارا! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کس کے بیٹے ہو۔ اس نے کہا روشن شعلے کا بیٹا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کس خاندان سے ہو؟ اس نے کہا: جلق کے خاندان سے ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا تپش میں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کس طرح کی؟ اس نے جواب دیا شعلوں والی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ وہ جل چکے ہیں وہ شخص گھر گیا تو دیکھا کہ اس کے گھر والے جل گئے ہیں۔

خط سے دریائے نیل کا نوجوان لڑکی کو کھانا بند کر دینا

ابو الشیخ نے العظمۃ میں قیس بن حجاج کی سند سے اس شخص سے روایت کیا ہے:

جس نے اس سے بیان کیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو شہر والے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آئے جب عجم کے مہینوں میں کسی روز دخول فرمایا انہوں نے کہا: اے امیر! ہمارے ہاں دریائے نیل کی ایک رسم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب اس ماہ کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک نوجوان لڑکی کا اس کے والدین کے ہوتے ہوئے ارادہ کرتے ہیں اور اس کے والدین کو رضامند کرتے ہیں اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات زیب تن کرواتے ہیں پھر اس کو دریائے نیل میں

ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں کبھی اس طرح نہیں ہوگا اسلام پہلے کی رسوم ختم کرتا ہے لہٰذا وہ اس قسم کی رسم کے لئے تیار ہوئے اور دریائے نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ تھوڑا حتیٰ کہ انہوں نے اس کو جلا وطن کرنے کا قصد کیا۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس بات کو ملاحظہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات تحریر فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رسموں کو ختم کرتا ہے اور اپنے خط میں ایک رقعہ روانہ فرمایا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا: میں نے خط میں ایک رقعہ تمہاری طرف روانہ کیا ہے اس کو نیل میں ڈال دینا۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس خط پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کھول کر پڑھا اس میں لکھا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود ہی بہتا تھا تو آئندہ نہ بہنا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں چلاتا تھا تو میں اللہ تعالیٰ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں چلاتا رہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ رقعہ اور صلیب سے ایک دن قبل نیل میں ڈال دیا تو صبح لوگوں نے ملاحظہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک رات میں سولہ ہاتھ تک چلا دیا ہے انہی ایام سے اللہ تعالیٰ نے مصر والوں سے یہ رسم ختم فرمادی ہے۔

لوگوں کے دلی راز کو جان لیتے

ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے:

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کرتے تو آپ فرماتے اس کو ہرگز نہ بیان کرو پھر اس حدیث مبارکہ کو سنا کر فرماتے اس کو نہ بیان کرنا تو وہ شخص آپ سے کہتا جو میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ حق ہی ہے مگر آپ نے جو حکم دیا ہے کہ اس کو نہ بیان کرو یہ غلط ہے۔

ابن عساکر نے حسین سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بات کرتے وقت ہی سمجھ جاتے تھے کہ یہ جھوٹی بات ہے۔

ثقفی نوجوان کے حکم چلانے کے لئے دعا کرنا

بیہقی نے الدلائل ہدیۃ الحمصی سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو کنکر مارے ہیں آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے نماز پڑھائی تو اس میں بھول گئے جب آپ نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! ان لوگوں نے مجھ پر معاملہ مشتبہ کر دیا ہے تو ان پر معاملہ کو مشتبہ کر دے اور جلد ہی ان پر ثقفی نوجوان کو جاہلیت کا حکم چلانے کے لئے مقرر فرما جو نہ ان کے اچھے شخص کی بات مانے اور نہ خطا کار کو معاف کرے۔ ابن الہیعۃ نے کہا: اس وقت تک حجاج کی پیدائش نہیں ہوئی تھی۔ (الصواعق المحرقہ: ص 271 تا 275)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قرآن و سنت اور تورات کی رو سے موافقات

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد سے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن مجید کا نزول ہوتا تھا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

قرآن مجید میں اس طرح کی باتیں بھی ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہیں۔

اور اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

جب کسی چیز کے متعلق کلام کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی رائے پیش کریں تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔

جب یہ ثابت ہوا تو پھر آپ ﷺ کی موافقات بھی کثیر ہیں۔

پہلی، دوسری اور تیسری (حدیث مبارکہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

میرے رب عزوجل نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے میں نے کہا:

یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو اس آیت کا نزول ہوا۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (البقرہ:125)

میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس اچھے اور برے انسان آتے ہیں اگر ان کو آپ ﷺ حکم دیں تو وہ پردہ کرلیا کریں گی تو آیت حجاب کا نزول ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن غیرت کی وجہ سے جمع ہوئیں تو میں نے کہا: ہوسکتا ہے اگر نبی کریم ﷺ آپ کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عزوجل ان کو آپ سے بہتر ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) عطا فرمادے گا تو اس کے مطابق آیت کا نزول ہوا۔

چوتھی حدیث مبارکہ

بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں۔ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے یعنی بدر کے قیدیوں، حجاب اور مقام ابراہیم کے متعلق ان میں میری موافقت ہوئی۔

پانچویں حدیث مبارکہ

شراب کو حرام ٹھہرانے کے متعلق اصحاب سنن اور حاکم نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ عزوجل! شراب کے متعلق ہم کو شافی بیان عطا فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کا حکم نازل فرمایا۔

چھٹی (حدیث مبارکہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرے رب عزوجل نے چار باتوں کی وجہ سے میری موافقت فرمائی جب آیت کریمہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ کا نزول ہوا تو میں نے کہا: فتبارك الله احسن الخالقين تو یہی آیت کریمہ ان الفاظ کے ساتھ اتار دی گئی۔

ساتویں (حدیث مبارکہ)

عبداللہ بن ابی کے قصہ میں صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جنازہ کے لئے کہا گیا تو آپ نے اس کے لئے قیام فرمایا تو میں بھی اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کے پاس کھڑا ہو گیا میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ ادا فرمائیں گے حالانکہ اس نے فلاں روز اس طرح کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (التوبہ:84)

آٹھویں (حدیث مبارکہ)

استغفار کے قصہ میں طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے لئے کثرت سے استغفار فرمانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے لئے استغفار کرنا یا نہ کرنا مساوی ہے تو اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط (المنافقون:6)

نویں (حدیث مبارکہ)

بدر کی طرف نکلنے کے لئے مشورہ کے متعلق یہ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدر کی طرف نکلنے کے متعلق مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خروج کا مشورہ دیا تو یہ آیت کریمہ اتری۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ص وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ٥ (الانفال:5)

دسویں (حدیث مبارکہ)

قصہ افک کے بارے میں مشورہ کرنے کے سلسلے میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افک کے متعلق مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کس نے نکاح میں دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ خیال فرماتے ہیں: آپ کے رب عزوجل نے اس معاملہ کے اندر آپ ﷺ کو حالت اشتباہ میں رکھا ہوا ہے وہ اس سے منزہ ہیں یہ تو ایک عظیم بہتان ہے تو یہ بھی اسی کے مطابق نازل ہوئی۔

گیارہویں (حدیث مبارکہ)

احمد نے اپنی سند میں روزوں میں اپنی بیوی سے جماع کے قصہ میں روایت کیا ہے:

جب حالت اشتباہ کے بعد آپ نے اپنی بیوی سے جماع کیا آغاز میں اس طرح کرنا حرام تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط (البقرہ:187)

بارہویں (حدیث مبارکہ)

اللہ تعالیٰ کا فرمان مَنْ كَانَ عَدُوًّا (البقرہ:97) کے متعلق ابن جریر وغیرہ نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

ان میں سب سے زیادہ موافقت کے قریب وہ طریق ہے جس کو ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے: ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: وہ جبرائیل علیہ السلام جو آپ کے ساتھ کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ○ (البقرہ:98)

تو یہ آیت کریمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے اتری۔

تیرہویں (حدیث مبارکہ)

آیت (فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ) کے متعلق ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابی الاسود سے روایت کیا ہے:

دو اشخاص تنازعہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے مابین فیصلہ فرما دیا جس کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمادیا اس نے کہا: ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں جب دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایک شخص نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے۔ اس نے کہا ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ بات اسی طرح ہے۔ اس نے کہا: ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا: میرے آنے تک دونوں اپنے مقام پر کھڑے رہنا تو آپ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر باہر تشریف لائے اور اس آدمی کا سر قلم کر دیا جس نے کہا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا بھاگ نکلا اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے رفیق کو قتل کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس طرح سوچتا ہی نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مومن کے قتل کی جرأت کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

(النساء:65)

تو اس شخص کا خون ضائع ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کے قتل سے بری الذمہ ہو گئے۔

چودھویں (حدیث مبارکہ)

داخل ہونے کے لئے اجازت مانگنے کے متعلق یہ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ آرام فرماتے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا آپ نے کہا: اے اللہ عزوجل! اس طرح ہونے کو حرام فرما تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

پندرھویں (حدیث مبارکہ)

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ٥ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ٥ (واقعہ:39 تا 40) کے فرمان میں موافقت ہوئی۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کا قصہ اسباب نزول میں بیان ہوگیا ہے۔

سولہویں (حدیث مبارکہ)

اذان کے بعض حصوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی موافقت ہوئی۔

ابن عدی نے الکامل میں عبداللہ بن نافع کے طریق سے روایت کیا ہے جو ان کے باپ سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں فرمایا کرتے تھے۔

اشهد ان لا اله الا الله حی علی الصلوة

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا اس کے بعد کہا کرو۔

اشهد ان محمداً رسول الله

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) اسی طرح ہی کہا کرو جس طرح عمر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں۔

سترہویں (حدیث مبارکہ)

عثمان بن سعید الدارمی نے ابن شہاب، سالم بن عبداللہ کے طرق سے روایت کیا

ہے:

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آسمان کے بادشاہ کے مدِ مقابل زمین کے بادشاہ کے لئے ہلاکت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علاوہ اس کے کہ جو خود کا محاسبہ کرے تو کعب الاحبار نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے یہ بات تورات میں ہے تو آپ سجدہ میں تشریف لے گئے۔

(الصواعق المحرقہ: ص 265 تا 270)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں چونتیس احادیث مبارکہ بیان ہو گئی ہیں بلکہ اکثر احادیث مبارکہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان ہو گئی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دال ہیں۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما

یہ حدیث بھی بیان ہو گئی ہے کہ

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر آسمان والوں کا خوش وخرم ہونا

یہ حدیث مبارکہ بھی ابھی بیان ہوئی ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوش وخرم ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مشرکین کا قول

یہ حدیث مبارکہ بھی ابھی بیان ہوئی ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا آج ہم آدھے ہو گئے ہیں اور

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اے نبی! اللہ عزوجل اور تیری پیروی کرنے والے مومنین آپ کو کافی ہیں۔

جنت میں محل

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے نیند کی حالت میں خود کو جنت میں دیکھا۔ کیا ملاحظہ کیا کہ ایک عورت ایک محل کی طرف وضو کر رہی ہے میں نے پوچھا یہ محل کس بندے کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہے تو مجھے آپ (رضی اللہ عنہ) کی غیرت یاد آئی اور میں واپس پلٹ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کھاؤں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں سفید محل کو دیکھنا

امام احمد اور شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا کہ میں جنت میں چلا گیا اچانک میں نے رمیصا میں ابوطلحہ کی بیوی کو ملاحظہ کیا اور اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا یہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ بلال (رضی اللہ عنہ) ہے پھر میں نے ایک سفید محل کو ملاحظہ کیا جس کے صحن میں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: یہ محل کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہے۔ میں اس کو دیکھنے کے لئے اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے غیرت یاد آ گئی۔

علم کے سمندر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے دودھ نوش فرمایا۔ اس کی تری میرے ناخنوں میں دکھائی دے رہی تھی پھر میں نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم۔

دین میں قوی ترین

امام احمد، شیخین، امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میں نے خواب میں ملاحظہ کیا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ قمیصیں پہنے ہوئے ہیں جو سینے تک جاتی ہیں اور بعض اس سے بھی اوپر رہتی ہیں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا وہ اپنی قمیص کو گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری: ج:1، ص:38)

اور حکیم ترمذی کی روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا تعبیر فرمائیں گے کہ ان میں سے بعض کی قمیصیں ناف تک ہیں بعض کی گھٹنوں تک اور بعض کی پنڈلیوں کے نصف تک قمیصیں ہیں۔ آپ نے جو دین کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اس پر زبر اور پیش پڑھنا دونوں طرح جائز ہے اور ایک روایت میں دین کی جگہ ایمان کا لفظ بھی بیان کیا گیا ہے اور قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قمیص دنیا میں پردہ والی جگہوں کو چھپاتی ہے اور دین ان کو آخرت میں چھپاتا ہے اور ہر مکروہ کام سے روکتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا لباس ہی اچھا ہے اور تعبیر کرنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی لمبائی اس پر دال ہے کہ قمیص والے کے آثار اس کے بعد بھی رہیں گے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے:

اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ دین جہالت کی کمزوری کو چھپاتا ہے جس طرح کہ قمیص بدن کی کمزوری کو چھپاتی ہے اور یہ جو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قمیصیں سینے تک پہنچتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ان کے دل کو نافرمانی کے باوجود کفر سے بچاتا ہے اور جو قمیص اس سے نیچے اور شرم گاہ تک ہوتی ہے اس کا مفہوم واضح ہی ہے جو شخص معصیت کی طرف جانے سے اپنی ٹانگوں کو نہیں روکتا اور جو شخص روکتا ہے وہ تمام وجوہ سے تقویٰ میں ہے اور جو اپنی قمیص کو گھسیٹتا پھرتا ہے وہ اس سے عمل خالص میں زیادہ ہو گیا ہے۔

اور عارف بن ابی جمرہ نے روایت کیا ہے:

حدیث مبارکہ میں لوگوں سے مراد اس امت کے مومنین ہیں اور دین سے مراد امر پر عمل پیرا ہونا ہے اور نواہی سے بچنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ میں عظمت ملی ہوئی ہے اس حدیث مبارکہ سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ جو شخص قمیص کو اچھی یا بری صورت میں دیکھے اس سے قمیص پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے:

دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں یہ مثال ان امثال میں سے ہے جو نیند میں مدح کے لائق اور بیداری میں شرعاً ذم کے لائق ہیں یعنی قمیص کا گھسیٹنا اس لئے کہ قمیص کے متعلق وعید آئی ہے۔

شیطان کا راستہ چھوڑ جانا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر آپ رضی اللہ عنہ چل رہے ہوں بلکہ دوسرے راستے کو لے گا۔

امت کا محدث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

میں نے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرا فلاں چیز کے متعلق یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ رضی اللہ عنہ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا یعنی سوید بن قارب۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال اس بندے کے متعلق غلطی کرتا ہے یہ بندہ جاہلیت پر تھا یا ان کا کاہن تھا اس بندے کو میرے پاس لاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بلا کر یہ بات فرمائی تو اس نے کہا میں نے آج کی طرح کسی مسلمان کو اس طرح خوش آمدید کہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تم نے مجھے کہا ہے اس پر میں آپ سے قسم اٹھواؤں گا۔ اس نے کہا میں جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تمہاری جنی جاہلیت میں تمہارے پاس لاتی تھی میں اس سے حیران نہیں ہوا۔ اس نے کہا ایک روز بازار میں وہ میرے پاس آ گئی تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا اس نے کہا: کیا تو نے جنات اور ان کے ابلیسوں کو نہیں ملاحظہ کیا۔

قلب اور زبان پر حق کا جاری ہو جانا

امام احمد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور امام ابویعلیٰ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے قلب اور زبان پر حق جاری کر دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب بھی کسی معاملہ میں لوگوں میں بات ہوئی اور آپ نے بھی اس میں حصہ لیا تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق نازل ہوا۔

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے

امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اس کو عقبہ بن عامر سے صحیح قرار دیا ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عصمت بن مالک سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شیطان کا بھاگنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

میں جن اور انس کے شیاطین کو (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) سے بھاگتے ہوئے ملاحظہ فرما رہا ہوں۔

اور امام ابن عدی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

میں نے ملاحظہ کیا کہ جن وانس کے شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگ گئے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حق کا مصافحہ کرنا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، امام ابن ماجہ اور امام حاکم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) پہلے شخص ہیں جن سے حق مصافحہ کرے گا اور ان کو سلام کہے گا اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

زبان پر حق کا جاری ہو جانا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر حق جاری فرمادیا ہے۔

نفس کی طمانیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل وزبان پر حق جاری فرمادیا ہے۔

اور ابن منیع نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اصحاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں شک وشبہ کرتے تھے کہ نفس کی طمانیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنت والوں کے چراغ

بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن عساکر نے صعب بن جثامہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر جنت والوں کے چراغ ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے فتنوں کے دروازے کا بند ہونا

بزار نے قدامہ بن مظعون اور ان کے چچا عثمان بن مظعون سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ فتنہ کو بند کرنے والے ہیں اور اپنے ہاتھ سے عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف اشارہ فرمایا

جب تک عمر رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کے مابین حیات رہے گا آپ کے اور فتنوں کے مابین مضبوطی سے دروازہ بند رہے گا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے کہ اس کی ناراضگی عزت اور رضا حکم ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

میرے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے اور بتائیے کہ اس کی رضا حکم اور اس کی ناراضگی عزت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شیطان ڈرتا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے۔

امام احمد، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریق سے روایت کیا ہے:

اے عمر (رضی اللہ عنہ) شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

آسمان کے فرشتوں کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عزت کرنا اور زمین کے فرشتوں کا خوف کھانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آسمان کے فرشتے عمر رضی اللہ عنہ کی عزت کرتے ہیں اور زمین کے تمام فرشتے عمر رضی اللہ عنہ

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) پہلے شخص ہیں جن سے حق مصافحہ کرے گا اور ان کو سلام کہے گا اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

زبان پر حق کا جاری ہو جانا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر حق جاری فرما دیا ہے۔

نفس کی طمانیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل و زبان پر حق جاری فرما دیا ہے۔

اور ابن منیع نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اصحاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں شک و شبہ کرتے تھے کہ نفس کی طمانیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنت والوں کے چراغ

بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن عساکر نے صعب بن جثامہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر جنت والوں کے چراغ ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے فتنوں کے دروازے کا بند ہونا

بزار نے قدامہ بن مظعون اور ان کے چچا عثمان بن مظعون سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ فتنہ کو بند کرنے والے ہیں اور اپنے ہاتھ سے عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف اشارہ فرمایا

جب تک عمر رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کے مابین حیات رہے گا آپ کے اور فتنوں کے مابین مضبوطی سے دروازہ بند رہے گا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے کہ اس کی ناراضگی عزت اور رضا حکم ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

میرے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے اور بتائیے کہ اس کی رضا حکم اور اس کی ناراضگی عزت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شیطان ڈرتا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے۔

امام احمد، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریق سے روایت کیا ہے:

اے عمر (رضی اللہ عنہ) شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

آسمان کے فرشتوں کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عزت کرنا اور زمین کے فرشتوں کا خوف کھانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آسمان کے فرشتے عمر رضی اللہ عنہ کی عزت کرتے ہیں اور زمین کے تمام فرشتے عمر رضی اللہ عنہ

سے خوف کھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عرفہ کے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر خصوصاً فخر فرمانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے عرفہ والوں پر عام طور پر اور عمر (رضی اللہ عنہ) پر خاص طور پر فخر فرمایا ہے۔

حق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ جہاں بھی ہوں گے حق ان کے ساتھ رہے گا۔

شیطان کا منہ کے بل اوندھا گرنا

حضرت سدیسہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کے بعد شیطان اس کو جہاں بھی ملا ہے منہ کے بل اوندھا گرا ہے۔

اسلام کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موت پر رونا چاہیے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اسلام کو عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر رونا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام لوگوں پر عام طور پر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خاص طور پر فخر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے کوئی اس طرح کا نبی نہیں بھیجا جس کی امت میں محدث نہ ہو اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! محدث کیسا ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کی زبان سے فرشتے بات کرتے ہیں۔

جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا محل ملاحظہ فرمایا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم مجھ سے پہلے جنت میں کس طرح چلے گئے جب بھی میں داخل ہوا میں نے تیری حرکت کی آواز سماعت فرمائی میں نے سونے کے ایک چوکور اور بلند محل کے پاس آ کر پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا ایک عربی شخص کے لئے ہے۔ میں نے کہا: میں عربی ہوں۔ انہوں نے کہا قریش کے ایک شخص کے لئے ہے۔ میں نے کہا: میں قریش سے ہوں۔ انہوں نے کہا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں سے ایک شخص کے لئے ہے۔ میں نے کہا: میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں یہ محل کس کے لئے ہے۔ انہوں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھول جانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں بھول نہ جانا۔

ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا۔

سچ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد سچ عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوگا۔

میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوں اور عمر (رضی اللہ عنہ) میرے ساتھ ہے اور میرے بعد حق وہیں ہوگا جہاں پر عمر (رضی اللہ عنہ) ہوگا۔

سونے کا محل

حضرت انس، حضرت جابر، حضرت بریدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک سونے کے محل میں ہوں میں نے پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا قریش کے ایک نوجوان کے لئے ہے۔ میں نے خیال کیا کہ وہ قریش کا نوجوان میں ہی ہوں گا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے۔ انہوں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! اگر مجھے تیری غیرت کا پتہ نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عمر (رضی اللہ عنہ) سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق فرما دینا

حضرت ایوب بن موسیٰ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے دل و زبان پر حق کو جاری فرما دیا ہے اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے مابین فرق فرما دیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال ہونے کے بعد مرنے کی استطاعت ہو تو مر جانا

حضرت عصمت بن مالک سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارا برا ہو جب عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائے تو تم اگر مرنے کی استطاعت رکھتے ہو تو مر جانا۔ (الصواعق المحرقہ: ص 251 تا 261)

دونوں صاحبوں کے ساتھ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور میت اٹھائے جانے سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھ رہے تھے میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا میں نے گھبرا کر مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا رحمت کی اور کہا: (اے عمر رضی اللہ عنہ) آپ نے

اپنے بعد کوئی شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کر دے گا کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ سے بہ کثرت یہ سنتا تھا میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) آئے، میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) داخل ہوئے، میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نکلے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6065)

عورتوں کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خوف کھانا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ کے پاس قریش کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں وہ رسول اللہ ﷺ سے کسی مسئلہ میں گفتگو کر رہی تھیں درآں حالیکہ ان کی آواز اونچی ہو رہی تھی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کی اجازت طلب کی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ سب خواتین اٹھ کر جلدی سے حجاب میں چلی گئیں تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی اور آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جو خواتین بیٹھی ہوئی تھیں مجھے ان پر تعجب ہوا جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو دوڑ کر حجاب میں چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ آپ ﷺ سے ڈریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ انہوں نے کہا: ہاں! تم رسول اللہ ﷺ کی بہ نسبت زیادہ سخت اور درشت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ شیطان جب بھی راستہ میں تم سے ملتا ہے تو اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6080)

اس امت کا محدث

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے تم سے پہلے پچھلی امتوں میں محدث تھے اگر اس امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔

حضرت ابن وہب فرماتے ہیں:

محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6082)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بلند درجہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں بلند درجے والے نچلے درجہ والوں کو اسی طرح دکھائی دیں گے جس طرح آسمان کے افق پر کوئی روشن ستارہ نظر آتا ہے۔ اور ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بلند درجے میں ہوں گے۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 62)

پہاڑ کا ہلنے لگ جانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب حرا پہاڑ ہلنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساکن ہو جا تم پر ایک نبی ہے، صدیق ہے اور شہید ہیں۔ اس پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ تھے۔

(اسد الغابہ: ج: 4، ص: 63)

زمین کے وزیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) (اسد الغابہ: ج:4، ص:64)

جنت کے ادھیڑ عمر والوں کے سردار

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا سامنے سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آ رہے تھے۔ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ) یہ دونوں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے سوا اولین و آخرین میں سے جنت کے تمام ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں۔ پھر مجھ سے کہا: اے علی (رضی اللہ عنہ) ان کو خبر نہ کرنا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:63)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل میں حق رکھ دیا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور دل میں حق رکھ دیا ہے۔

(اسد الغابہ: ج:4، ص:63)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے قرآن مجید کے مطابق ہوتی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب بھی کوئی واقعہ یا حادثہ ہوا اس کے متعلق ایک رائے لوگوں کی ہوتی اور ایک رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن مجید نازل ہو جاتا اس کی مثال میں انہوں نے لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (انفال:68) حجاب کے حکم اور شراب سے ممانعت کے متعلق آیات پیش کیں۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:64)

رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے بہتر شخص

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم یہ کہتے ہو تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:64)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے

حضرت عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:65)

روئے زمین میں بہتر شخص

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں قریش کے ایک خاندان کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام مسترد کر دیا پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو ان کو رشتہ دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے ایسے شخص کا پیغام مسترد کیا ہے کہ روئے زمین میں اس سے بہتر شخص نہیں ہے۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:65)

حق کو ترک نہیں کرتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اس نے میرے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کی اور مجھے دار ہجرت میں لے گئے اور اپنے مال سے بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزاد کروایا اور اللہ تعالیٰ عمر

(رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے وہ حق کہتے ہیں خواہ کڑوا ہو وہ حق کو ترک نہیں کرتے۔

(اسد الغابہ: جز: 4، ص: 66)

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کو محبت ہوگی جو مومن متقی ہوگا

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں شیعہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا اور کہا: اگر ان لوگوں کو اس کا یقین نہ ہوتا کہ آپ کے دل میں ان کی برائی ہے تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: معاذ اللہ میرے دل میں ان کی اچھائیوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں سنو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو اپنے دل میں ان کے متعلق اچھائی کے سوا اور کوئی چیز رکھتا ہو پھر وہ نماز کے بعد منبر پر بیٹھے درآں حالیکہ ان کی سفید داڑھی پر آنسو بہہ رہے تھے، پھر انہوں نے کھڑے ہو کر بہت بلیغ خطبہ دیا اور کہا: یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے ہم بری ہیں اس ذات کی قسم! جس نے سبزہ اگایا اور روح کو پیدا کیا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کو محبت ہوگی جو مومن متقی ہوگا اور ان سے وہی شخص بغض رکھے گا جو فاجر غوی ہوگا یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (دینی) بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص: 66)

خود کھانا پکا کر کھلانا

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں گشت کر رہے تھے ایک جگہ دیکھا ایک عورت گھر میں بیٹھی ہے اور اس کے اردگرد بچے بیٹھے رو رہے ہیں اور پانی سے بھری ہوئی دیگچی آگ پر رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ دیگچی آگ پر کیوں رکھی ہے؟ اس نے کہا بچوں کو بہلانے کے لئے تاکہ یہ سمجھیں کہ کھانا پک رہا ہے اور انتظار

کرتے کرتے سو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور جا کر بیت المال سے آٹا، گھی، کھجوریں، چربی، کپڑے اور درہم وغیرہ لے کر ایک بوری میں ڈالے اور اپنے غلام سے فرمایا: اسلم! یہ بوری مجھ پر لاد دو۔ اسلم نے کہا: امیر المومنین اس بوری کو میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آخرت میں اس معاملہ کے متعلق مجھ سے سوال ہوگا اس لیے یہ بوری مجھے ہی اٹھانے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے گھر گئے اور خود کھانا پکا کر ان کو کھلایا۔

(اسد الغابہ: ج:4، ص:67)

روئے زمین کے لوگوں سے علم میں زیادہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ان سے بڑھ جائے گا لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے نو حصے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں۔

(معجم الکبیر: ج:9، ص:163)

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو دنیا نے پسند کیا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دنیا کو پسند کیا اور نہ دنیا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دنیا نے پسند کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ناپسند فرمایا باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی وجہ سے اس پر پشت کے بل لیٹتے رہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:263)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا محبوب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں لپٹے ہوئے آدمی کے صحیفے میں جو نازل کیا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ

پسندیدہ ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:263)

کتاب اللہ کے زیادہ عالم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب صلحاء کا تذکرہ ہو تو عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ جلدی کیا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم میں کتاب اللہ کے زیادہ عالم اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔
(الصواعق المحرقہ: ص:263)

اسلام کی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے مدد فرما

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لوگوں پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت چار باتوں کی بناء پر ہے بدر کے دن قیدیوں کے تذکرہ کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دیا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ (الانفال:68)

حجاب کے ذکر کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردے کا حکم فرمایا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) آپ رضی اللہ عنہ ہم پر غیرت کرتے ہیں حالانکہ وحی کا ہمارے گھر میں نزول ہوتا ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا (الاحزاب:53)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی وجہ سے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اسلام کی عمر (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے سے مدد فرما اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے دینے کی وجہ سے آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت فرمائی۔ (معجم الکبیر: ج:9، ص:167)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی امارت میں شیطان قیدی

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم کہتے رہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں شیطان قیدی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کو آزاد کر دیا گیا۔ (الصواعق الحرقہ: ص: 264)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ سے مانگا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام میں جو بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو عزت بخش۔ (سنن الترمذی: ج: 13، ص: 283)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں دیگر علماء کی روایات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں دیگر علماء کی روایات درج ذیل ہیں۔

روایت نمبر: 1

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فلاں کے شہروں کو برکت دے اس نے کجی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا۔ سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو ختم کر دیا۔ دنیا سے پاک و صاف لباس اور کم عیب میں رخصت ہوا۔ خلافت کی نیکی کو حاصل کیا اور اس کے شر سے اجتناب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالایا اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرا جو ڈرنے کا حق تھا۔ (نہج البلاغہ: ص: 887)

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

(اس روایت میں) لفظ "فلاں" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کنایہ ہے میں نے نہج البلاغۃ وہ نسخہ دیکھا جو اس کتاب کے جامع رضی ابوالحسن کا لکھا ہوا ہے اس میں فلاں

کے نیچے عمر لکھا ہوا تھا۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:3)

روایت نمبر:2

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اس امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ: ج:12، ص:177)

روایت نمبر:3

روایت ہے کہ

عمر کی زبان پر وقار اور رحمت کلام کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کر دیا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:178)

روایت نمبر:4

روایت ہے کہ عمر کی دو آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جو اس کو سیدھے راستہ پر قائم رکھتا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:178)

روایت نمبر:5

روایت ہے کہ

اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:179)

روایت نمبر:6

روایت ہے کہ

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

(شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:179)

روایت نمبر:7

روایت ہے کہ

عمر (رضی اللہ عنہ) اہل جنت کا چراغ ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ: ج: 12، ص: 179)

روایت نمبر: 8

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے:

جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) زخمی ہوئے تو ان کو درد ہو رہا تھا اور وہ بے قراری کا اظہار کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے لئے پریشانی کی کوئی وجہ نہیں آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور آپ نے حضور کی صحبت اچھی طرح نبھائی پھر رسول اللہ ﷺ آپ سے رخصت ہوئے دراں حالیکہ وہ آپ سے راضی ہوئے پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور آپ نے ان کی صحبت بھی اچھی طرح نبھائی اور وہ بھی آپ سے راضی ہو کر رخصت ہوئے پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ رہے اور آپ نے ان کا اچھا ساتھ نبھایا اور اب آپ سے راضی ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا تم نے جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی صحبت کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے اور جو تم میری بے قراری کو دیکھ رہے ہو تو بخدا اگر میرے پاس تمام روئے زمین کے برابر سونا ہوتا تو میں اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے دے دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ محشر کے عذاب سے بچنے کے لئے دے دیتا۔ (شرح نہج البلاغہ: ج: 12، ص: 192)

روایت نمبر: 10

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا: اے امیر المومنین آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ بخدا آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کا غلبہ تھا آپ کی حکومت مسلمانوں کی فتح تھی اور آپ نے تمام روئے زمین کو عدل سے بھر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو؟ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے شہادت

دینے میں توقف کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہو ہاں اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں پھر انہوں نے کہا ہاں۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:192)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آیات کے نزول کے بارے میں دیگر علماء کے اقوال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آیات کے نزول کے بارے میں ان دیگر علماء کے اقوال درج ذیل ہیں:

آیت مبارکہ: 1

قرآن مجید میں ہے:

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ (الانفال:68)

اگر (اجتہادی خطاء پر معافی کا حکم) پہلے سے اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو (بدر کے کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) تم نے لیا تھا اس میں ضرور تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا قول

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا تھا حتیٰ کہ سعد بن معاذ نے آپ کے چہرے میں ناپسندیدگی دیکھی۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ پہلی جنگ ہے جس میں ہم نے مشرکین سے مقابلہ کیا ہے اور میرے نزدیک مشرکین کو قتل کر کے خون بہانا زیادہ پسندیدہ ہے۔ (حضرت) عمر بن خطاب نے کہا: یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو بے وطن کیا۔ آپ آگے بڑھ کر ان کی گردنیں اتاریں۔ علی کو فلاں کی گردن اتارنے دیں اور مجھے فلاں کی گردن اتارنے دیں کیونکہ یہ لوگ کفر کے

امام ہیں۔ ابوبکر نے کہا یہ آپ کے اہل اور آپ کی قوم ہیں ان کے ساتھ نرمی کریں اور ان کو زندہ رہنے دیں۔ آپ ان سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی۔ ابن زید نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ کے علاوہ تم میں سے کوئی نجات نہ پاتا۔

(مجمع البیان: جز: 4، ص: 859)

آیت نمبر: 2

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (توبہ: 84)

اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں۔

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (شرح نہج البلاغہ: جز: 12، ص: 55)

آیت نمبر: 3

قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ

(انفال: 67)

جب تک کہ نبی زمین پر کافروں کا خون نہ بہائے اس کے لئے ان کو قیدی بنانا مناسب نہیں۔

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر چار وجہ سے فضیلت ہے۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَـهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ط

(انفال:67)

جب تک کہ نبی زمین پر کافروں کا خون نہ بہائے اس کے لئے ان کو قیدی بنانا مناسب نہیں۔ (شرح نہج البلاغہ: ج:12، ص:57)

آیت نمبر: 4

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط

(احزاب:53)

اور جب نبی کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجاب کے متعلق ان کی رائے کے مطابق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (احزاب:53)

اور جب تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام کی دعا کی اللھم ایدالاسلام باحد الرجلین

اے اللہ عزوجل! ان دو شخصوں میں سے کسی ایک سے اسلام کی تائید کر۔

(شرح نہج البلاغہ، جز:12، ص57 تا 58)

دیگر کتب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت

دیگر کتب میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کو بتایا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔ پہلے آیت مبارکہ پیش کی جاتی ہے۔

آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ○ (تحریم:3)

اور جب نبی نے اپنی ایک زوجہ کو ایک راز کی بات بتائی پھر جب اس زوجہ نے وہ راز کسی کو بتا دیا اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار کر دیا تو نبی نے اس زوجہ کو کچھ بات بتائی اور کچھ سے اعراض کیا پھر جب نبی نے انہیں اس کی خبر دی تو وہ بولیں آپ کو کس نے بتایا؟ نبی نے کہا مجھے علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی کا قول

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

حضرت زجاج بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو انہوں نے حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) کو یہ خبر دی کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) خلیفہ ہوں گے پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس راز کو افشاء کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کی افشاء کی ہوئی خبر میں سے بعض کو انہیں بتایا اور بعض سے اعراض کیا اور جو بتایا وہ یہ تھا کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے بعد حکمران ہوں گے۔ (مجمع البیان: ج: 10، ص: 472)

شیخ ابن ابی الحدید کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

جب ہرمزان (بادشاہ) کو قید کیا گیا تو اس کو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس تستر سے مدینہ لایا گیا اس وقت اس کے ساتھ مسلمان بھی تھے جن میں حضرت احنف بن قیس اور حضرت انس بن مالک بھی تھے جس وقت ہرمزان کو مدینہ لایا گیا تو وہ اس وقت اپنی پوشاک اور تاج پہنے ہوئے تھے اس وقت انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) مسجد کی ایک جانب سوئے ہوئے تھے وہ لوگ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ان کے جاگنے کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ ہرمزان نے پوچھا عمر کہاں ہیں؟ حاضرین نے کہا یہ لیٹے ہوئے ہیں! ہرمزان نے پوچھا ان کے محافظ کہاں ہیں؟ حاضرین نے کہا: ان کا کوئی دربان اور محافظ نہیں ہے۔ ہرمزان نے کہا پھر تو اس شخص کو نبی ہونا چاہیے۔ حاضرین نے کہا یہ انبیاء کی سیرت پر عمل کرتے ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ: ج: 1، ص: 180)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے آپ کے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس پہاڑ میں زلزلہ کی طرح جھٹکے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا: اے احد ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ سے لوٹے تو انہوں نے زمین پر اپنی اونٹنی بٹھائی اور اپنی

چادر کا ایک پلو اونٹنی پر ڈال کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ عزوجل! میری عمر زیادہ ہوگئی اور میری قوت کم ہوگئی اور میری رعیت بہت پھیل گئی اب میری روح قبض کر لے درآں حالیکہ مجھے ضائع کرنا اور نہ مجھ میں افراط کرنا۔ اس دعا کے بعد ابھی ذوالحجہ کا ماہ ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیئے گئے اور اس کے بعد شہید ہو گئے۔

حضرت ابورافع سے روایت ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو چکیاں بناتا تھا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس سے ہر روز چار درہم بطور خراج لیتے تھے۔ ابولولو کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اے امیر المومنین! مغیرہ مجھ سے زیادہ خراج لیتے ہیں ان سے کہیں اس میں کچھ تخفیف کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور اپنے مالک سے اچھا سلوک کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیت یہ تھی کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے تخفیف کے لئے کہیں گے وہ غلام غضب ناک ہوا اور اس نے (دل میں) کہا ساری دنیا میں عدل کرتے ہو اور میرے ساتھ عدل نہیں کرتے اور اپنے دل میں ان کے قتل کا منصوبہ بنایا پھر ایک دو دھاری زہر آلود خنجر تیار کیا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو یہ آپ کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اقیموا صفوفکم۔ اپنی صفیں درست کرو اور ابھی اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ ابولولو نے خنجر کا ایک وار کندھے پر اور دوسرا وار کوکھ پر کیا۔ ایک قول یہ ہے: چھ وار کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے وہ خنجر چلاتا ہوا بھاگا اس کے خنجر سے تیرہ آدمی زخمی ہوئے جن میں سات موقع پر شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے جایا گیا۔

حضرت محمد بن سعد سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھبیس ذوالحجہ 23ھ بدھ کے دن زخمی کیا گیا اور اتوار کے دن یکم محرم الحرام 24ھ کو آپ کا وصال ہو گیا اسی دن آپ کو دفن کیا گیا۔ دس سال، پانچ ماہ

اور اکیس دن آپ کی خلافت رہی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

جب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے آتے تو وہ آپ کی مدح اور تعریف کرتے۔ ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو بشارت ہو۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہوئی۔ اسلام لانے میں آپ نے سبقت کی پھر خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے عدل کیا اور اب شہادت کا مرتبہ پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے مجھے اجر ملے اور نہ مجھ سے مواخذہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سلام عرض کرتا ہے۔ دیکھو! امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ اب میں مومنین کا امیر نہیں ہوں۔ ان سے کہنا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اپنے صاحبوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں، یہ پیغام سن کر فرمایا میں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا تھا لیکن آج میں عمر (رضی اللہ عنہ) کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام سن کر فرمایا: جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کو لے جانا اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو سلام عرض کر کے دوبارہ اجازت طلب کرنا اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص72 تا 77)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کب اور کیسے ہوئی

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسیب سے حاکم نے روایت کیا ہے:

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جب منیٰ سے روانہ ہوئے اور ابطح میں ٹھہرے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کمر سیدھی کر کے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا: اے اللہ عزوجل! میری عمر

زیادہ ہوگئی ہے اور بہت کمزور ہو گیا ہوں اور میری رعایا بکھر گئی ہے مجھے اس حال ہی میں اٹھالے کہ میں نہ ضیاع کرنے والا بنوں اور نہ حد سے زیادہ بڑھنے والا۔ حال ہی میں ذوالحجہ کا ماہ گزرا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا:

مجھے تو علم ہوا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت پا کر قتل کیے جائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عرب کے جزیرہ میں رہ کر میں شہادت کس طرح پا سکتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ عزوجل! مجھے راستے ہی میں شہادت دے دے اور میری موت تیرے رسول کے شہر مقدس میں ہو۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو چونچے مارے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ موت مجھ تک پہنچ چکی ہے اور لوگ مجھ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہ فرمائے گا اگر مجھے جلدی سے موت آ گئی تو ان چھ اشخاص کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ نپٹا لینا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک راضی رہے۔

ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ مقرر نہیں فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارا برا کرے تو نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی وجہ سے بات نہیں کی میں ایسے بندے کو خلیفہ قائم کروں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ اس نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں طلاق دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اس کو کہو کہ وہ اس سے رجوع کر لے۔ آپ رضی اللہ عنہ نوجوان لڑکوں

کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت نہ دیتے تھے، حتیٰ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو کہ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ ان کے پاس ایک نوجوان لڑکا ہے جو لوگوں کو فائدے کے لئے بہت سے اچھے کام جانتا ہے جس طرح کہ آہن گری، نقاشی، تجارت اور چکی بنانا اور اس کے علاوہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت عطا فرمادی۔ اس کا نام ابولؤلؤ تھا۔ اور وہ شخص مجوسی تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکوہ لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کرتے ہیں یعنی ہر دن کے چار درہم۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا ٹیکس تو زیادہ ہی نہیں تو یہ سن کر وہ غصہ میں واپس چلا گیا اور لوگوں میں اس نے یہ بات عام کردی کہ وہ میرے علاوہ باقی تمام کے ساتھ انصاف کیا کرتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہلا بھیجا اور فرمایا کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو نہ بتاؤں کہ تو کہتا ہے: اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو ہوا سے پیسے تو اس نے تیور بدل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تمہارے لئے اس طرح کی چکی بناؤں جس کے متعلق لوگ کلام کریں گے جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس غلام نے ابھی دھمکی دی ہے اور وہ واقعی دھمکی تھی اس نے اپنے دل کے اندر قتل کا منصوبہ بنالیا ایک خنجر بنایا اور اس کو تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے جگانے کے لئے تشریف لائے آپ رضی اللہ عنہ احرام سے قبل لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا فرمایا کرتے تھے ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر اس خنجر سے آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے اور کولہے پر تین وار کئے جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لے آئے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تیرہ شخص بھی زخمی ہوئے جن میں چھ تو مر گئے۔ ایک عراقی شخص نے اس پر کپڑا ڈالا جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کرلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچایا گیا سورج اس وقت چڑھنے والا ہی تھا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبیذ پلایا گیا جو زخم کے راستے

سے باہر نکل گیا لیکن معلوم نہ ہوسکا پھر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا وہ بھی زخم کے راستے سے نکل گیا۔ لوگوں نے کہا: کوئی پریشانی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر قتل ہونا پریشانی کی بات ہے تو میں قتل ہو گیا ہوں اس پر لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بے مثال تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح خروج کروں کہ میرے ذمہ کسی کا کچھ نہ ہو اور میں اپنے واسطے کچھ نہیں چاہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میری سلامتی کی وجہ ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر میرے پاس زمین کے برابر سونا ہوتا تو میں اس ڈر کی وجہ سے فدا کر دیتا جو بظاہر ہو چکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم پر ایک مکمل مجلس شوریٰ بنائی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور چھ اشخاص کو تین دن کی مہلت عطا فرمائی آپ رضی اللہ عنہ بدھ کے دن زخمی ہوئے اور 23ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور اتوار کے دن آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کیا گیا۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن سورج گرہن لگ گیا اور جنات نے آپ رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں نہ ہوئی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میرے قرض کا حساب کرو۔ حساب کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پر چھیاسی ہزار روپے قرض سامنے آیا۔ ارشاد فرمایا اگر عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مال وفا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے ورنہ بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کرو عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جا کر پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اس جگہ کو اپنی خاطر چھوڑا ہوا تھا مگر آج میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آکر بتایا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اجازت عطا فرمادی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ وصیت فرمائیں اور خلیفہ مقرر فرمائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان چھ اشخاص سے زیادہ کسی کو خلافت کا زیادہ مستحق نہیں جانتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک ان سے راضی تھے' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان چھ کے نام لئے پھر ارشاد فرمایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مشاورت میں حاضری دیا کرے گا لیکن خلافت کے اندر اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اگر سعد رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جائے تو وہ اس کا حق دار ہے ورنہ جو خلیفہ بن جائے وہ اس سے مدد لے لے میں نے اس کو عجز اور ضیافت کی وجہ سے معزول نہیں کیا پھر ارشاد فرمایا میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو خوف خداوندی اختیار کرنے اور مہاجرین و انصار اور اہل امصار سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ وصیت میں اور بھی اسی طرح کی باتیں تھیں جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ اجازت مانگتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کو اندر لے آؤ اندر لے جا کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے رفیقوں کے ساتھ لٹا دیا جب آپ رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت پالی تو واپس آکر (خلیفہ کو منتخب کرنے کے لئے) جمع ہوئے۔ (الصواعق المحرقہ: ص 280 تا 283)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت بھی اپنے والد محترم سے پہلے کی۔ آپ رضی اللہ عنہ قیام اللیل اور صیام النہار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے احوال کے متعلق درج ذیل علماء کرام کے اقوال ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام زینب بنت مطعون بنت مظعون بن حبیب جمحیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے ساتھ اسلام لائے اس وقت وہ کم سن اور نابالغ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی اس پر اتفاق ہے کہ وہ غزوہ بدر میں نہیں تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ اس غزوہ میں شریک تھے۔

اور ایک قول یہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ سفر میں اس جگہ ٹھہرتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت کے نیچے اترتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اور فقہ میں اس قدر ماہر نہ تھے۔ دینی معاملات میں بہت محتاط تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت احتیاط کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملہ میں نہیں پڑے حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت امید تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بہت میلان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتنوں میں سے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں کہا مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کثرت کے ساتھ حج کیے اور صدقہ و خیرات بہت زیادہ کرتے تھے بعض اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کرتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وصال فرما گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو کہا: وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھو دے۔ حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک دن اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔ حجاج نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے اس

جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھو دے اس زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھیاسی سال تھی۔

(اسد الغابہ: ج:3، ص227 تا 230)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی عدوی ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایمان لائے۔ بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے۔ حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ چودہ سال کے تھے۔ بڑے عابد، زاہد، محتاط اور متبع سنت تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کر لیا سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔

حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں:

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا متقی، ابن عباس (رضی اللہ عنہما) جیسا عالم نہ دیکھا۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کیے۔ ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور تہتر 73 میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حل میں دفن کیا جائے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ ذی طویٰ میں دفن کیے گئے مہاجرین کے قبرستان میں۔

پ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورج تیرا انتظار نہ کرے گا وہ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا کر دوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو ایسا کر سکتا ہے کہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ ان وجوہ سے حجاج آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگا۔ اس نے ایک شخص سے کہا اس نے زہریلا نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے تلوے میں چبھو دیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی۔ چوراسی یا چھیاسی سال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پانچ سال قبل پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلے خنیس ابن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے بدر میں حاضر ہوئے اور مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5122)

زوجیت کا شرف

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان میں نکاح فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ازواج مطہرات سے نکاح فرمایا اور ان کی رخصتی بھی ہوئی یا جن سے نکاح فرمایا اور ان کی رخصتی نہیں ہوئی ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

1- سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

2- پھر حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

3- پھر حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

4- پھر حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

5- پھر حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

6- پھر حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یہ غزوہ المریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں۔

7- پھر حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

8- پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

9- پھر حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یہ بنو قریظہ سے تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ بنو نضیر سے تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو قید کیا پھر ان کو آزاد کر کے چھ ہجری میں ان سے نکاح کیا۔

10- پھر حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ صحابیات میں ان کے سوا اور کسی کا نام رملہ نہیں ہے۔

11- پھر حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ سات ہجری میں غزوہ خیبر میں گرفتار ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب کر لیا اور ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

12- پھر ذوالقعدہ سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

13- حضرت فاطمہ بنت الضحاک رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا۔

14- حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وصال کے وقت آپ ﷺ کی نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں اور کل گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں اور دو باندیاں تھیں۔ باقی وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن سے آپ ﷺ نے نکاح کیا اور ان کی رخصتی بھی ہوئی یا جن سے صرف نکاح ہوا ان کی تعداد اٹھائیس ہے۔

1- حضرت ریحانہ بنت زید

2-حضرت الکلابیہ

ان کے نام میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا نام عمرہ بنت زید ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

ان کا نام العالیہ بنت ظبیان ہے۔

حضرت زہری نے کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے العالیہ بنت ظبیان سے نکاح کیا اور رخصتی بھی ہوئی پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

رخصتی نہیں ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہی فاطمہ بنت الضحاک ہیں۔

حضرت زہری نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا رخصتی کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

3-حضرت اسماء بنت النعمان

ان سے نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا اور ان کو بلایا تو انہوں نے کہا آپ خود آئیں تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے ہی آپ سے پناہ طلب کی تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ بنت قیس ہیں جو الاشعث بن قیس کی بہن ہیں ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا تھا پھر وہ حضرموت چلے گئے اور ان کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں ان کو نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی بہن کو ان کے شہر واپس بھیج دیا اور خود اسلام سے مرتد ہو گئے اور ان کی بہن بھی مرتدہ ہو گئیں۔

4- ملیکہ بنت کعب اللیثی

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ہی آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ نے ان سے عمل تزویج کیا تھا پھر یہ آپ ﷺ کے پاس ہی فوت ہو گئیں لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

5- حضرت اسماء بنت الصلت السلمیہ

ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام سبا ہے نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا اور یہ رخصتی سے پہلے فوت ہو گئی تھیں۔

6- حضرت ام شریک ازدیہ ان کا نام عزبہ ہے نبی کریم ﷺ نے دخول سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی اور یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس نبی کریم ﷺ کو ہبہ کیا تھا یہ نیک خاتون تھیں۔

7- خولہ بنت ہذیل

ان سے نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا پھر آپ ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔

8- شراف بنت خالد

دحیہ کلبی کی بہن ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔

9- لیلیٰ بنت الخطیم

رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ غیرت والی تھیں انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ نکاح فسخ کر دیں سو آپ نے نکاح فسخ کر دیا۔

10- حضرت عمرہ بنت معاویہ الکندیہ

اس سے پہلے یہ آپ تک پہنچیں نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی۔

11- حضرت الجندعیہ بنت جندب

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور عمل تزویج نہیں کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کے ساتھ عقد نہیں ہوا تھا۔

12- حضرت الغفاریہ

ایک قول یہ ہے کہ یہی السنا ہیں نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفید داغ دیکھا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر چلی جاؤ۔

13- حضرت ہند بنت زید۔ ان سے بھی آپ نے دخول نہیں کیا۔

14- حضرت صفیہ بنت بشامہ

آپ نے ان کو قید کیا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اختیار دیا آپ نے فرمایا: تم چاہو تو میں تم سے نکاح کر لوں انہوں نے اجازت دے دی آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

15- حضرت ام ہانی

ان کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے کہا میں بچوں والی عورت ہوں۔ اور عذر پیش کیا نبی کریم ﷺ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا۔

16- حضرت ضباعہ بنت عامر

نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ یہ بوڑھی ہیں تو

آپ نے ارادہ ترک کر دیا۔

17- حمزہ بنت عون المزنی

نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا ان کے والد نے کہا ان میں کوئی عیب ہے حالانکہ ان میں کوئی عیب نہ تھا پھر جب ان کے والد ان کے پاس گئے تو ان کو برص ہو گیا تھا۔

18- حضرت سودہ قریشہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ بھی بچوں والی تھیں آپ نے ان کو ترک کر دیا۔

19- حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب

ان کو نبی کریم ﷺ پر پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

20- حضرت عزہ بنت ابی سفیان بن حرب

ان کو ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ پر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: چونکہ ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں ہیں اس لئے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

21- حضرت کلبیہ

ان کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اتنی لمبی عورت کوئی نہیں دیکھی تو آپ نے ان کو چھوڑ دیا۔

22- عرب کی ایک عورت تھیں جس کا نام نہیں ذکر کیا گیا آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا۔

23- حضرت درہ بنت ابی سلمہ

ان کو آپ پر پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

24-حضرت امیمہ بنت شراحیل

ان کا ذکر صحیح البخاری میں ہے:

25-حضرت حبیبہ بن سہیل الانصاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا تھا پھر ترک کر دیا۔

26-حضرت فاطمہ بنت شریح

ابو عبید نے ان کا آپ کی ازواج میں ذکر کیا ہے۔

27-العالیہ بنت ظبیان

رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ آپ کے پاس کچھ عرصہ رہیں پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔ (عمدۃ القاری: جز: 3: ص 320 تا 321)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ناراضگی کا سبب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں کافی عرصہ سے یہ سوچ رہا تھا کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق سوال کروں لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان سے سوال نہیں کر پا رہا تھا حتیٰ کہ وہ حج کے لئے روانہ ہوئے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا واپسی میں وہ ایک جگہ قضاء حاجت کے لئے گئے جب وہ فارغ ہو کر آئے تو میں نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سے وہ کون سی دو بیویاں تھیں جنہوں نے آپ سے موافقت نہیں کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ایک سال سے یہ چاہ رہا تھا کہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے سوال نہیں کر سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو جس چیز کے متعلق بھی تمہیں خیال ہو کہ مجھے اس کا علم ہوگا تم اس کے متعلق مجھ سے سوال کر لیا کرو اگر مجھے اس کے متعلق علم ہوگا تو میں تم کو

ضرور بتاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وہ حقوق نازل کئے جو نازل کئے اور ان کے متعلق وہ تقسیم کی جو تقسیم کی اسی اثناء میں ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کسی کام کے لئے کہا تو اس نے کہا تم اس طرح کر لو۔ میں نے کہا میں نے تم کو جس کام کا کہا ہے تم وہ کام کرو تم اس میں اور باتیں کیوں کر رہی ہو؟ اس نے کہا تعجب ہے اے ابن الخطاب! تم نہیں چاہتے کہ تمہیں جواب دیا جائے حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دن غصہ میں گزارتے ہیں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے چادر اپنی جگہ سے اٹھائی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور کہا: اے بیٹی! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا دن غصہ میں گزارتے ہیں؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم آپ کو ضرور جواب دیتی ہیں۔ میں نے کہا: کیا تم جانتی ہو کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے ڈرا رہا ہوں: اے بیٹی! تم اس دھوکے میں نہ آنا جس کا حسن و جمال آپ کو پسند ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں پھر میں ان کے پاس سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا کیونکہ میری ان سے قرابت تھی میں نے اس سلسلہ میں بات کی انہوں نے کہا تعجب ہے اے ابن الخطاب! تم ہر چیز میں دخل دیتے ہو حتیٰ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بھی مداخلت کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے مجھ سے اس قدر شدید مواخذہ کیا کہ میں نے اپنے دل میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو سمجھانے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس پر عمل نہیں کیا پھر میں ان کے پاس سے چلا گیا ادھر میرا پڑوسی ایک انصاری تھا۔ ہم دونوں باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تھے ایک دن وہ جاتا اور اس دن نازل ہونے والے احکام کی خبر لے کر آتا اور ایک دن میں جاتا۔ ان دنوں ہمیں غسان کے بادشاہ کی طرف سے خطرہ تھا کہ وہ ہم پر حملہ کرنے والا ہے ایک دن میرے پڑوسی انصاری نے آ کر زور سے دروازہ

کھٹکھٹایا اور کہا۔ کھولو! کھولو! میں نے پوچھا: کیا غسانی نے حملہ کر دیا۔ اس نے کہا اس سے بھی بڑی بات ہوگئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر افسوس ہے۔ میں اپنے کپڑے بدل کر وہاں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ اپنے بالا خانے پر تھے جس کی طرف سیڑھی سے راستہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کا سیاہ فام غلام اس کے ڈنڈے پر بیٹھا تھا۔ میں نے کہا یہ عمر بن الخطاب ہے آپ سے کہو وہ ملنے کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ قصہ سنایا۔ جب میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول سنایا تو رسول اللہ ﷺ مسکرائے رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ کے نیچے اور کوئی چیز نہیں تھی اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کی طرف درخت کے پتے تھے اور آپ کے سر کے پاس ایک کچی کھال لٹکی ہوئی تھی اور میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے میں رونے لگا۔ آپ نے پوچھا: اے ابن الخطاب! کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کسریٰ اور قیصر کتنے عیش و آرام میں ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ کا یہ حال ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4913)

امام بخاری نے کتاب المظالم والغصب میں یہ حدیث زیادہ تفصیل سے ذکر کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ج" (التحریم: 4) کی تفسیر میں فرمایا۔ میرے پڑوسی نے آکر مجھے بتایا کہ عظیم حادثہ ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حفصہ (رضی اللہ عنہا) تو ناکام اور نامراد ہو گئی مجھے پہلے ہی یہ خطرہ تھا کہ ایسا ہونے والا ہے۔ میں نے اپنے کپڑے بدلے اور نماز فجر نبی کریم ﷺ کے ساتھ

پڑھی۔ نبی کریم ﷺ اپنے بالا خانے میں گئے اور وہاں الگ رہے۔ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا: اب کیوں رو رہی ہو؟ کیا میں نے تم کو اس خطرہ سے پہلے آگاہ نہیں کیا تھا کیا تم کو رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے پتہ نہیں۔ آپ وہاں اس بالا خانے میں ہیں۔ پس میں باہر آیا اور منبر کے پاس گیا وہاں لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رو رہے تھے میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا پھر میں اپنے خیالات سے مجبور ہو کر اٹھا اور پھر بالا خانہ پر گیا پھر اسی طرح ماجرا ہوا اور میں پھر منبر کے پاس جا کر لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا پھر میں اپنے دل سے مجبور ہو کر اٹھا اور اس سیاہ فام غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا: جاؤ عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے اجازت طلب کرو پھر اسی طرح ہوا جب میں واپس جانے لگا تو وہ غلام مجھے بلا رہا تھا اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے اس وقت آپ ﷺ ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں تھا اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے اور چمڑے کے ایک تکیہ سے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی پھر میں نے کھڑے ہوئے آپ کو سلام کیا پھر میں نے پوچھا: کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے اسی طرح کھڑے ہوئے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ ﷺ مجھے دیکھیں۔ ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے پھر ہم مدینہ منورہ آئے اور یہاں کی عورتیں اپنے مردوں پر غالب رہتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ مسکرائے۔ پھر میں نے کہا: کاش! آپ کو معلوم ہوتا تو میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے کہا: تم کو یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تمہاری سہیلی تم سے زیادہ حسین و جمیل ہے اور نبی کریم ﷺ کو زیادہ محبوب ہے ان کی مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ دوبارہ مسکرائے جب میں نے آپ ﷺ کو دوبارہ مسکراتے ہوئے دیکھا تو میں بیٹھ گیا پھر میں نے گھر میں نظر

ڈالی سو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو میری نظر کو لوٹاتی وہاں صرف تین کچی کھالیں تھیں۔ میں نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کی امت کو خوش حال کر دے کیونکہ فارس اور روم پر تو بہت خوش حالی ہے ان کو دنیا دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تم شک میں ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی اچھی چیزیں دنیا میں ہی دے دی گئی ہیں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے مغفرت طلب کیجئے۔ نبی کریم ﷺ اس وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ ہو گئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی راز کی بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی تھی اور آپ نے فرمایا: میں ایک ماہ تک ان ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ آپ کو ان پر بہت رنج تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب کیا تھا جب انتیس دن گزر گئے تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی اور ان کے پاس گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور میں تو ایک ایک رات گن کر گزار رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر آپ پر آیت تخییر نازل کی گئی تو میں وہ پہلی عورت تھی جس سے آپ نے ابتداء کی اور فرمایا: میں تم سے ایک بات ذکر کر رہا ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کر لو حالانکہ آپ۔ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے پھر آپ۔ نے الاحزاب: 28، 29 کی تلاوت فرمائی۔ میں نے کہا: کیا میں اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی میں اللہ تعالیٰ کا، اس کے رسول کا اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا تو باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح کہا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2468)

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ اس بات سے ناراض ہوئے تھے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے راز کی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادی تھی اس لئے آپ نے ایک ماہ کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور الاحزاب: 28، 29 میں جو آیت تخییر نازل ہوئی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ سے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا تھا اس پر ناراض ہو کر آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے وہ رسول اللہ ﷺ سے آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی سو ان کو بھی اجازت دی گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ ﷺ افسردہ اور خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میں ضرور کوئی بات کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو ہنساؤں گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ ﷺ دیکھتے کہ بنت خارجہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرے اور میں اس کی گردن مروڑ دوں۔ سو رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: ان کو جو تم میرے گرد بیٹھا ہوا دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہیں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن مروڑنے لگے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن مروڑنے لگے اور وہ دونوں سے کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم آئندہ رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں

کریں گی جو آپ ﷺ کے پاس نہ ہو پھر رسول اللہ ﷺ ایک ماہ یا انتیس دن اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ رہے تب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے! اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ! میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی اور فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کر رہا ہوں مجھے یہ پسند ہے کہ تم اس میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں آپ ﷺ کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی بلکہ میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں اور میں آپ ﷺ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو میرے فیصلہ کے متعلق نہ بتائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے جس نے بھی اس کے متعلق سوال کیا میں اس کو بتا دوں گا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ دشوار بنا کر بھیجا نہ ہی دشواری میں ڈالنے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے تعلیم دینے والا اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4786)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اختیار دینے کے سبب میں بھی اختلاف ہے اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے ملک اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تھا تو آپ نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار کر لیا تھا سو اس نہج پر آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیں تا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حال بھی آپ کی مثل ہو۔

2- ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ کے اوپر غیرت کی تھی تو آپ نے ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی تھی۔

3- ایک دن وہ سب ازواج آپ کے پاس جمع ہوئیں اور آپ سے اچھے کپڑے اور اچھے زیورات کا مطالبہ کیا۔

4- ان میں سے ہر ایک نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا جو آپ کے پاس نہیں تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے معلم کا مطالبہ کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے یمن کے حلوں کا مطالبہ کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مصر کے کپڑوں کا مطالبہ کیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے سر پر باندھنے کے کپڑے کا مطالبہ کیا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خیبر کی چادر کا مطالبہ کیا البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ (عمدۃ القاری: جز: 19، ص 166 تا 167)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی سوانح عمری

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں آپ رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام زینب بنت مظعون ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خنیس ابن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں ان کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوہ بدر کے بعد خنیس فوت ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ہی کہا اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دیا۔ چنانچہ تین ہجری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق دے دی تھی مگر پھر رجوع فرمایا کیونکہ وحی الٰہی آئی کہ حفصہ (رضی اللہ عنہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں جنت میں بھی وہ بہت نمازی قائم اللیل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔ شعبان 45 پینتالیس میں وفات ہوئی مدینہ منورہ قبر انور ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 870)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور داماد ہیں۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء ہی میں مسلمان ہو گئے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے چوتھا تھا جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاجزادی حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاجزادی حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا آپ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری تیسری صاجزادی ہوتی میں اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ان سب کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دے دیتا حتیٰ کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہتی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کی خاطر بہت زیادہ قربانیاں دیں اور ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش رکھتے تھے حتیٰ کہ دین اسلام کی خاطر شہید ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے اس قدر احادیث مبارکہ روایت نہیں جس قدر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے روایت ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل وسوانح عمری حسب ذیل ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام ونسب

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص:376)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسب عبد مناف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب عبد مناف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔(اسد الغابہ: ج:3،ص:376)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور ایک قول ہے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمر ہے۔(اسد الغابہ: ج:3،ص:376)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسلام کی ابتداء ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام کی ابتداء ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص:376)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قدیمی اسلام یافتہ ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:287)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام سے مسلمان ہونا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی تو آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی اور آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:376)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام پر اسلام لے آئے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:287)

اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے شخص تھے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے شخص تھے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے کہ میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص تھا۔

(اسد الغابہ: ج:3، ص:376)

کن کے بعد اسلام قبول کیا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:39، ص:26)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں لے جانا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں لے گئے تو آپ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا اوران کواسلام کے احکام بیان کئے تو یہ سب مسلمان ہو گئے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریش کے لوگ آتے رہتے تھے ان لوگوں میں سے جن پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کوزیادہ وثوق اور اعتماد تھا ان کو وہ اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا اور ان کو اسلام کے احکام بیان کئے سو یہ سب مسلمان ہو گئے۔

(اسد الغابہ: ج:3، ص:376)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح فرما دیا۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:376)

حسین وجمیل جوڑا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گوشت کا ایک بڑا پیالہ دے کر حضرت عثمان

غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جب میں آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں میں کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صورت کو دیکھتا تھا۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے واپس ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ اے اسامہ (رضی اللہ عنہ)! عثمان کے گھر کے اندر تم گئے تھے؟ میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جی ہاں! میں گھر کے اندر گیا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے ان میاں بیوی سے حسین و خوبصورت کسی میاں بیوی کو دیکھا ہے؟

میں نے کہا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبھی نہیں دیکھا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث:36252)

دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے نکاح

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا تو گویا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے نکاح ہوا۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں دیا جب یہ بھی وفات پا گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری تیسری صاحبزادی ہوتی تو میں اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص:377)

ذوالنورین کا لقب کیسے ہوا؟

امام احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ جعفی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ

مجھ سے میرے ماموں حضرت حسین جعفی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین کیوں ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں نہ آئیں اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

(سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 13427)

غزوہ بدر میں مسلمانوں کے فتح پانے کی خوشخبری لے کر جس وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا جا رہا تھا ان کے انتقال فرما جانے کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تو ان کا بھی 9 ہجری میں وصال ہو گیا غرض یہ کہ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء: ص: 118)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

جس دن سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ میں سپرد خاک کیا گیا اس دن ایک شخص مسلمانوں کی نصرت کی خوشخبری لے کر آیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دی۔ حضرت سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے نویں سال میں ہوئی تھی۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

کون شخص نہیں جانتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور شخص کے ساتھ نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح ہوا ہو اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص: 287)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادہ عبداللہ پیدا ہوا جو چھ سال کی عمر پا کر 4ھ میں راہ فردوس ہو گئے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا وہ چھ سال کی عمر کو پہنچ کر 4ھ میں راہی فردوس ہوئے۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص:377)

حضرت سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی 923ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک صاحبزادہ حضرت سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوا تھا جن کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا وہ اپنی ماں کے بعد چھ برس کی عمر پا کر انتقال فرما گئے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(مواہب اللدنیہ وشرح الزرقانی: ج:4،ص:327)

غزوہ بدر میں شرکت نہ کرنے کے باوجود پھر بھی بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنفسہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ ان کی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا مرض الموت میں مبتلا تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا اور جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکوں پر فتح حاصل ہوئی اس دن حضرت سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدر کے مجاہدین میں شمار کیا اور ان کو مال غنیمت سے حصے اور اجر میں شریک کیا۔ (اسد الغابہ: ج:3،ص:377)

مال غنیمت عطا فرمانا

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے آپ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کے لئے نہ جا سکے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے جنگ بدر کے مال

غنیمت سے حصہ کو قائم فرمایا گیا اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شامل ہوانے والوں میں شمار کیا گیا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 287)

اگر میری چالیس صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیتا

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ان سب کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی زوجیت میں دے دیتا حتیٰ کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہتی۔

(اسد الغابہ: جز: 3، ص: 377)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دو بار ہجرت فرمانا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک بار حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو بار ہجرت کی۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف تھی اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف تھی۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 287)

اوس بن ثابت کے ہاں قیام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو اوس بن ثابت کے ہاں قیام فرمایا۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی

حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ مکرمہ آ گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی جب مدینہ منورہ پہنچے تو حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں قیام کیا۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:376)

سب سے پہلے ہجرت کرنے والے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ مقدس صحابی ہیں جنہوں نے اہل و عیال کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے اول شخص ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ ہو۔ (الصواعق المحرقہ: ص:288)

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اول مہاجر

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے مہاجر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔ (الصواعق المحرقہ: ص:288)

مذہب اسلام کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

محمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کا پورا خاندان بھڑک اٹھا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا چچا حکم بن ابی العاص اس قدر ناراض اور برہم ہوا کہ آپ کو پکڑ کر ایک رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر ایک دوسرا نیا مذہب اختیار کرلیا ہے جب تک تم اس نئے مذہب کو نہیں چھوڑو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے اسی طرح باندھ کر رکھیں گے۔

یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مذہب اسلام کو میں کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ کبھی اس دولت سے دست بردار ہوسکتا ہوں میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یہ ہوسکتا ہے مگر دل سے دین اسلام نکل جائے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حکم بن ابی العاص نے جب اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کا استقلال دیکھا تو مجبور ہوکر آپ کو رہا کردیا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:39،ص:26)

دین کی خاطر قربانی

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ابن سعد سے روایت ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر مضبوط طریقہ سے باندھ دیا اور کہا اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے نئے دین کو چاہتے ہو جب تک تو اس دین کو نہیں ترک کرے گا اس وقت تک میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا جب حکم نے آپ رضی اللہ عنہ کے دین میں آپ رضی اللہ عنہ کی پختگی کو ملاحظہ کیا تو چھوڑ دیا۔ (الصواعق المحرقہ: ص:288)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وصورت میں مشابہت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا تو ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تمہارے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد محترم (سیّدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ سے شکل و صورت میں بہت مشابہ ہیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 36220)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارکہ

امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ درمیانے قد کے خوبصورت شخص تھے۔ رنگ میں سفیدی کے ساتھ سرخی بھی شامل تھی۔ چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ جسم کی ہڈیاں چوڑی تھیں۔ کندھے کافی پھیلے ہوئے تھے۔ پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ ہاتھ لمبے تھے جن پر کافی بال تھے۔ داڑھی بہت گھنی تھی۔ سر کے بال گھنگھریالے تھے۔ دانت بہت خوبصورت تھے اور سونے کے تار سے بندھے ہوئے تھے۔ کنپٹیوں کے بال کانوں کے نیچے تک تھے اور پیلے رنگ کا خضاب کیا کرتے تھے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج: 39، ص: 26)

سب سے زیادہ حسین

امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حزم مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میں نے عورتوں اور مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ حسین اور خوبصورت نہیں پایا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 39، ص: 17)

جنت کی بشارت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں مدینہ منورہ کے ایک باغ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ ایک صاحب آئے اور اس باغ کا دروازہ کھلوایا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول دو اور

آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دو میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی بشارت دی اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد وثناء بیان کی پھر ایک صاحب آئے اور انہوں نے دروازہ کھلوایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا: ان کے لئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو بھی جنت کی بشارت دیدو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سے مطلع کیا۔ انہوں نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: آنے والے کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے ان مصیبتوں پر جو اس شخص کو پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خوشخبری دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ان کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا اور ارشاد فرمایا: آنے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3695)

فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں رانیں یا دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور باتیں کرتے رہے پھر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ کر باتیں کرتے رہے جب وہ سب چلے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کا کچھ خیال نہیں کیا اور نہ ان کی کوئی پرواہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے درست کر لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص سے کیسے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6087)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حیاء دار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسی حالت میں آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی حالت میں اجازت دی وہ بھی اپنی حاجت پوری کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اپنے کپڑے درست کر لو۔ پھر میں اپنی حاجت پوری کر کے چلا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اس قدر نہیں گھبرائے جس قدر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گھبرا گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ ایک حیاء دار مرد ہیں اور مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں نے اسی حالت میں ان کو اجازت دے دی تو وہ مجھ سے اپنی حاجت بیان نہیں کریں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6088)

مصائب کے ساتھ جنت کی بشارت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر باہر آئے اور کہا میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا اور آج سارا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاروں گا وہ مسجد میں گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا۔ حاضرین نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں طرف گئے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پوچھتے پوچھتے گیا حتیٰ کہ حضور اریس کنویں میں داخل ہو گئے میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ لکڑی کا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے بعد وضو کیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اریس کنویں کے وسط میں ٹانگیں اقدس لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور پھر جا کر دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا۔ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے؟ انہوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں نے کہا ٹھہرو! پھر میں گیا اور میں نے کہا یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو پھر میں آیا اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: جائیں آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا میں پھر واپس جا کر دروازے پر بیٹھ گیا میں اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا تھا میں نے دل میں سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کو بھی بھیج دے گا اچانک کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ میں نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! میں نے کہا ٹھہریئے۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور کہا اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت

طلب کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دے دو پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا اب آپ رضی اللہ عنہ جائیں اور رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنی دونوں ٹانگیں کنویں میں لٹکا لیں پھر میں واپس آ کر بیٹھ گیا اور میں نے دل میں کہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کو بھیج دے گا پھر ایک شخص نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ! میں نے کہا ٹھہریئے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر خبر دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو اجازت دو اور جو مصائب اس کو لاحق ہوں گے ان کے ساتھ اس کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے کہا جایئے رسول اللہ ﷺ آپ کو ان مصائب کے ساتھ جنت کی بشارت دے رہے ہیں جو آپ کو لاحق ہوں گے وہ آئے انہوں نے دیکھا کہ منڈیر بھر چکی ہے وہ ان کے سامنے کی جانب بیٹھ گئے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ

اس حدیث مبارکہ سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کی قبریں بھی اسی طرح ہوں گی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6092)

دوبار جنت خریدی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو بار جنت خریدی ہے ایک بار تو بیر رومہ خرید کر اور دوسری بار جیش عسرہ کے لئے سامان دے کر۔

بیر رومہ کی خریداری کا واقعہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں وہاں بیر رومہ کے علاوہ اور کسی کنویں کا پانی میٹھا نہ تھا۔ یہ کنواں وادی عقیق کے کنارے ایک پرفضا باغ میں ہے جو مدینہ طیبہ سے

تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس کنویں کا مالک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی تو رسول اللہ ﷺ کی ترغیب پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا اور طے یہ پایا کہ ایک روز مسلمان پانی بھریں گے اور دوسرے دن یہودی مگر جب یہودی نے دیکھا کہ مسلمان ایک روز میں دو روز کا پانی بھر لیتے ہیں اور میرا پانی خاطر خواہ نہیں بکتا تو پریشان ہو کر بقیہ آدھا بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ اس کنویں کو آج کل بیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4626)

فضیلت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے فرمایا ہے کہ میں اپنی دو اچھی صاحبزادیوں یعنی ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہما کو عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دوں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:290)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سخی شخص

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عثمان رضی اللہ عنہ میری امت میں تمام سے حیاء رکھنے والے اور سخی شخص ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص:291)

نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ حیاء دار

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس امت کے نبی کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حیادار ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص:291)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پردے میں رہنے والے شخص

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عثمان رضی اللہ عنہ حیادار اور پردہ میں رہنے والے شخص ہیں اور فرشتے بھی اس سے حیاء کرتے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ: ص:240)

ہجرت میں اول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔ (معجم الکبیر: ص:90)

عثمان دنیا و آخرت میں میرا ساتھی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) دنیا و آخرت میں میرا ساتھی ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:292)

میرے خلیل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر نبی کا اس کی امت میں سے ایک خلیل ہوتا ہے اور میرے خلیل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:293)

میرا ساتھی جنت میں عثمان رضی اللہ عنہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرا ساتھی جنت میں عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ص: 121)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ستر ہزار وہ شخص جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے جو آگ کے حق دار ہو گئے ہوں گے۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 293)

راہ خدا عزوجل میں خرچ

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ جیش العسرۃ کی تیاری کا فرما رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس میں بھی تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں پھر آپ ﷺ نے ترغیب دلائی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ دو سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ راہ خدا عزوجل میں حاضر کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! تین سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ منبر مبارک سے اترے اور ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) اس کے بعد جو چاہے کرے اس پر کچھ حرج نہیں۔ (سنن الترمذی: ص: 161)

عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب جیش العسرۃ کی تیاری فرما رہے تھے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے حجرہ میں ان کو رکھ دیا۔ نبی کریم ﷺ ان کو الٹ پلٹ کرنے لگے پھر ارشاد فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ آج کے بعد جو کام کرے گا اس کا اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (سنن الترمذی: ص: 305)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ اخلاق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اخلاق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ: ص: 296)

فرشتوں کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حیاء کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فرشتے عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) سے ایسے ہی حیا کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے حیا کرتے ہیں۔ (مسند ابی یعلی: ص: 379)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حیاء کی مدح فرمانا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیاء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا اگر وہ گھر میں ہوں اور دروازہ بھی بند ہو اور وہ نہانے کے لئے کپڑے اتار دیں تو حیاء کی وجہ سے کمر سیدھی نہیں کر سکتے تھے۔ (الصواعق المحرقۃ: ص: 297)

اگلے اور پچھلے کام معاف

حضرت حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے اور پچھلے کام بخش دیئے اور وہ کام جو تم نے پوشیدہ کیے اور جو ظاہر کیے اور وہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص:377)

شہادت کی خبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ پہاڑ ہلنے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص:377)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مدح فرمانا

نزال بن سبرہ ہلالی سے روایت ہے کہ

ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمیں کچھ بتایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ایسے شخص ہیں جن کو ملاء اعلیٰ ذوالنورین کہہ کر بلاتے ہیں ان کے حبالہ عقد میں رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں آئیں رسول اللہ ﷺ ان کے لئے جنت میں گھر کے ضامن ہیں۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص:378)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حاجت میں ہیں۔ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ

دوسرے ہاتھ پر رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 379)

فتنوں میں بھی ہدایت پر ہوں گے

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا بیان کیا اس وقت ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا۔ میں نے جا کر اس شخص کو دیکھا وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 379)

قوم کو نصیحت

ابو اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ

ایام محاصرہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان سے جھانک کر کہا میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جب کوہ حرا متزلزل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پیر مارا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا اے حرا تھم جا تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ لوگوں نے قسم کھا کر کہا۔ ہاں! پھر کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا کوئی اس کی گواہی دیتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرکین مکہ مکرمہ کے پاس بھیجا پھر فرمایا یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے اور میرے لئے بیعت کی۔ لوگوں نے قسم کھا کر کہا۔ ہاں! پھر فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا کوئی شخص اس پر گواہی دے گا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے گھر کے بدلہ میں اس مسجد کو کون وسیع کرے گا؟ تو میں نے اپنے مال سے اس مسجد کو وسیع کیا تھا۔ لوگوں نے قسم کھا کر کہا۔ ہاں! پھر فرمایا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کوئی شخص اس پر گواہی دے گا کہ غزوہ تبوک کے دن تنگ دست لشکر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا آج کے دن کوئی مقبول خرچ کرے گا؟ تو میں نے اپنے مال سے نصف لشکر کو تیار کیا تھا۔ لوگوں نے قسم کھا کر کہا ہاں! پھر کہا میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کوئی شخص اس پر گواہی

دے گا کہ جب چاہ رومہ کا پانی فروخت ہو رہا تھا تو میں نے اس کنویں کو اپنے مال سے خریدا اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ لوگوں نے کہا: ہاں!

(اسد الغابہ: ج:3، ص380 تا 381)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی عرض کرنا

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم وضوخانہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ کہو: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں: اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ دربان نے ان کے لئے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے اس نے اپنا کام ذکر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا: تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے

ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی لیکن ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا اس حال میں کہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ (معجم الکبیر، رقم الحدیث: 8311)

سادہ کھانا تناول فرمانا

شرجیل بن مسلم سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے تھے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو سرکہ اور زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے تھے۔ (کتاب الزہد، ص: 160)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خوف خدا عزوجل

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی ان سے پوچھا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو اس منزل سے نجات پا گیا اس کے لئے اس کے بعد منازل زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہیں

ہوئی تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہیں۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2305، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4267)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

حضرت حسن سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن دنوں خلیفہ تھے وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور ان کی پشت پر کنکریوں کے نشان تھے اور یہ کہا جاتا تھا یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر المومنین ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 179)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زہد

عبداللہ بن الرومی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اٹھتے اور وضو کے لئے پانی لیتے ان کی اہلیہ نے کہا آپ خادموں کو کیوں نہیں کہتے وہ آپ کے لئے پانی لے آئیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ ان کو نیند میں آرام کرنے دو۔ (کتاب الزہد: ص: 158)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قیام اللیل

زہیمہ سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے اور رات کے اول حصے میں صرف تھوڑی دیر سوتے تھے۔ (کتاب الزہد: ص: 161)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ قریش نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو پکڑ لیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے اوپر پتھر

پھینکے اور تیر مارے ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے ان سب کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو مکہ مکرمہ بھیجیں اور وہ آپ ﷺ کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ ﷺ صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور مکہ مکرمہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت شدید عداوت رکھتے ہیں لیکن میں آپ کو ایک شخص بتاتا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ جنگ کے لئے نہیں آئے بلکہ آپ ﷺ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لئے آئے ہیں۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات سعید بن العاص سے ہوئی اس نے ان کو پناہ دی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ابوسفیان اور قریش کے دیگر سرداروں کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کر لو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں میں طواف کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بند کر دیا اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قتل کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اس قوم سے جنگ میں مقابلہ نہ کریں پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کرنے کے لئے بلایا پھر ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور مسلمان یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مرنے کے لئے بیعت کی ہے یعنی تادم مرگ آپ ﷺ کے ساتھ لڑتے رہیں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ فرماتے تھے کہ

ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور نہیں بھاگیں گے۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔

(سیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف: جز: 4، ص 47 تا 48)

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی 207ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفارت کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے تو مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! عثمان رضی اللہ عنہ تو مکہ مکرمہ پہنچ گئے اب وہ طواف کرلیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ہم کو یہاں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا ہوا ہو اور عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں پہنچ کر ہمارے بغیر بیت اللہ کا طواف کرلیں۔ مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ جب عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے ہوں گے تو ان کو بیت اللہ کا طواف کرنے سے کیا چیز مانع ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا گمان یہی ہے کہ وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک کہ ہم طواف نہ کرلیں۔ پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے تو

مسلمانوں نے ان سے کہا تم نے بیت اللہ کا طواف کر کے اپنی پیاس بجھالی ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میرے متعلق بہت برا گمان کیا ہے اگر میں وہاں مکہ مکرمہ میں ایک سال بھی رہتا اور نبی کریم ﷺ یہاں حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ کے بغیر کبھی طواف نہ کرتا مجھے قریش نے بیت اللہ کا طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے انکار کر دیا۔ تب مسلمانوں نے کہا بے شک رسول اللہ ﷺ ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے ہیں اور ہم سب سے اچھا گمان کرنے والے ہیں۔

(کتاب المغازی: ج: 2، ص: 602)

خرچ کرنے پر قرآن مجید کی بشارت

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عسرہ کی اس طرح مدد فرمائی کہ ایک ہزار اونٹ سازوسامان کے ساتھ پیش فرمایا اور ایک ہزار دینار بھی چندہ دیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے چار ہزار درہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کیے تو ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ: 262)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (تفسیر خازن: ج: 1، ص: 206)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت مبارکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حق

میں نازل ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر لشکر اسلام کے لئے ایک ہزار اونٹ مع سامان پیش کیے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم صدقہ کے بارگاہ رسالت میں حاضر کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے نصف میں نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ لئے اور نصف راہ خدا عزوجل میں حاضر ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے دیئے اور جو تم نے رکھے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے۔ (خزائن العرفان فی تفسیر القرآن: ص: 81)

درہم کو الٹ پلٹ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیش عسرہ کی تیاری کے زمانہ میں ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر لائے (دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا سکہ ہوتا تھا) ان دیناروں کو آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کو ان کا کوئی کام نقصان نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اس جملہ کو دوبار فرمایا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3721)

تین سو اونٹ پالان اور سامان راہ خدا عزوجل میں حاضر کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت حاضر تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیش عسرہ کی مدد کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے پر جوش لفظ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کروں گا اس کے بعد پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

سامان لشکر کے بارے میں ترغیب دی اور امداد کے لئے متوجہ فرمایا تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دو سو اونٹ مع ساز و سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کروں گا اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان جنگ کی درستگی اور فراہمی کی طرف مسلمانوں کو رغبت دلائی پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تین سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ راہ خدا عزوجل میں حاضر کروں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ما علی عثمان ما عمل بعد ھٰذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھٰذہ۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3720)

ایک ہزار اونٹ مع ساز و سامان دیا

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی متوفی 741ھ لکھتے ہیں:

آپ نے ساز و سامان کے ساتھ ایک ہزار اونٹ اس موقع پر چندہ دیا تھا۔

(تفسیر خازن: ج: 1، ص: 206)

شہادت کا انتظار کرنے والے

قرآن مجید میں ہے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ (الاحزاب: 23)

تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نذر کی تھی کہ وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کا موقع پائیں گے تو ثابت رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں ان کی نسبت اس آیت میں فرمایا کہ انہوں نے اپنا

وعدہ سچا کر دیا۔ آگے فرماتے ہیں جہاد پر ثابت رہا حتیٰ کہ شہید ہو گیا جیسے حضرت حمزہ و حضرت مصعب رضی اللہ عنہما اور (کوئی) شہادت کا انتظار کر رہا ہے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ (تفسیر خزائن العرفان: ص: 758)

درخت کے عوض باغ قربان کر دینا

علامہ شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ میں ایک منافق رہتا تھا اس کا درخت ایک انصاری پڑوس کے مکان پر جھکا ہوا تھا جس کا پھل ان کے مکان میں گرتا تھا انصاری نے سرکار اقدس ﷺ سے اس کا ذکر کیا اس وقت تک منافق کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ حضور انور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم درخت انصاری کے ہاتھ میں بیچ ڈالو اس کے عوض تمہیں جنت کا درخت ملے گا مگر منافق نے انصاری کو درخت دینے سے انکار کر دیا جب اس واقعہ کی خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی کہ منافق نے حضور انور ﷺ کے فرمان کو منظور نہیں کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پورا ایک باغ دے کر درخت کو اس سے خرید لیا اور انصاری کو دے دیا اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف اور منافق کی برائی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ (الاعلیٰ: 10 تا 12)

عنقریب وہ شخص نصیحت قبول کرے گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔

اس آیت مبارکہ میں مَنْ يَّخْشٰى سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور الْاَشْقَى سے مراد اس درخت کا مالک منافق ہے۔ (تفسیر روح البیان: ج: 10، ص: 408)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر کبیر تحت الآیۃ الکریمہ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ سوم بنایا گیا جس کی تحقیق یوں ہے۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو چونچ مارے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ میری موت آ پہنچی ہے اور لوگ مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہ فرمائے گا اگر مجھے جلدی سے موت آ گئی تو ان چھ اشخاص کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ نپٹا لینا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک راضی رہے۔

ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کیوں خلیفہ مقرر نہیں فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تمہارا برا کرے تو نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی وجہ سے یہ بات نہیں کی میں ایسے بندے کو خلیفہ مقرر کروں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا اس نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں طلاق دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اس کو کہو کہ وہ اس سے رجوع کر لے۔ آپ رضی اللہ عنہ نوجوان لڑکوں کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت نہ دیتے تھے حتیٰ کہ مغیرہ بن شعبہ جو کہ کوفہ کا گورنر تھا اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ ان کے پاس ایک نوجوان لڑکا ہے جو لوگوں کے فائدے کے لئے بہت اچھے کام جانتا ہے جس طرح آہن گری، نقاشی، تجارت اور چکی بنانا اور اس کے علاوہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت عطا فرما دی۔

اس کا نام ابولؤلؤ تھا اور وہ شخص مجوسی تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکوہ لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کرتے ہیں یعنی ہر دن کے چار درہم۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہارا ٹیکس تو زیادہ ہی نہیں تو یہ سن کر وہ غصہ میں واپس چلا گیا اور لوگوں میں اس نے یہ بات عام کر دی کہ وہ میرے علاوہ باقی تمام کے ساتھ انصاف کیا کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہلا بھیجا اور فرمایا: کیا میں آپ کو نہ بتلاؤں کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو ہوا سے پیسے تو اس نے تیور بدل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں تمہارے لئے اس طرح کی چکی بناؤں گا جس کے متعلق لوگ کلام کریں گے جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس غلام نے ابھی دھمکی دی ہے اور وہ واقعی دھمکی تھی اس نے اپنے دل میں قتل کا منصوبہ بنا لیا اور ایک خنجر بنایا اور اس کو تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے جگانے کے لئے تشریف لائے آپ رضی اللہ عنہ احرام سے قبل لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا فرمایا کرتے تھے۔ ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اس خنجر سے آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے اور کولہے پر تین وار کئے جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لے آئے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تیرہ شخص بھی زخمی ہوئے جن میں چھ تو مر گئے ایک عراقی شخص نے اس پر کپڑا ڈالا جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچایا گیا سورج اس وقت چڑھنے والا ہی تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبیذ پلایا گیا جو زخم کے راستے سے باہر نکل گیا لیکن معلوم نہ چل سکا پھر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا وہ بھی زخم کے راستے سے نکل گیا۔ لوگوں نے کہا کوئی پریشانی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر قتل ہونا پریشانی کی بات ہے تو میں قتل ہو گیا ہوں اس پر لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بے مثال تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح خروج کروں کہ میرے ذمہ کسی کا کچھ نہ ہو اور میں اپنے واسطے کچھ نہیں چاہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میری سلامتی کی وجہ ہو

گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس زمین کے برابر سونا ہوتا تو میں اس ڈر کی وجہ سے فدا کر دیتا جو ظاہر ہو چکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ایک مکمل مجلس شوریٰ بنائی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور چھ اشخاص کو تین دن کی مہلت عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ بدھ کے دن زخمی ہوئے اور 23ھ کے ذوالحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور اتوار کے دن آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کیا گیا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن سورج گرہن لگ گیا اور جنات نے آپ رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں نہ ہوئی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میرے قرض کا حساب کرو حساب کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پر چھیاسی ہزار روپے قرض سامنے آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مال وفا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے ورنہ بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر حاضر ہو اور عرض کرو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جا کر پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس جگہ کو اپنی خاطر چھوڑا ہوا تھا مگر آج میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آ کر بتایا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اجازت عطا فرما دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ وصیت فرمائیں اور خلیفہ قائم فرمائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان چھ

اشخاص سے زیادہ کسی کو خلافت کا زیادہ مستحق نہیں جانتا۔ نبی کریم ﷺ اپنے وصال تک ان سے راضی تھے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان چھ کے نام لئے پھر ارشاد فرمایا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ مشاورت میں حاضری دیا کرے گا۔ لیکن خلافت کے اندر اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جائیں تو وہ بھی اس کے حق دار ہیں ورنہ جو خلیفہ بن جائے وہ اس سے مدد لے لے میں نے اس کو عجز اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ پھر ارشاد فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو خوف خداوندی اختیار کرنے اور مہاجرین و انصار اور اہل امصار سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ وصیت میں اور بھی اسی طرح کی باتیں تھیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ اجازت مانگتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کو اندر لے آؤ اندر لے جا کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے رفیقوں کے ساتھ لٹا دیا جب آپ رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت پالی تو واپس آ کر جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین اشخاص کو خلافت کے معاملہ میں چنو تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا پھر یہ تینوں علیحدہ ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا میں خلافت نہیں مانگتا تم دونوں میں سے کون اس معاملے سے بری ہونا چاہتا ہے اور ہم اس کو اس کے حوالے کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ اور اسلام جوان میں حقیقی طور پر افضل اور امت مسلمہ کی بہتری کا خواہش مند ہے اس کو دیکھ لیں گے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ او۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ معاملہ میرے حوالے کردو: اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تم سے افضل کے متعلق کوتاہی نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علیحدہ میں

لے گئے اور فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری میں پہل حاصل ہے اگر میں آپ رضی اللہ عنہ کو امیر بنالوں تو آپ رضی اللہ عنہ انصاف فرمائیں گے اور اگر آپ رضی اللہ عنہ پر امیر بنادوں تو سننے اور اطاعت کی حالت اپنائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص کو علیحدہ میں یہی بات کہی جب آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں سے پکا عہد لے لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمالی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے تین راتیں بعد ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لوگ ان دنوں میں جمع ہو کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مشاورت کرتے تھے اور کوئی صاحب الرائے علیحدگی میں کسی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں جانتا تھا جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیعت کے لئے بیٹھے تو حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار ہی نہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے لوگوں کے اندر نظر دوڑائی ہے وہ کسی کو عثمان رضی اللہ عنہ کے ہم مثل نہیں جانتے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے خلاف الزام نہ اٹھائیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ہم سنت اللہ، سنت رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں خلفاء کی سنت پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور انصار و مہاجرین نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصال سے ایک گھنٹہ پہلے حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا کہ شوریٰ کے بندوں کے ساتھ پچاس لے کر جائیں لگتا ہے وہ ایک گھر میں جمع ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں اور

کسی کو اندر نہ آنے دیں اور تیسرا دن نہ گزرنے دیں کہ وہ خود میں سے ایک کو امیر مقرر کر لیں۔

اور مسند احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کس طرح کر لی؟ انہوں نے جواب دیا میرا اس کے اندر کیا گناہ ہے! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابتداء کی اور کہا کہ میں کتاب، سنت الرسول اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جس کی میں طاقت رکھتا ہوں پھر میں نے یہی بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی انہوں نے کہا اچھا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں کہا اگر میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کروں تو آپ رضی اللہ عنہ مجھے کس کے بارے مشورہ دیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ مجھے کس کے بارے میں بیعت کا مشورہ دیں گے میں اور آپ تو خلافت کے طلب گار ہی نہیں۔ انہوں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بڑے اشخاص سے مشورے لئے تو اکثر بندوں کی تمنا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں پایا۔

امام ابن سعد اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا جو باقی بچ گئے ہیں ان سے ہمارے امیر بہتر ہیں اور ہم کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی ہے۔

ان تمام روایات سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے صحیح ہونے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع کا ثبوت ہوا ہے اور یہ بھی کہ اس سے متعلق کوئی تنازع اور کوئی شبہ

باقی نہ رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تمام بیعت کرنے والوں میں بذریعہ اتم شامل تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جو مدح کی ہے وہ بیان ہوگئی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگیں کیں اور حدود کو آپ کے ہوتے ہوئے قائم فرمایا اور اس طرح کی بہت سی احادیث مبارکہ بیان ہوگئی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہیں کہ خلافت آپ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد ہوگی۔ اس مقام پر دوبارہ ان احادیث مبارکہ کو لانے کی حاجت نہیں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت فرع میں سے ہے جو خلافت حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فرع ہے اور اجماع اور کتاب وسنت کے دلائل حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قائم ہیں جس کی وجہ سے ان کا قیام خلافت عمر رضی اللہ عنہ اور خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی لزوم ہوتا ہے لہٰذا یہ بیعت ٹھیک اور خلافت حق پر تھی جس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

(الصواعق المحرقۃ: ص280 تا286)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کثیر دلائل

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حق ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں اشارہ ملتا ہے۔

دلیل نمبر:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں تھے ہم کہا کرتے تھے کہ اس امت کے نبی کے بعد افضل آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ہم خاموش رہتے تھے۔ (اعلونی بعض القرابۃ فی الانبیاء: ج:1،ص:16)

دلیل نمبر:2

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیا کرتے تھے۔ (الصواعق المحرقۃ: ص: 68)

دلیل نمبر: 3

حضرت محمد بن حنیفہ سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے باپ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص بہتر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا: پھر کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ میں ڈر گیا کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام سا شخص ہوں۔ (صحیح البخاری: ج: 3، ص: 1337)

دلیل نمبر: 4

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے ملاحظہ کیا کہ مجھے ایک پلڑے میں رکھا گیا ہے اور میری امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی ہے تو میں اس کے مساوی رہا ہوں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ امت کے مساوی رہے پھر عمر رضی اللہ عنہ ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تو عمر رضی اللہ عنہ امت کے مساوی رہے پھر عثمان رضی اللہ عنہ ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں تو عثمان رضی اللہ عنہ امت کے مساوی رہے پھر اس کے بعد ترازو اٹھا لیا گیا۔

(معجم الکبیر: ج: 20، ص: 86)

دلیل نمبر: 5

ابو نعیم سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب ابو بکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) وصال کر جائیں تو اگر تمہیں مرنے کی استطاعت ہو

تو مر جانا۔ (الصواعق المحرقہ: ص:77)

دلیل نمبر:6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
چار اشخاص کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے علاوہ کوئی ان سے محبت کرتا ہے یعنی ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔

(الصواعق المحرقہ: ص:78)

دلیل نمبر:7

حضرت زید بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دس شخص جنتی ہیں۔

1- نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم)
2- (حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ)
3- (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ)
4- (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ)
5- (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ)
6- (حضرت) طلحہ (رضی اللہ عنہ)
7- (حضرت) زبیر (رضی اللہ عنہ)
8- (حضرت) سعد بن مالک (رضی اللہ عنہ)
9- (حضرت) عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ
10- اور (حضرت) سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) (الصواعق المحرقہ: ص:78)

دلیل نمبر:8

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے سب سے زیادہ رحم دل شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ سختی سے دین پر عمل کرنے والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ حیادار عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ کتاب اللہ کے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ فرائض کو انجام دینے والے زید بن ثابت ہیں۔

سب سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ترمذی:جز:13،ص:413)

دلیل نمبر:9

طبرانی کی روایت میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت پر سب سے رحم کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ نرمی کرنے والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ حیادار عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب سے زیادہ قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور حلال وحرام کے زیادہ عالم معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں وہ قیامت کے دن آگے آگے ہوں گے۔ امت کے سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔

(الصواعق المحرقہ:ص:79)

دلیل نمبر:10

ابویعلیٰ کی روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت کے لئے نہایت نرم دل ہیں اور دین میں سخت تر عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حیادار ہیں اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ دینے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ بڑے قاری ابی رضی اللہ عنہ ہیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ہر امت کے لیے امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:79)

دلیل نمبر:11

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ کانپنے لگ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر پاؤں سے ٹھوکر مار کر ارشاد فرمایا: اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ بے شک تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید قیام پذیر ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:80)

دلیل نمبر:12

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ مکہ مکرمہ کے ثبیر پہاڑ پر قیام پذیر تھے کہ پہاڑ حرکت میں آ گیا حتیٰ کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگ گئے۔ آپ ﷺ نے اس پر پاؤں مار کر ارشاد فرمایا: ثبیر ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (سنن الترمذی: ج:12، ص:164)

دلیل نمبر:13

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حراء پہاڑ پر قیام پذیر تھے کہ چٹان میں حرکت پیدا ہوگئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حرا ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی علیہ السلام، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (سنن النسائی: ج: 11، ص: 450)

دلیل نمبر: 14

سوید بن یزید سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اکیلا بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے اس کو غنیمت جانا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا میں نے ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا انہوں نے کہا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کلمہ حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ تنہائی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر کچھ حاصل کروں ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ میں آپ کے پیچھے گیا آپ ایک جگہ بیٹھ گئے میں بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تم کس لئے آئے ہو۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ نبی کریم ﷺ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تم کس لئے آئے ہو۔ انہوں نے بھی کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے عثمان رضی اللہ عنہ! تم کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے!

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر رسول اللہ ﷺ نے سات یا نو کنکریاں لیں وہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح

پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھناہٹ کی آواز سنی۔ پھر آپ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھناہٹ کی آواز سنی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھناہٹ کی آواز سنی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی انہوں نے پھر ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2414)

دلیل نمبر: 15

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے عرش کے دائیں جانب انوار ظاہر فرما رہے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم نے ان کی پشت کو سکینت بخشی اور ہم ہمیشہ ہی پاک اصلوب میں منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی صلب میں اور ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو بالترتیب ابی قحافہ، خطاب، عفان اور ابی طالب کی اصلوب میں منتقل فرمایا پھر ان کو میرا انتخاب فرمایا اور ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی (رضی اللہ عنہم) کو وصی بنایا لہٰذا جس شخص نے میرے اصحاب کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا اور جو مجھے برا کہے گا اس نے اللہ تعالیٰ کو برا کہا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو برا کہا اس کو نتھنوں کے بل الٹا گرائے گا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 82)

دلیل نمبر:16

محب طبری نے ریاض میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور روح کو ان کے جسم میں داخل فرمایا تو مجھے حکم فرمایا کہ میں سیب لے کر اس کے حلق میں نچوڑوں۔ میں نے اس کو اس کے منہ میں نچوڑا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے نطفے سے آپ ﷺ کو، دوسرے سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو، تیسرے سے عمر رضی اللہ عنہ کو، چوتھے سے عثمان رضی اللہ عنہ کو، پانچویں سے علی رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب عزوجل! یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے عزت دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ پانچوں شیخ تمہاری اولاد میں سے ہیں یہ پانچ سب مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں یعنی انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے زیادہ قابل تکریم ہیں اور وہ رسولوں کے اتباع میں سے زیادہ مکرم ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے رب عزوجل کے حکم میں بھول ہوئی تو کہا: اے اللہ عزوجل! ان پانچوں شیوخ کی حرمت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں جن کو تو نے فضیلت دی ہے کیا میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

(الصواعق المحرقۃ:ص:83)

دلیل نمبر:17

حضرت سفینہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر وعمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

(مجموع مؤلفات عقائد الرافضۃ والرد علیہا: ج:176،ص:237)

دلیل نمبر:18

الملا نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی محبت، نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کی طرح فرض فرمائی ہے اور جو ان کی فضیلت کا انکاری ہوا اس کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج نامقبول ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 214)

دلیل نمبر:19

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ ﷺ کی دونوں رانیں یا دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اس حال میں کہ آپ ﷺ اسی طرح لیٹے رہے پھر آپ ﷺ باتیں کرتے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اس حال میں کہ آپ ﷺ اسی طرح لیٹے رہے اور باتیں کرتے رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ کر باتیں کرتے رہے جب وہ سب چلے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کا کچھ خیال نہیں کیا اور نہ ان کی کوئی پرواہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے اپنے کپڑے درست کر لئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص سے کیسے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6087)

دلیل نمبر:20

نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اس حال

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسی حالت میں آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی آپ ﷺ نے ان کو اسی حالت میں اجازت دی وہ بھی اپنی حاجت پوری کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اپنے کپڑے درست کر لو۔ پھر میں اپنی حاجت پوری کر کے چلا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اس قدر نہیں گھبرائے جس قدر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گھبرا گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ ایک حیادار مرد ہیں اور مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں نے اسی حال میں ان کو اجازت دے دی تو وہ مجھ سے اپنی حاجت نہیں بیان کریں گے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6088)

دلیل نمبر: 21

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک لکڑی سے کیچڑ کھرچ رہے تھے۔ ایک شخص نے دروازہ کھلوایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول کر اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا آنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے میں نے دروازہ کھول کر ان کو جنت کی بشارت دے دی پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول کر اس کو جنت کی بشارت دے دو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں گیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر ان کو جنت کی بشارت

دے دی پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا۔ نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: دروازہ کھول دو اور اس کو مصیبتوں کے ساتھ جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دی اور جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا وہ کہہ دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ عزوجل! صبر عطا فرمایا اللہ تجھ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6090)

دلیل نمبر: 22

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر باہر آئے اور کہا میں ضرور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا اور آج سارا دن آپ ﷺ کے ساتھ گزاروں گا وہ مسجد میں گئے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق سوال کیا۔ حاضرین نے کہا کہ آپ ﷺ فلاں جانب گئے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ ﷺ کے پیچھے پوچھتے پوچھتے گیا حتیٰ کہ حضور انور ﷺ اریس کنویں میں داخل ہو گئے میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا اس کا دروازہ لکڑی کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے قضاء حاجت کے بعد وضو کیا میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اریس کنویں کے وسط میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور پھر جا کر دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا آج میں رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ، میں نے کہا ٹھہرو! پھر میں گیا اور میں نے کہا: یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دے دو پھر میں آیا اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ ﷺ کی داہنی جانب

ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے جس طرح رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا لیا میں پھر واپس جا کر دروازے پر بیٹھ گیا میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا میں نے دل میں سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کو بھی بھیج دے گا اچانک کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا میں نے کہا: کون ہے؟ اس نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! میں نے کہا ٹھہریئے۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور کہا اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دے دو۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا اب آپ جائیں اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنی دونوں ٹانگیں کنویں میں لٹکا لیں پھر میں واپس آ کر بیٹھ گیا اور میں نے دل میں کہا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کو بھیج دے گا پھر ایک شخص نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا ٹھہریئے! میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر خبر دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو اجازت دو اور جو مصائب اس کو لاحق ہوں گے ان کے ساتھ اس کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے کہا جایئے رسول اللہ ﷺ آپ کو ان مصائب کے ساتھ جنت کی بشارت دے رہے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوں گے وہ آئے انہوں نے دیکھا کہ منڈیر بھر چکی ہے وہ ان کے سامنے کی جانب بیٹھ گئے۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ

اس حدیث مبارکہ سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کی قبریں بھی اسی طرح ہوں گی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6092)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کا جمع ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ اس وقت اہل شام سے آرمینیہ اور آذر بائی جان کی فتح کے سلسلہ میں اہل عراق سے جہاد میں مشغول تھے اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے قرآن مجید پڑھنے میں اختلاف سے گھبرا گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ یہ امت یہود ونصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں مختلف ہو جائے آپ اس کا تدارک کر لیجئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ قرآن مجید کا وہ نسخہ ہماری طرف بھیجیں ہم اس کو دوسرے مصاحف میں نقل کریں گے پھر آپ کو یہ نسخہ واپس بھیج دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ نسخہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اس نسخہ کو مصاحف میں نقل کریں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین قریشین کی جماعت سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید کے کسی لفظ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو لغت قریش کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن مجید لغت قریش کے مطابق نازل ہوا ہے سو انہوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ جب انہوں نے اس نسخہ کو مصاحف میں نقل کر لیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مستعار لیا ہوا مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور تمام صوبوں اور بڑے شہروں میں اس مصحف کی نقلیں بھیج دیں اور حکم دیا کہ اس نسخہ کے مطابق مصاحف لکھیں اور ان کے ماسوا جو قرآن مجید کے سابقہ نسخے ہیں ان کو جلا دیا جائے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4987)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام بڑے شہروں میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کی نقول بھجوا دیں تو کہا۔ میں نے اس اس طرح کیا اور اپنے سابقہ مصحف کو مٹا دیا سو تم بھی اپنے اپنے سابقہ مصاحف کو محو کر دو اور محو اس سے عام ہے کہ ان سابقہ کاغذات کو

دھویا جائے یا جلا دیا جائے۔ اکثر روایات میں جلانے کا ذکر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے ان کاغذات کو دھویا گیا ہو پھر جلا دیا گیا ہو تا کہ سابقہ اوراق کا بالکل نام ونشان نہ رہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حتمی طور پر کہا ہے کہ انہوں نے پہلے ان کاغذات کو دھویا پھر جلا دیا تا کہ سابقہ قرأت کا کوئی نام ونشان نہ رہے۔ (فتح الباری: ج:10،ص:25)

علامہ ملا علی سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وقت قرآن مجید کو جمع کیا جب ان کے نزدیک دلیل قطعی سے قرآن مجید کے الفاظ ثابت ہو گئے اور دلیل ظنی سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان الفاظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا۔

الحارث المعاسبی نے فہم السنن میں کہا ہے کہ

قرآن مجید کو لکھنا حادث (نیا کام) نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کو لکھنے کا حکم دیتے تھے لیکن وہ لکھا ہوا ایک جیسا نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو یکجا کیا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مکمل قرآن مجید کے منتشر اور متفرق اوراق مل گئے پھر کسی جمع کرنے والے نے ان اوراق کو جمع کر کے ایک دھاگے کے ساتھ باندھ دیا تا کہ ان میں سے کوئی ورق ضائع نہ ہو جائے اور ان کاغذوں، کپڑوں اور باریک کھالوں پر جو لکھا ہوا تھا وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ تھا کیونکہ وہ ابتداء سے نازل ہونے والے قرآن مجید کو حفظ کر رہے تھے اور انہوں نے تیئس سال سے لگا تار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا مشاہدہ کیا تھا اس لئے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں تھا کہ اس میں کوئی غلط چیز شامل ہو گی ہاں اس کا خطرہ تھا کہ اس میں سے کوئی چیز رہ نہ جائے اس لئے انہوں نے انتہائی احتیاط کے ساتھ قرآن مجید کو جمع کیا۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج:4،ص:729)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو مجموعہ تیار کیا گیا تھا وہ سورتوں کے الگ الگ صحائف تھے ہر سورت میں آیات ترتیب سے تھیں لیکن تمام سورتیں متفرق تھیں ترتیب

وار نہ تھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصحف جمع کیا وہ مرتب تھا اس میں سورتیں ترتیب وار تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو باقی صحائف کو جلانے کا حکم دیا تھا اس کا علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا ہے کہ جو آیات منسوخ التلاوت تھیں یا جو غیر لغت قریش پر آیات تھیں یا آیات کے ساتھ جو تفسیر لکھی ہوئی تھی اس کو جلانے کا حکم دیا تھا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

آیات کو دھو کر پھر نقوش کے محو میں مبالغہ کرنے کے لئے کاغذات کو جلایا تھا۔

علامہ ابن بطال نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ

بے ادبی سے بچانے کے لئے جن کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے ان کو جلا دیا جائے لیکن یہ جلانے کی صورت اس دور میں تھی اور اب اگر قرآن مجید کے کسی ورق کو زائل کرنا ہو تو اس کو دھونا بہتر ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ جب مصحف بوسیدہ ہو جائے اور وہ نفع پہنچانے کے قابل نہ رہے تو اس کو ایسی پاک جگہ دفن کر دیا جائے جو لوگوں کے پیروں تلے آنے سے بعید ہو۔ (عمدۃ القاری: ج:20، ص18 تا 19)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جن بوسیدہ کتابوں سے نفع حاصل نہ کیا جا سکے ان سے اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور رسول کا نام مٹا کر باقی کو جلا دیا جائے اور ان کو اسی طرح جاری پانی میں ڈالنے میں بھی حرج نہیں ہے یا ان کو دفن کر دیا جائے اور یہ احسن ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق کہا جاتا ہے۔ (درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی: ج:4، ص:210)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی 1241ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید جب بوسیدہ ہو جائے اور اس کو پڑھنا دشوار ہو تو ہم اس کو آگ میں نہیں جلائیں گے ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ج:4، ص:201)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1232ھ لکھتے ہیں:

مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ جب مصحف پرانا اور بوسیدہ ہو جائے تو اس کو دفن کرنا احسن

ہے جیسے نبیوں اور ولیوں کو دفن کیا جاتا ہے اور باقی دینی کتابیں بوسیدہ ہو جائیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے اور دفن کرنا تعظیم کے خلاف نہیں ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی دفن کیا جاتا ہے۔

اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ

جب مصحف پرانا ہو جائے اور اس سے پڑھنا دشوار ہو جائے تو اس کو آگ میں نہیں جلایا جائے گا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور مناسب یہ ہے کہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر اس کی لحد بنائی جائے کیونکہ اگر اس کی قبر بہ طریق شق بنائی گئی تو اس پر مٹی گرے گی اور اس میں ایک قسم کی تحقیر ہے ہاں اگر چھت بنا کر پھر مٹی ڈالی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح اگر کسی پاک جگہ قرآن مجید کو رکھ دیا جائے جہاں نہ کسی بے وضو کا ہاتھ لگے نہ گرد و غبار پڑے اور نہ اس کی تعظیم میں فرق آئے تو یہ بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار: جز:5، ص:373)

امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ قرآن مجید لکھنے کے لئے بیٹھے اور جب ان کا اس میں اختلاف ہوتا کہ اس لفظ کو کسی لغت پر لکھا جائے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے مثلاً تابوت میں اختلاف ہوا کہ اس لفظ کو کس لغت پر لکھا جائے آیا اس کو ھا کے ساتھ تابوہ لکھا جائے یا تا کے ساتھ تابوت لکھا جائے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ تابوہ ہے۔

اور تین قریشی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

یہ تابوت ہے۔

تب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو لغت قریش پر لکھو کیونکہ قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں قرآن مجید جمع ہوا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں سب سے پہلے قرآن مجید کو حفظ کر کے سینوں میں جمع کیا گیا اور سب سے پہلے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مطہرہ میں محفوظ اور جمع ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (القیامہ:16 تا 19)

آپ (قرآن یاد کرنے کے لئے) جلدی جلدی زبان کو حرکت نہ دیں بے شک اس کو (آپ کے ذہن میں) محفوظ کرنا اور آپ کا اسے پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو پھر آپ اس پڑھے کو پڑھیں پھر بے شک اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دورہ کیا کرتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن مجید کا دور کرتے ہیں اور اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ دور کیا ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ اب میرا وقت آ گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ج:2: ص:748)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخا رمضان

کے مہینے میں بہت زیادہ ہوتی تھی کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ ماہ رمضان پورا ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ ان سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری: جز:2،ص:748)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ

مسروق کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا میں ان سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن مجید کو حاصل کرو عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب (رضی اللہ عنہم) (صحیح بخاری: جز:2،ص:748)

حضرت شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا۔ بہ خدا! میں نے رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے (سن کر) ستر سے زیادہ سورتیں یاد کی ہیں اور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو علم ہے کہ مجھے کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم ہے حالانکہ میں ان سب سے زیادہ افضل نہیں ہوں۔ (صحیح بخاری: ج:2،ص:748)

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ کتاب اللہ کی جو سورت بھی نازل ہوتی تھی مجھے اس کے متعلق علم ہوتا تھا کہ یہ سورت کہاں نازل ہوئی ہے اور کتاب اللہ کی جو آیت نازل ہوتی تھی مجھے اس کے متعلق علم ہوتا تھا کہ یہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اونٹ پر سفر کر کے اس تک پہنچا جا سکتا ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاتا۔ (صحیح بخاری: جز:2،ص:748)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کس نے قرآن مجید جمع کیا تھا انہوں نے کہا: چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور وہ سب انصار میں سے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ۔ (صحیح البخاری: ج:2، ص:748)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ۔ (صحیح بخاری: ج:2، ص:748)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

(اس حدیث مبارکہ کی توجیہات یہ ہیں)

1- تمام وجوہ اور تمام قرأت کے ساتھ صرف ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پورا قرآن مجید یاد تھا۔

2- ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سن کر پورا قرآن مجید یاد کیا تھا باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پورا قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ نہیں سنا تھا۔

3- یہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی تعلیم دینے میں بہت مشہور تھے اور باقی اتنے مشہور نہیں تھے اس لئے ان کا حال مخفی رہا انہوں نے ریا اور عجب کے خدشہ سے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا۔

4- ان چار کے جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے مکمل قرآن مجید لکھ کر جمع کیا تھا اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دل میں یاد کیا تھا۔

5- ان چار نے اعلان کر دیا تھا کہ انہوں نے مکمل قرآن مجید جمع کیا ہے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعلان نہیں کیا تھا۔ (فتح الباری: ج:9، ص:52)

علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن مجید جمع کرلیا گیا تھا کیونکہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی رسول اللہ ﷺ کاتب قرآن مجید کو یہ حکم دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ دو اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کاتب کو یہ حکم دیتے کہ اس کو فلاں سورت کے بعد لکھو۔ (غرائب القرآن: ج:1، ص:24)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ سے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید لکھ لیتے تھے اور مشہور یہ ہے کہ پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاتب وحی تھے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ساٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ان میں زیادہ مشہور خلفاء اربعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پھر علامہ زحیلی نے ابوعبیدہ کے حوالے سے ان حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جن کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ زیادہ مشہور حفاظ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ (التفسیر المنیر: ج:1، ص:21)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حصر کیا ہے حالانکہ ان کے علاوہ بھی اور بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں قرآن مجید جمع کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

چار کا لفظ عدد ہے اور عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا اور اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو اس حدیث مبارکہ کے اور متعدد جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1- قرآن مجید کو اس کی جمیع وجوہ کے ساتھ یعنی اس کی لغات، اس کے حروف، اس کی قرأت اور اسباب نزول کے ساتھ ان چار کے علاوہ اور کسی نے جمع نہیں کیا۔

2- رسول اللہ ﷺ کے منہ سے بلاواسطہ سن کر ان چار کے سوا اور کسی نے عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا۔

3- ان چاروں نے اس کا اظہار کیا اور قرآن مجید کی تعلیم اور تلقین کے درپے ہو گئے۔

4- ان چاروں نے آپ کی حیات میں قرآن مجید کو جمع کر کے لکھ لیا تھا خواہ ایک مصحف میں یا متعدد صحائف میں۔

5- ابو بکر بن العربی نے کہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے منسوخ شدہ آیات کو جمع نہیں کیا تھا۔

6- الماوردی نے کہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ان چار کے سوا اور کسی نے قرآن مجید جمع کرنے کا اعلان نہیں کیا تھا۔

7- اور ان چار کے علاوہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا انہوں نے ریاکاری کے خطرہ سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا اور ان چار کے نفوس اپنے اخلاص پر مطمئن تھے اس لئے انہوں نے اس کا اعلان کر دیا تھا۔

8- ان چاروں نے قرآن مجید حفظ کر کے اپنے سینوں میں جمع کیا اور صحیفوں میں لکھ بھی لیا اور باقی صحابہ نے کسی ایک چیز پر اکتفاء نہیں کیا تھا۔

9- زیادہ سے زیادہ بات یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان چار کے سوا باقی قرآن جمع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم نہیں تھا۔

ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ جنہوں نے عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع کیا وہ خلفاء راشدین ہیں۔

حضرت ابوعمرو نے فرمایا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی قرآن مجید جمع کیا تھا۔

محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، خالد بن زید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید جمع کیا تھا۔ اس کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔

اور الدانی سے روایت ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور مجمع بن جاریہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں قرآن مجید کو جمع کیا۔

اور ابوعبید بن سلام نے ایک طویل حدیث مبارکہ میں ذکر کیا ہے کہ

قیس بن صعصعہ عمرو بن زید انصاری بدری نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا تھا ان میں حضرت سعد بن عبید النعمان الاوسی ہیں۔

اور امام ابن الاثیر نے کہا ہے کہ

جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا ان میں حضرت قیس بن السکن، حضرت ام ورقہ بنت نوفل اور ایک قول ہے بنت عبداللہ بن الحارث بھی ہیں۔

اور ابوعبیدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں قراء کا ذکر کیا ان میں مہاجرین میں سے چار خلفاء کو شمار کیا اور حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت سالم، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہم کو اور چار عبادلہ کو اور خواتین میں سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔

اور امام ابن ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ

مہاجرین میں سے حضرت تمیم بن اوس الداری اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما اور انصار میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابوحلیمہ ہے اور حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت مسلمہ بن مخلد اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو میں قرآن مجید جمع کر چکا تھا اور اس وقت میری عمر دس سال تھی اور اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا وہ اتنے زیادہ ہیں کہ کوئی عدد اور کوئی شمار ان کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ (عمدۃ القاری: ج:20، ص38 تا 39)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑوں کے ٹکڑوں یا کاغذوں پر قرآن مجید کو لکھ کر جمع کر رہے تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شام کے لئے خوشی ہو۔ ہم نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ رحمان کے فرشتے ان کے اوپر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2901)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے پوچھا: تم کون سی قرأت کے متعلق یہ گمان کرتے ہو کہ وہ آخری قرأت ہے! لوگوں نے کہا: وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن مجید سنایا کرتے تھے اور جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو بار قرآن مجید سنایا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی آخری قرأت تھی۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2903)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کو کئی مرتبہ قرآن مجید سنایا گیا پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ ہماری قرأت ہی وہ آخری قرأت ہے جو رسول اللہ ﷺ کو سنائی گئی تھی۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 2904)

امام ابن ابی عاصم متوفی 287ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ثقیف کے کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھ سے کہا: تم ہمارے سامان اور سواریوں کی حفاظت کرو۔ میں نے کہا: اس شرط پر کہ تم فارغ ہونے کے بعد میرا انتظار کرنا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اپنی ضروریات کے متعلق سوال کیا پھر وہ آگئے تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ سے مصحف کا سوال کیا جو آپ ﷺ کے پاس موجود تھا تو آپ ﷺ نے مجھے وہ عطا فرما دیا تاہم یہ مصحف ایک جلد میں نہیں تھا اس کے متعدد اجزاء تھے۔

امام ابوبکر بن ابی عاصم نے فرمایا:

یہ حدیث مبارکہ ان احادیث مبارکہ میں سے جن سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مصاحف میں جمع ہو چکا تھا۔

امام ابو عاصم فرماتے ہیں کہ

درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں قرآن مجید مصاحف میں جمع ہو چکا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مصاحف کو لے کر دشمن کی زمین کی طرف سفر نہ کرو۔

یہ حدیث مبارکہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید مصاحف میں لکھ کر جمع کیا

جا چکا تھا۔(الاحاد والمثانی: جز:3،ص:191)

امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ازراہ فخر کہا کہ انصار کے قبیلہ اوس کے چار افراد نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اور بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جمع کیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف قبیلہ اوس کے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیوں کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ قبیلہ اوس میں سے صرف چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید جمع کیا تھا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ کل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ شمول مہاجرین وانصار میں سے صرف چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید جمع کیا تھا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ انہوں نے قبیلہ اوس پر فخر کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ قاضی ابوبکر الباقلانی اور دیگر علماء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ کے اور جوابات بھی ذکر کیے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1- حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا ان کے قول میں مفہوم مخالفت معتبر نہیں ہے اور اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا۔

2- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ اور کسی نے جمیع وجوہ سے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا حتیٰ کہ اس میں آیات کی تمام قرأت کا بھی ذکر کیا ہو۔

3- ان چار کے علاوہ اور کسی نے اتنی جامعیت سے جمع نہیں کیا کہ ان آیات کا بھی ذکر کیا ہو جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور ان آیات کا بھی ذکر کیا ہو جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی اور یہ جواب پہلے جواب کے قریب ہے۔

4- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ان چار نے بغیر کسی واسطے کے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن کر قرآن مجید جمع کیا اس کے برخلاف قرآن مجید کو جمع

کرنے والے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض آیات کو آپ سے بلا واسطہ سنا اور بعض آیات کو بالواسطہ سنا۔

5- یہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور آپ سے حصول تعلیم کے درپے تھے اس لئے یہ مشہور ہو گئے اور دوسرے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جمع کیا تھا ان کا حال دوسرے سے مخفی رہا حالانکہ واقع میں انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن مجید جمع کیا تھا اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ریا کاری کے خطرہ اور شدت اخلاص کے جذبہ سے خود اپنی کاوشوں کو مخفی رکھا اور اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے کام پر مطلع نہ ہو سکے اور جب وہ ریا کاری کے خطرہ سے مامون ہو گئے تو پھر انہوں نے اپنی کاوشوں سے لوگوں کو مطلع کر دیا۔

6- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھ کر قرآن مجید کو جمع کر لیا تھا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکمل قرآن مجید کو حفظ کر کے اپنے سینوں میں جمع کر لیا تھا اور ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکمل قرآن مجید کو حفظ بھی کیا اور اس کو لکھ بھی لیا۔

7- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا اور کسی صحابی نے یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل قرآن مجید کو جمع کر لیا ہے کیونکہ یہ کام اسی وقت مکمل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی جب آخری آیت نازل ہو گئی اور ہو سکتا ہے کہ جب آخری آیت یا اس کے قریب آیت نازل ہوا اس وقت قرآن مجید جمع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے یہی چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود رہے ہوں اگرچہ دوسرے مواقع پر دوسرے جمع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر رہے ہوں۔

تحقیق یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مقصد انصار کے دوسرے قبیلہ خزرج کے

سامنے اظہار فخر کرتا تھا کہ ہمارے قبیلہ اوس کے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی قرآن مجید کو جمع کیا ہے اور دیگر مہاجرین اور انصار سے اسی وصف کی نفی کرنا ان کا مقصد نہ تھا۔ (فتح الباری: جز:10، ص62 تا63)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بہ کثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو جمع کیا جن کو منضبط کرنا اور منحصر کرنا بہت مشکل ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ بیر معونہ میں ستر قراء اور حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا اور جنگ یمامہ میں بھی ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا۔ (ارشاد الساری: جز:11، ص:322)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں ہی جمع ہو گیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں قرآن مجید کا جمع ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں اس لئے جمع نہیں کیا گیا کہ نزول وحی کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسلسل جاری تھا اور ہر وقت کسی نئی وحی کے نازل ہونے کا امکان تھا البتہ قرآن مجید کی تمام آیات کپڑے کے ٹکڑوں پر، ہڈیوں پر، پتھروں پر اور پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی ٹہنیوں پر لکھی ہوئی تھیں پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں جنگ یمامہ کے دوران بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے تب قرآن کو پہلی بار مصحف کی شکل میں جمع کرنے کی تحریک ہوئی جس طرح کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جنگ یمامہ کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اس وقت ان کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے اور مجھے یہ خدشہ

ہے کہ اگر یونہی مختلف جنگوں میں حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن مجید چلا جائے گا اور میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ایسا کام کیوں کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بہ خدا! اس میں خیر ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل مجھ سے یہ کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا شرح صدر کر دیا اور میری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہو گئی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم عقل مند شخص ہو اور ہم کو تمہارے متعلق کسی قسم کی کوئی بدگمانی نہیں ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھتے تھے سو تم قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کرو بہ خدا! اگر یہ لوگ مجھ سے یہ کہتے کہ پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دو تو یہ میرے لئے اتنا دشوار نہ ہوتا جتنا قرآن مجید کو جمع کرنے کے حکم پر عمل کرنا میرے لئے دشوار تھا۔ میں نے کہا: آپ لوگ ایسا کام کیوں کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بہ خدا! اس میں خیر ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا پس میں نے قرآن مجید کو تلاش کرنا شروع کیا۔ میں نے پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی شاخوں، پتھروں اور مسلمانوں کے سینوں سے قرآن مجید کو جمع کیا حتیٰ کہ سورہ توبہ کی آخری آیت "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" التوبۃ (128) مجھے حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی۔ پھر صحیفوں میں جمع شدہ یہ قرآن مجید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رکھا گیا پھر ان کی وفات کے بعد تا حیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔ (صحیح البخاری: ج:2،ص:746)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابن ابی داؤد نے مصاحف میں سند حسن کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مصاحف کا سب سے زیادہ اجر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہو گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصحف میں قرآن مجید کو جمع کیا بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہلے جمع کرنے کا ذکر ہے لیکن وہ ضعیف روایات ہیں اور بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے جمع کرنے کا ذکر ہے لیکن اس سے مراد ہے۔ ان کا جمع کرنے کے لئے مشورہ دینا۔

ابن ابوداؤد سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا جس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر جتنا قرآن مجید لکھ لیا ہو وہ اس کو لے کر آئے اور اس وقت لوگ صحیفوں میں، تختیوں پر اور پتوں سے خالی شاخوں پر لکھتے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کسی سے اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ دو گواہ اس پر گواہی نہ دیتے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ صرف لکھے ہوئے کو کافی نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ دو گواہ اس پر گواہی دیتے کہ اس کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے حالانکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود حافظ قرآن مجید تھے لیکن وہ حفاظت میں مبالغہ کرنے کے لئے ایسا کرتے تھے۔

ابن ابوداؤد بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ دونوں مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جائیں اور جو شخص کتاب اللہ پر دو گواہ لے کر آئے اس کو لکھ لیں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دو گواہ اس پر گواہی دیں کہ انہوں نے اس آیت کو حفظ کیا تھا اور اس کو لکھ لیا تھا۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس پر گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس آیت کو لکھ لیا گیا تھا۔

ابوشامہ نے کہا۔

ان کی اس سے غرض یہ تھی کہ صرف اسی آیت کو لکھا جائے جس کے متعلق یہ یقین ہو جائے کہ علی التعیین اس آیت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھ لیا گیا تھا کیونکہ جب تک کسی آیت کا تحریری ثبوت نہ مل جائے وہ اس کے حرف حفظ کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔

ابن اشعث نے مصاحف میں لیث بن سعد سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ لوگ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن مجید کی آیات لے کر آتے اور جب تک وہ ان آیتوں کے لکھے جانے پر دو گواہ پیش نہ کرتے حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو نہیں لکھتے تھے اور سورہ توبہ کی آخری آیت کے مکتوب ہونے پر صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو لکھ لو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی اکیلی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا ہے پھر اس آیت کو لکھ لیا گیا۔
(الاتقان: ج: 1، ص: 58)

جس حدیث مبارکہ میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

عمارہ بن خزیمہ کے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا: وہ گھوڑے کی قیمت لے کر آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جلدی جلدی چل کر گھوڑے کی قیمت لینے گئے اور وہ اعرابی آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ لوگ اس اعرابی کے ساتھ چلنے لگے اور اس سے اس گھوڑے کی قیمت پوچھنے لگے اور ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں۔ اس اعرابی نے نبی کریم ﷺ کو ندا کی اگر آپ اس گھوڑے کو

خرید رہے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعرابی کی یہ ندا سنی تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اعرابی نے کہا نہیں۔ بہ خدا میں نے یہ گھوڑا آپ کو نہیں بیچا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں۔ اعرابی کہنے لگا۔ اچھا آپ گواہ لائیں۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ گھوڑا آپ ﷺ نے اس سے خرید ا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مڑ کر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کس بناء پر گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے تب نبی کریم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔ (سنن ابوداؤد: ج:2ص:152)

بہ ظاہر نبی کریم ﷺ کا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دینا ان کے ایمان کی پختگی کی بناء پر تھا اور اس بات کا انعام تھا کہ انہوں نے بن دیکھے نبی کریم ﷺ کے دعویٰ کی تصدیق کر دی لیکن درحقیقت نبی کریم ﷺ نور نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ سورہ توبہ کی آخری آیت کے لکھے جانے پر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی گواہ نہیں ہوگا اگر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر نہ قرار دیا گیا تو سورہ توبہ کی آخری آیت قرآن مجید میں درج ہونے سے رہ جائے گی اور قرآن مجید نامکمل رہ جائے گا۔

شیعہ عالم آیت مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

اس جگہ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایک گروہ کے درمیان یہ مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قرآن مجید متفرق صورت میں تھا اس کے بعد ابوبکر یا عمر یا عثمان (رضی اللہ عنہم) کے زمانہ میں اس کو جمع کیا گیا۔ اس کے برعکس واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں قرآن اسی طرح جمع کیا ہوا تھا جس صورت میں آج جمع کیا ہوا ہے اور اس کی ابتداء میں یہی سورت فاتحہ تھی اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ یہ سورت سب سے پہلے نازل

ہوئی تھی اس پر متعدد دلائل ہیں کہ جس صورت میں آج قرآن مجید ہمارے سامنے ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے اس کو اسی طرح جمع کیا گیا تھا۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ

علی بن ابراہیم نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: قرآن مجید ریشم اور کاغذ وغیرہ کے ٹکڑوں میں متفرق ہے اس کو جمع کرو پھر حضرت علی علیہ السلام اس مجلس سے اٹھے اور زرد رنگ کے ایک کپڑے میں قرآن مجید کو جمع کر کے اس پر مہر لگا دی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ

مشہور سنی عالم خوارزمی نے ''کتاب المناقب'' میں علی بن رباح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

تیسری دلیل یہ تھی کہ

اہل سنت کے مشہور امام حاکم نیشا پوری نے ''مستدرک'' میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قرآن کو متفرق ٹکڑوں سے جمع کر کے پیش کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جس آیت کا جو مقام تھا وہاں اس آیت کو رکھنے کا حکم دیتے تھے البتہ اس وقت یہ نوشتہ متفرق تھا۔ پیغمبر ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کو ایک جگہ جمع کریں اور ہم کو اس سے خبردار کرتے تھے کہ کہیں قرآن ضائع نہ ہو جائے۔

علماء شیعہ کے بہت بڑے عالم سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ

جس صورت میں آج ہمارے پاس قرآن ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس صورت میں موجود تھا۔

طبرانی اور ابن عساکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ

چھ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید کو جمع کیا۔

اور قتادہ روایت کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس نے قرآن کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: چار صحابہ نے اور وہ سب انصار سے تھے۔ حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاذ اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کیا تھا یا دوسروں نے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف قرآن کو جمع نہیں کیا تھا بلکہ اس مجموعہ میں قرآن بھی تھا تفسیر بھی تھی۔ آیات کا شان نزول بھی تھا اور اس کی مثل دیگر امور تھے اور ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن ہے یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے جس میں سے انہوں نے اختلاف قرأت کو ختم کر کے ایک قرأت پر قرآن کو جمع کیا اور حروف پر نقطے لگائے کیونکہ اس سے پہلے نقطے لگانے کا رواج نہ تھا البتہ اس پر اصرار کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا ہوا نہ تھا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا خلیفہ اول یا دوم کا حصہ ہے محض ان کی فضیلت سازی ہے۔ (تفسیر نمونہ: جز: 1، ص 8 تا 11)

تفسیر نمونہ کے اس اقتباس میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید کو جمع کر لیا تھا یہ ہمارے مخالف نہیں ہے جبکہ اس میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ جمع کا مطلب یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کے محل اور مقامات بتا دیئے گئے تھے اور اس کو لکھ کر جمع کر لیا گیا تھا لیکن ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا۔ ایک جگہ جمع پہلی بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے کیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف لغات یا قرأت کو ختم کر کے ایک قرأت پر قرآن مجید کو جمع کیا اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے فرشتوں کا لوٹ جانا

حمید بن بلال سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تھے اس وقت سے آج تک فرشتے تمہارے مدینہ منورہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! اگر تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو وہ فرشتے لوٹ جائیں گے اور پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم تم میں سے جو شخص بھی ان کو قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ سوکھا ہوا ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی تلوار تم سے اب تک میان میں رکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ اپنی تلوار کو میان سے نکال لے گا پھر کبھی اس تلوار کو میان میں نہیں رکھے گا یا کہا قیامت تک میان میں نہیں رکھے گا اور جب بھی کسی نبی کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ میں ستر ہزار افراد قتل کیے گئے اور جب بھی کسی خلیفہ کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ 35 ہزار نفوس قتل کیے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 20963)

بکریوں کی طرح ذبح کیے جانے کی بشارت دینا

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آج کے بعد کسی کو باندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا ماسوا قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کے تم اس کو قتل کر دو گے اگر تم نے اس کو ذبح نہیں کیا تو تم کو بکریوں کی طرح ذبح کیے جانے کی بشارت ہو۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 41، ص: 294)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دینے سے تلوار کا میان سے باہر نکلنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کی تلوار اس وقت تک میان میں رہے گی جب تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے اور جب عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے گا تو وہ تلوار میان سے باہر نکل آئے گی پھر قیامت تک وہ تلوار میان میں داخل نہیں ہو گی۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 41، ص: 294)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہادت کی خبر دینا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ چلے اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ تھا اس نے کہا یہ شہید ہوں گے اور ان کی قوم ان کو شہید کرے گی اور ہم تمام فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 32861)

مظلوماً قتل کیا جائے گا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3708)

اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3705)

یہ شخص شہید ہے

حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

یوم الدار کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کیا تم اس شخص سے حیاء نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیاء کرتے ہیں۔ ہم نے کہا وہ کون ہے؟ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا جب عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو اس نے کہا یہ شخص شہید ہے اس کی قوم اس کو قتل کرے گی اور ہم ملائکہ اس سے حیاء کرتے ہیں۔

حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے ایک گروہ کو دور کیا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 4939)

شہادت کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فرشتوں کا درود بھیجنا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے ان پر درود بھیجیں گے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3172)

تم اس دن روزہ رکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عثمان رضی اللہ عنہ! میرے بعد تمہیں خلافت دی جائے گی اور منافقین چاہیں گے کہ تم اسے چھوڑ دو تو تم اسے نہ چھوڑنا اور تم اس دن روزہ رکھنا کیونکہ تم میرے پاس افطار کرو گے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: جز: 41، ص: 294)

قیامت کی نشانی شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہونا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنی تلوار سے قتل کرو گے اور تمہارے شریر لوگ تمہاری دنیا کے وارث بن جائیں گے۔ (دلائل النبوۃ: ج:6، ص:391)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فتنوں کے وقت ہدایت پر

حضرت کعب مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے ہیں اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے گزرا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا یہ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3704)

نبی کریم ﷺ کا عہد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ ﷺ ان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب یوم الدار یعنی وہ دن آیا جس میں انہیں محصور کیا گیا تو ہم نے عرض کیا: کیا آپ جنگ نہیں کریں گے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس امر کا عہد لیا ہے لہٰذا میں اس پر اپنی جان کا خیال نہ کروں گا صابر رہوں گا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:391)

نبی کریم ﷺ کی وصیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

میرے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھر میں نے عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادِ فرمایا: نہیں پھر میں نے عرض کیا: عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ پس جب وہ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے عائشہ رضی اللہ عنہا) ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا پھر یوم دار آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں محصور ہو گئے ہم نے کہا: اے امیر المومنین آپ قتال نہیں کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی اور میں اس وصیت پر صبر کرنے والا ہوں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 24298)

فتنے کے زمانہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دینے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے اس وقت فرمایا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے محصور کر رکھا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فتنہ و اختلاف رونما ہو گا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اس وقت کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم امیر اور ان اصحاب کے دامن سے وابستہ رہنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ (خصائص الکبریٰ: ج: 2، ص: 207)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے وصال فرمائیں گے

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

الشفاء میں روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے وصال فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ

ان کو جلد ایک قمیص پہنائے گا اور لوگ اس کو اتارنے کے خواہش مند ہوں گے اور اس کا خون اللہ تعالیٰ کے اس قول پر جاری ہوگا۔

فَسَیَکۡفِیۡکَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ؕ

(البقرہ:137)(الشفاء،ص:249)

اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ سورہ بقرہ کی تلاوت کرتے ہوئے قتل ہوں گے اور آپ کے خون کا قطرہ فَسَیَکۡفِیۡکَهُمُ اللّٰهُ پر پڑے گا۔(الصواعق المحرقہ،ص:298)

فتنہ کا ظہور اور شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ابن سعد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ سال خلافت فرمائی اور چھ سال تک آپ رضی اللہ عنہ سے لوگ ناراض نہیں ہوئے بلکہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ چاہت کرتے تھے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ سخت انداز اپناتے تھے لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے خلیفہ بن گئے تو ان سے نرم انداز اپنایا، صلہ رحمی کی پھر ان کے معاملات میں نرمی سے کام لیا اور آخری چھ سالوں میں اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو عامل مقرر فرمایا اور ان کو حکم الٰہی عزوجل کے مطابق صلہ رحمی کرتے ہوئے مال عطا فرمایا اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مال ترک کر دیا تھا اور میں نے اس کو لے کر اپنے اقارب میں تقسیم فرما دیا ہے جس کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا گیا۔

زہری نے ابن عساکر سے روایت کیا ہے کہ

میں نے ابن مسیب سے کہا کہ کیا آپ مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے

میں بتانا پسند فرمائیں گے کہ لوگوں کا اور آپ رضی اللہ عنہ کا معاملہ کس طرح کا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کیوں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت کی صورت میں قتل کئے گئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل ظالم تھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو اکیلا چھوڑا تھا وہ معذور تھا۔ میں نے پوچھا وہ کس طرح؟ انہوں نے کہا: جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو بہت زیادہ چاہتے تھے اور وہ بنی امیہ کے اس طرح کے آدمیوں کو کثرت سے والی بناتے تھے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے امراء اس طرح کے افعال کا ارتکاب کرتے تھے جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے متعلق لوگوں کی ناراضگی اختیار کر لیتے تھے مگر ان کو معزول نہیں کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آخری چھ سالوں میں اپنے چچازاد بھائیوں کو دوسروں پر ترجیح دی اور ان کو والی بنا دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ لینے کا حکم فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم قائم فرمایا وہ وہاں کئی سال رہے تو مصر والے ان کو شکوہ اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ قلبی رنج تھا جس کی وجہ سے بنو ہذیل اور بنو زہرہ کے دل میں بھی دکھ تھا اور عمار بن یاسر کی وجہ سے بنو مخزوم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت غصہ تھا۔ مصر والے عبداللہ بن ابی سرح کا شکوہ لے کر آ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو کھینچا تو ابن سرح نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو اشخاص گئے تھے ان میں سے ایک کو مار کر قتل کر دیا تو مصر والوں میں سے سات سو اشخاص نے مدینہ منورہ آ کر مسجد میں رہائش رکھ لی اور نماز کے اوقات کے معاملے میں ابن سرح نے جو ان سے سلوک کیا اس کی انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس شکوہ کیا تو طلحہ بن عبیداللہ نے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت تیز کلام کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو فرمائیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہیں اور اس آدمی کو معزول کرنے کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح کرنے سے انکار فرما دیا۔ اس آدمی نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے عامل سے ان کو انصاف دلا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آ کر فرمایا کہ یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کی جگہ ایک شخص کا سوال کرتے ہیں اس سے قبل وہ خون کے مدعی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کو معزول کر کے ان کے مابین فیصلہ فرما دیں اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے ان کو انصاف دلا دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا کوئی ایک شخص پسند کر لو میں اس کی جگہ اس شخص کو تمہارے اوپر حاکم بنا دیتا ہوں۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بنا دیا جب وہ واپس جانے لگے تو مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگ اہل مصر اور ابن ابی سرح کے معاملہ کا جائزہ لینے کے لئے ان کے ساتھ چلے گئے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے رفقاء بھی گئے اور جب وہ مدینہ منورہ سے تین دن کے فاصلے پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام غلام اونٹ کو اس طرح بھگائے جا رہا تھا کہ گویا اس کے پیچھے کوئی آ رہا ہے یا وہ خود کسی کا پیچھا کر رہا ہے تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اس کو کہا۔ تمہیں کیا ہوا؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ تو بھاگا ہوا ہے یا کسی کے پیچھے لگا ہوا ہے تو اس نے کہا میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے مصر کے گورنر کے پاس روانہ فرمایا ہے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا مصر کے گورنر تو یہ ہیں۔ اس نے کہا میں ان کو نہیں ملنا چاہتا اس آدمی نے محمد بن ابی بکر کو اس آدمی کے بارے میں بتایا تو اس نے اس کی تلاش میں ایک آدمی کو روانہ کیا اس کو پکڑ کر آپ کے روبرو حاضر کیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا تو کس کا غلام ہے اس نے ایک دفعہ کہا میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور دوسری بار کہا میں مروان کا غلام ہوں حتیٰ کہ ایک شخص نے اس کو پہچان لیا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔ محمد بن ابی بکر نے

اس سے پوچھا آپ کو کس طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے کہا مصر کے گورنر کی طرف بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کس کے لئے۔ اس نے کہا: ایک پیغام دینے کے لئے بھیجا ہے۔ اس نے پوچھا تیرے پاس کوئی رقعہ ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ اس نے اس کی تلاشی لی مگر کوئی رقعہ نہ مل سکا۔ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں ابی سرح کے نام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط تھا۔ محمد بن ابی بکر نے ان مہاجرین اور انصار کو جمع کیا جو آپ کے ساتھ تھے پھر ان کی موجودگی میں اس خط کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ جب آپ کے پاس محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں اشخاص آئیں تو ان کے قتل کے متعلق سوچنا اور اس کے پاس جو مقرر کرنے کا خط ہے اس کو بے فائدہ اور جھوٹا سمجھنا اور جب تک میری رائے کا آپ کو پتہ نہ چلے تو اس وقت تک اپنے کام پر پکے رہنا اور جو لوگ شکوہ وشکایت کرنے کے لئے آپ کی طرف آئیں ان کو اس وقت تک قید رکھنا جب تک ان کے بارے میں میری رائے آپ کو پتہ نہ چل جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔ جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو ڈر کر مدینہ منورہ کی طرف واپس آ گئے اور محمد بن ابی بکر نے اس خط پر ان تمام اشخاص کی مہریں لگوا دیں جو آپ کے ساتھ تھے اور ان میں ایک شخص کو خط دے دیا۔ مدینہ منورہ آ کر انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے ان کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں خط کو کھولا اور ان کو اس غلام کا واقعہ بتایا اور ان تمام کو وہ خط پڑھ کر سنایا جس سے مدینہ منورہ کے تمام اشخاص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے غصہ میں آ گئے اور اس واقعہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو غصے میں اور بھی زیادہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے جب ان لوگوں نے خط پڑھ کر سنا تو ہر شخص غم کی حالت میں تھا۔ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر بنو تیم وغیرہ کو آپ پر چڑھائی کے لئے لے آیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو ملاحظہ فرمایا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت

سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور بدر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ کے ساتھ وہ غلام اور اونٹ بھی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا! ہاں۔ پھر کہا کیا یہ اونٹ بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں! پھر کہا۔ کیا یہ خط آپ رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قسماً فرمایا کہ میں نے یہ خط نہیں تحریر کیا اور نہ میں نے اس کو یہ کہا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی پتہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مہر آپ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کا غلام آپ رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر آپ رضی اللہ عنہ کا مہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ ہی نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسماً فرمایا کہ میں نے نہ تو خط تحریر کیا ہے اور نہ ہی میں نے اس کو حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے اس غلام کو کبھی مصر کی جانب روانہ کیا ہے۔ لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک کرنے لگ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے حوالے کیا جائے مگر آپ نہ مانے اور مروان اس وقت آپ کے گھر میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں شک کرنے لگے اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جھوٹی قسم نہیں اٹھائی مگر چھ اشخاص نے کہا: جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو ہمارے حوالے نہ کریں اور ہم اس سے تحقیق کر کے خط والا معاملہ نہ جان لیں اس وقت تک ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سے بری نہیں جانتے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل ناحق کا حکم کس طرح دے سکتے ہیں اگر وہ خط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے تو ہم اس کو معزول کریں گے اگر مروان نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے تحریر کیا ہے تو ہم مروان کے متعلق جس قدر ہو سکا تفکر کریں گے اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو قتل کے ڈر سے ان کے حوالے کرنے سے انکار فرمایا۔ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر

دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جھانک کر لوگوں سے استفسار فرمایا کیا آپ لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں! آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ لوگوں میں سعید تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچائے گا کہ وہ ہمیں پانی دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی آپ نے تین بھرے ہوئے مشکیزے آپ کی جانب بھیج دیئے ابھی وہ آپ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کی وجہ سے بنو ہاشم اور بنوامیہ کے کئی غلام زخمی ہو گئے حتیٰ کہ پانی آپ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے ان سے مروان کا مطالبہ کیا ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا معاملہ نہیں ہوگا اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنی تلواریں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر لے کر کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص آپ تک پہنچنا چاہے اس کو نہ چھوڑو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے بیٹوں کو روانہ کیا کہ کسی شخص کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور انہیں کہیں کہ وہ مروان کو گھر سے باہر نکال دیں۔ جب محمد بن ابی بکر نے یہ معاملہ دیکھا تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تیراندازی شروع کر دی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں لتھڑ گئے اور مروان کو بھی گھر میں ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بھی خون میں نہا گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کا سر بھی زخمی ہوا۔ محمد بن ابی بکر کو یہ ڈر لگا کہ کہیں بنو ہاشم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی حالت دیکھ کر غصے میں نہ آ جائیں اور بڑا فتنہ نہ قائم کر دیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کہا اگر بنو ہاشم نے آ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دور کر دیں گے اور ہم جس بات کے متمنی ہیں وہ تو پوری نہیں ہوگی میرے ساتھ آؤ تا کہ ہم دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں اور کسی کو اس بات کا علم بھی نہ ہوگا پس محمد بن

ابی بکر اور اس کے دو ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء کو بھی کچھ علم نہ ہو سکا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے سب رفقاء گھروں کی چھتوں پر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہی تھی۔ محمد بن ابی بکر نے دو ساتھیوں سے کہا اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو اس لئے کہ ان کے ساتھ ان کی زوجہ بھی ہے حتیٰ کہ میں آپ کو داخل ہونے کا کہوں جب میں ان کو ہتھے میں لے لوں تو تم دونوں داخل ہو کر ان کو مار مار کر قتل کر دینا۔ محمد بن ابی بکر نے اندر داخل ہو کر آپ کی ریش مبارک پکڑ لی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا اگر تیرا باپ تجھے میرے ساتھ اس حالت میں ملاحظہ کرتا تو اس کو یہ بات بری لگتی تو اس نے ہاتھ کو ڈھیلا کر دیا۔ اتنے میں دونوں اشخاص نے داخل ہو کر مار مار کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور جس راستے سے آئے تھے بھاگتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے آوازیں لگائیں مگر آپ رضی اللہ عنہ کی چیخ و پکار گھر میں باہر سے آئے لوگوں کی وجہ سے کسی کو نہ سنائی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل کر دیئے گئے ہیں۔ لوگوں نے آ کر دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس بات سے ان کے ایمان خطا ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر آ کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید پایا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں سے پوچھا۔

دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین کس طرح شہید ہو گئے اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ پر مارا اور محمد بن طلحہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا اور انتہائی غصے کے ساتھ اپنے گھر آ گئے لوگ دوڑتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا اشد ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: یہ تم لوگوں کا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس سے اہل بدر راضی ہوں گے وہی خلیفہ قائم ہوگا۔ تمام اہل بدر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا۔ ہم آپ کے علاوہ کسی کو خلافت کا مستحق نہیں جانتے ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی سے آ کر پوچھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا۔ اس نے کہا میں نہیں جانتی دو اشخاص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جن کو میں نہیں جانتی جنہیں میں نہیں پہچانتی ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا اور جو کچھ انہوں نے کیا اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر جو کچھ آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے بتایا تھا اس کے بارے میں پوچھا: محمد بن ابی بکر نے کہا انہوں نے سچ کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا تذکرہ کیا تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں توبہ کر کے ان کے پاس سے چلا آیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ ان کو پکڑا ہے اور نہ ان کو قتل کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے کہا: اس نے سچ کہا ہے مگر ان دو اشخاص کو اس نے داخل کیا ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص310 تا 317)

شہادت کے دنوں میں اختلاف

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دنوں میں مختلف اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ 35ھ کے تشریق کے دنوں کے درمیان میں قتل کئے گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ البقیع میں حش کوکب میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ پہلے آدمی ہیں جو کہ اس مقام پر دفن کئے گئے۔

اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ 18 ذی الحجہ کو جمعہ کے دن شہید ہوئے۔

اوراس طرح بھی کہا گیا ہے کہ

ذوالحجہ میں چھ دن باقی رہتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 82 بیاسی سال تھی۔

(الصواعق المحرقہ:ص:299)

محاصرہ کے دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ

میں محاصرہ کے ایام میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ رضی اللہ عنہ عامۃ الناس کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ رضی اللہ عنہ پر نازل ہوگئی ہے آپ رضی اللہ عنہ اس کو ملاحظہ فرمارہے ہیں میں آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گزار تین باتیں عرض کرتا ہوں ان میں سے آپ رضی اللہ عنہ جو بات چاہیں اس کو اختیار فرمائیں۔ان میں ایک تو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ باہر نکل کران کا مقابلہ فرمائیں۔آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کثیر اشخاص اور طاقت موجود ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ حق پر بھی ہیں اور وہ باطل پر ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کراپنی سواری پر بیٹھ کر مکۃ المکرمہ روانہ ہو جائیں وہ آپ رضی اللہ عنہ کے خون کو ہرگز مباح نہیں جانیں گے اور یہ بھی بات ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ وہاں کے ساکن بھی ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ شام روانہ ہو جائیں وہ شامی ہیں اور ان میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بات کہ میں باہر نکل کر مقابلہ کروں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خون ریزی کرنے والا سب سے پہلا حاکم نہیں بننا پسند کرتا اور رہی یہ بات کہ مکۃ المکرمہ روانہ ہو جاؤں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش میں ایک شخص ملحد ہو کر مکۃ المکرمہ چلا جائے گا اس پر آدھی دنیا کا عذاب ہوگا میں ہرگز اس طرح کا آدمی نہیں بننا پسند کرتا اور یہ کہ میں شام روانہ ہو جاؤں میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو کبھی ترک نہیں کروں گا۔

(مسند احمد:ص:456)

محاصرہ کے دن حضرت عثمان غنی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ابن عسا کر نے ابوثور الفہمی سے روایت کیا ہے کہ

میں محاصرہ کے ایام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کے پاس دس باتیں چھپائی ہوئی ہیں میں اسلام میں چوتھا شخص ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی صاحبزادی میری زوجیت میں عطا فرمائی وہ وصال فرما گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی سے میرا نکاح کر دیا میں نے کبھی بھی نہ گانا گایا اور نہ اس کی خواہش کی اور جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے اس وقت سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرم گاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی اس طرح کا نہیں گزرا جس کے اندر میں نے اپنا غلام آزاد نہ کیا ہو۔ علاوہ ازیں اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو کوئی چیز نہ ہو یعنی میں نے تقریباً دو ہزار چار سو غلام آزاد کئے ہیں اور نہ ہی میں جاہلیت اور اسلام میں زنا کاری اور چوری کا مرتکب ہوا اور میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ: ص:300)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس جانا

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جو بندہ اس کو قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے وہ اس کی رہنمائی نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی بھی اس کو تمہارے بارے میں نیام میں نہیں کرے گا اور کوئی نبی شہید نہیں ہوا مگر

اس نے اس کے بدلہ میں ستر ہزار آدمی قتل کیے اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا مگر اس نے ان کے متفق ہونے سے پہلے 35 ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔(مصنف عبدالرزاق:ص:945)

سب سے پہلا فتنہ قتل عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہے

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلا فتنہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور آخری فتنہ خروج دجال ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ آدمی جس کا قلب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی محبوب رکھتا ہے وہ دجال کا پیروی کرنے والا بنے بغیر نہ مرے گا اگر وہ دجال کا زمانہ پالے تو درست ورنہ اگر نہ پائے تو اپنی قبر میں بھی اس پر ایمان لے آئے گا۔(الصواعق المحرقہ:ص:301)

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وقت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا اپنی زمین میں ہونا

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی زمین میں تشریف لے کر گئے ہوئے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! میں اس بات میں رضامند نہ تھا اور نہ ہی میری یہ خواہش تھی۔(الصواعق المحرقہ:ص:301)

شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا قول

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو قیس بن عبادہ سے صحیح فرمایا ہے۔

انہوں نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے دن کہتے ہوئے سنا ہے

کہ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے برأت کا طلب گار ہوں جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میری عقل سلامت نہ رہی اور میں اپنے نفس کو بھول گیا لوگ میرے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اس قوم کی بیعت لینے سے حیاء آتی ہے جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی حیاء آتی ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے سے پہلے بیعت کروں لہٰذا وہ لوگ چلے گئے۔ جب لوگ واپس پلٹ کر آئے تو انہوں نے مجھ سے بیعت کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا: اے اللہ عزوجل! میں جو قدم اٹھانے والا ہوں اس سے مجھے خوف لاحق ہوتا ہے پھر مجھے عزیمت حاصل ہوگئی تو میں نے بیعت لی۔ لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا دل پارہ پارہ ہوگیا ہے تو میں نے کہا: اے اللہ عزوجل! مجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہوجائے۔ (مستدرک: ص: 101)

امام ابن عساکر نے ابوخلدہ الحنفی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ میں نے ان کو شہید کیا ہے اور نہ کبھی اس طرح کی خواہش کی ہے میں نے تو ان کو منع کیا لیکن انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ص: 451، الصواعق المحرقہ: ص: 302)

دو باتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں زیادہ تھیں

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر نے عبدالرحمٰن المہدی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں دو باتیں ایسی تھیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی موجود نہ تھیں اپنے بارے میں اتنا صبر کیا کہ شہید ہوگئے اور لوگوں

کو قرآن مجید پر جمع کیا۔ (الصواعق المحرقہ: ص:303)

ٹانگ میں کیڑا پیدا ہونے سے ہلاک ہونا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ جہجاء الغفاری نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا پکڑا اور اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ابھی اس بات پر ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کیڑا پیدا فرما دیا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔ (القول الاقوم فی معجزات النبی الاکرم: ص:325)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قاتل نیلے اور سرخ رنگ کا مصری

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مصری ہے جس کو حمار کہا جاتا ہے۔

(الصواعق المحرقہ: ص:299)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شہادت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرنا

کثیر بن الصلت الکندی سے روایت ہے کہ

جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دن وہ سو گئے اور وہ جمعہ کا دن تھا جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کہا اگر تم یہ نہ کہو کہ عثمان تمنائیں اور آرزوئیں کر رہے ہیں تو میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں ان کے اصحاب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے ہم لوگوں کی طرح باتیں بنانے والے نہیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس جمعہ کو ہمارے پاس حاضر ہونے والے ہو۔

(الطبقات الکبریٰ: ج:3،ص:55)

آج رات ہمارے پاس روزہ افطار کرنا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنت الفرافصہ سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اونگھ آ گئی جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کہا یہ لوگ مجھے شہید کر دیں گے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں: اے امیر المومنین! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا آج رات ہمارے پاس روزہ افطار کرنا۔

(الطبقات الکبریٰ: ج: 3، ص: 55)

شہادت کے وقت بسم اللہ توکلت علی اللہ پڑھنا

زبیر بن عبداللہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چھریوں سے وار کیے گئے تو انہوں نے کہا:

بسم اللہ توکلت علی اللہ، خون ان کی داڑھی پر بہہ رہا تھا قرآن مجید ان کے سامنے رکھا تھا وہ قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور خون قرآن مجید پر بہہ رہا تھا حتیٰ کہ خون اس آیت پر ٹھہر گیا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(البقرہ: 137) (الطبقات الکبریٰ: ج: 3، ص 54 تا 55)

شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کا قول

حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کی اہلیہ نے کہا تم نے ان کو شہید کر دیا وہ ہر رات نماز میں قیام کرتے تھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 3، ص: 56)

اس امت کی پہلی ناشکری قتل عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہے

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

ومن بعد ذلك میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے اور اس سے کفر باللہ مراد نہیں ہے اور فاسقوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔

مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے کہ

سب سے پہلے جنہوں نے اس نعمت کا کفر کیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو امن کی نعمت عطا کی تھی وہ واپس لے لی اور ان پر خوف مسلط کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے اور خون ریزی میں مشغول ہو گئے حالانکہ ان سے پہلے وہ بھائی بھائی تھے۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:427)

حمید بن بلال سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تھے اس وقت سے آج تک فرشتے تمہارے مدینہ منورہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو وہ فرشتے لوٹ جائیں گے اور پھر کبھی نہیں آئیں گے پس اللہ تعالیٰ کی قسم! تم میں سے جو شخص بھی ان کو قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ سوکھا ہوا ہو گا بے شک اللہ تعالیٰ کی تلوار تم سے اب تک میان میں رکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ اپنی تلوار کو میان سے نکال لے گا پھر کبھی اس تلوار کو میان میں نہیں رکھے گا یا کہا قیامت تک میان میں نہیں رکھے گا اور جب بھی کسی نبی کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ میں ستر ہزار افراد قتل کیے گئے اور جب بھی کسی خلیفہ کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ 35 ہزار نفوس قتل کیے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:20963)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آج کے بعد کسی کو باندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا ماسوا قاتل عثمان کے تم اس کو قتل کر دو

گے اگر تم نے اس کو ذبح نہیں کیا تو تم کو بکریوں کی طرح ذبح کیے جانے کی بشارت ہو۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 41،ص: 294)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کی تلوار اس وقت تک میان میں رہے گی جب تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے اور جب عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے گا تو وہ تلوار میان سے باہر نکل آئے گی پھر قیامت تک وہ تلوار میان میں داخل نہیں ہوگی۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 41،ص: 294)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین کی سازش

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ حج کے لئے گھر سے باہر نکلی تھیں لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد ہوگا اور قتل اور خون ریزی ہوگی وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خوف سے مدینہ منورہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے کیونکہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور برسرِ عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کے عزائم یہ تھے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی اس لئے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ سنایا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین

مدینہ منورہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اس وقت تک تم لوگ مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت امیر المومنین کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان سے قصاص لے سکیں اور یہ کوشش کرو کہ وہ امیر المومنین کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تاکہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا زیادہ احترام ہوگا اور ان کی زیادہ طاقت ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ کے ساتھ جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ حکماً آپ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔ (تاریخ ابن خلدون: ج: 2 ص 493 تا 494)

قاتلین عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

انکار کیا تاکہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہمراہ بصرہ روانہ ہو گئے جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تاکہ ان کے مقاصد معلوم ہوں اور وہ ان مقاصد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کریں۔ حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہا: اے امی جان! آپ رضی اللہ عنہا کس مقصد سے اس شہر میں تشریف لائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بیٹے! میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں پھر آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا انہوں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا اور بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا۔ حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تبھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔

(تاریخ ابن خلدون: ج:1، ص:500)

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گئے اور ان مذاکرات کی خبر دی۔ حضرت امیر یہ سن کر خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی کو صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا جب چوتھی رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لئے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی میں مبتلا تھے اور ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی انہوں نے باہم گٹھ جوڑ کر کے یہ سازش کی کہ رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تاکہ وہ

لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے پھر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بدعہدی کی سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے حضرت امیر کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لئے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (تاریخ ابن خلدون: جز: 1 ص 503 تا 504)

قاتلین عثمان کا حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر کس قدر تسلط اور تغلب تھا اس کا اندازہ شیعہ کی مستند اور مسلم کتاب نہج البلاغہ کے اس اقتباس سے ہوتا ہے۔

چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی تو آپ کے بعض اصحاب نے کہا کاش آپ ان لوگوں کو سزا دیتے جنہوں نے قتل عثمان کے لئے لشکر جمع کیا تھا تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے بھائیو! جو بات تم جانتے ہو میں بھی اس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میرے پاس ان پر قابو پانے کی طاقت کہاں ہے حالت تو یہ ہے کہ جس گروہ نے قتل عثمان کے لئے لشکر کشی کی وہ پوری قوت اور طاقت کے ساتھ ہنوز باقی ہے یہ لوگ مجھ پر تسلط اور تغلب رکھتے ہیں میں ان پر تسلط اور تغلب نہیں رکھتا اور آگاہ ہو جاؤ کہ قاتلین ایسے لوگ ہیں کہ تمہارے غلام تک ان کے پرجوش حامی ہیں اور تمہارے بادیہ نشین ان سے ملے ہوئے ہیں اور یہ قاتلین عثمان خود تم میں موجود ہیں ہنوز مدینہ سے باہر نہیں نکلے ہیں اور تمہیں ہر طرح کا ضرر پہنچا سکتے ہیں اور کیا تمہیں اس کا کوئی امکان نظر

آتا ہے کہ تم ان پر غالب آسکو۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ قتل جاہلیت کی بناء پر کیا گیا ہے ان لوگوں کے پاس کمک اور امداد کی کمی نہیں ہے اور جب لوگوں کو ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے کہا جائے گا تو لوگ چند فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک فرقہ تو وہ ہو گا جس کی رائے تمہارے موافق ہو گی اور دوسرا فرقہ وہ ہو گا جس کی رائے تمہارے خلاف ہو گی اور تیسرا فرقہ وہ ہو گا جس کی رائے نہ یہ ہو گی نہ وہ۔ سو تم صبر سے کام لو حتیٰ کہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور لوگوں کے حقوق آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکیں۔ میں جلد ہی مروت کے ساتھ اصلاح کروں گا اور جب میرے لئے کوئی چارہ کار نہیں رہے گا تو آخری دوا گرم لوہے سے داغ لگانا ہے۔ (نہج البلاغۃ: خطبہ نمبر: 166، ص: 590)

شیخ کمال الدین میثم علی بن میثم البحرانی متوفی 679ھ اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینے کی تاخیر کے سلسلہ میں ہے۔ ان کے عذر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین کو قاتلین عثمان پر کماحقہ قدرت نہیں تھی اسی لئے فرمایا میں ان سے قصاص کس طرح لے سکتا ہوں اور قاتلین عثمان کو اسی طرح قوت اور شوکت حاصل ہے اور حضرت الامیر کے کلام کا صدق اس سے ظاہر ہے کہ اکثر اہل مدینہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان کے خلاف چڑھائی کرنے کے لئے آئے تھے وہ لوگ اہل مصر سے تھے اور کوفہ سے بھی ایک بڑی جماعت آئی تھی وہ دور دراز سے سفر کر کے آئے تھے اور بہت سے بادیہ نشین اور غلام ان سے مل گئے تھے ان کی بہت بڑی طاقت تھی اسی لئے فرمایا وہ تمہیں ہر طرح کا آزار پہنچا سکتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت الامیر نے لوگوں کو جمع کر کے وعظ کیا پھر فرمایا حضرت عثمان کے قاتلین کھڑے ہو جائیں تو چند آدمیوں کے سوا تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اس بات کے صدق کی شہادت ہے کہ قاتلین عثمان اسی طرح طاقتور تھے اور جب ان حالات کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ کو ان کے خلاف کسی اقدام کرنے کی بالکل طاقت نہیں تھی پھر آپ نے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں

سے فرمایا: بے شک یہ قتل عثمان زمانہ جاہلیت کی کارروائی ہے اس کا کوئی شرعی جواز نہ تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا تھا جس کی سزا میں ان کو قتل کیا جاتا اور ان قاتلین کے بہت حامی اور مددگار ہیں پھر آپ نے لوگوں کو انتظار کرنے کے لئے کہا اور ان کو ڈرایا کہ اگر قصاص میں جلدی کی گئی تو دین کی شوکت کمزور پڑ جائے گی اور اس سے بڑا فتنہ نمودار ہو جائے گا اس لئے مناسب یہ ہے کہ حالات کے پرسکون ہونے تک انتظار کیا جائے پھر شرعی طریقہ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے معین کر کے بتائیں کہ فلاں فلاں قاتل ہیں اور فلاں فلاں محاصرہ کرنے والے ہیں اور امام کے پاس مقدمہ پیش کریں تاکہ امام اللہ کے حکم کے مطابق شرعی فیصلہ کرے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور اہل شام نے شرعی مطالبہ کرنے کے بجائے میرے حکم کی مخالفت کی اور طاقت اور غلبہ سے قصاص کا مطالبہ کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں جو ہوا وہ ہوا۔

(شرح نہج البلاغۃ: ج:3، ص 321 تا 322)

قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے کی بحث

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی 1399ھ لکھتے ہیں:

یہ تین رخنے تھے جن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کے زمام کار اپنے ہاتھ میں لے کر کام شروع کیا ابھی انہوں نے کام شروع کیا ہی تھا اور شورش برپا کرنے والے دو ہزار آدمیوں کی جمعیت مدینے میں موجود تھی کہ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما چند دوسرے اصحاب کے ساتھ ان سے ملے اور کہا کہ ہم نے اقامت حدود کی شرط پر آپ سے بیعت کی ہے اب آپ ان لوگوں سے قصاص لیجئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں مگر میں ان لوگوں کو کیسے پکڑوں جو اس وقت ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم ان پر۔ کیا آپ حضرات اس کام کی کوئی گنجائش کہیں دیکھ رہے ہیں جسے آپ کرنا چاہتے ہیں۔ سب نے کہا نہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں بھی وہی

خیال رکھتا ہوں جو آپ کا ہے۔ ذرا حالات سکون پر آنے دیجئے تا کہ لوگوں کے حواس برجا ہو جائیں، خیالات کی پراگندگی دور ہو اور حقوق وصول کرنا ممکن ہو جائے۔ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے بصرہ و کوفہ سے جہاں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے بکثرت حامی موجود تھے فوجی مدد حاصل کی جائے چنانچہ یہ قافلہ مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ (خلافت وملوکیت: ص 127 تا 128)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تابع فرمان بنانے کے لئے شام کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے بصرے کے اس اجتماع کی اطلاعات سن کر پہلے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مجبور ہو گئے لیکن بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے زیر اثر لوگ جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کو فطری طور پر ایک فتنہ سمجھ رہے تھے اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہوئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ جن سے پیچھا چھڑانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ موقع کا انتظار کر رہے تھے اس تھوڑی سی فوج میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فراہم کی تھی ان کے ساتھ شامل رہے یہ چیز ان کے لئے بدنامی کی موجب بھی ہوئی اور فتنے کی موجب بھی۔ بصرے کے باہر جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئیں اس وقت دردمند لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس بات کے لئے کوشاں ہوئی کہ اہل ایمان کے ان دونوں گروہوں کو متصادم نہ ہونے دیا جائے چنانچہ ان کے درمیان مصالحت کی بات چیت قریب قریب طے ہو چکی تھی مگر ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کے درمیان مصالحت ہو گئی تو پھر ہماری خیر نہیں۔ اور دوسری طرف ام المومنین رضی اللہ عنہا کی فوج میں وہ

لوگ تھے جو دونوں کو لڑا کر کمزور کر دینا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے باقاعدہ طریقے سے جنگ برپا کر دی اور وہ جنگ جمل برپا ہو کر رہی جسے دونوں طرف کے اہل خیر روکنا چاہتے تھے۔ جنگ جمل کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ میں آپ دونوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ دونوں حضرات تشریف لے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد دلا کر جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے ہٹ کر الگ چلے گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آگے کی صفوں سے ہٹ کر پیچھے کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے لیکن ایک ظالم عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور مشہور روایت کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا۔ بہر حال یہ جنگ برپا ہو کر رہی اور اس میں دونوں طرف کے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ یہ تاریخ اسلام کی دوسری عظیم ترین بدقسمتی ہے جو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد رونما ہوئی اور اس نے امت کو ملوکیت کی طرف ایک قدم اور دھکیل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو فوج لڑی تھی وہ زیادہ تر بصرہ و کوفہ ہی سے فراہم ہوئی تھی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اس کے پانچ ہزار آدمی شہید اور ہزاروں آدمی مجروح ہو گئے تو یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ اب عراق کے لوگ اس یکجہتی کے ساتھ ان کی حمایت کریں گے جس یکجہتی کے ساتھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت کر رہے تھے۔ جنگ صفین اور اس کے بعد کے مراحل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا اتحاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا تفرقہ بنیادی طور پر اسی جنگ جمل کا نتیجہ تھا یہ اگر پیش نہ آئی ہوتی تو پچھلی ساری خرابیوں کے باوجود ملوکیت کی آمد کو روکنا عین ممکن تھا۔ حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تصادم کا یہی نتیجہ تھا جس کے رونما ہونے کی توقع مروان بن الحکم رکھتا تھا اسی لئے وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگ کر بصرے گیا تھا اور افسوس کہ اس کی یہ توقع سو فیصدی پوری ہو گئی۔ (خلافت وملوکیت: ص 129 تا 130)

نیز سید مودودی لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ جنگ جمل تک وہ ان لوگوں سے بے زار تھے بادل نخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے اور ان پر گرفت کرنے کے لئے موقع کے منتظر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنے کے لئے جب انہوں نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ ڈالنے کو اس وقت تک مؤخر کر رکھا ہے جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں۔ آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا۔ پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو ان کے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار ہیں اور انہوں نے جواب میں فرمایا: لعن اللہ قتلۃ عثمان (عثمان کے قاتلوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت) لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے درآں حالیکہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (خلافت وملوکیت، ص: 146)

اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات اور ان کے اختلافات میں ہمیں کسی فریق پر انگشت نمائی نہیں کرنی چاہئے اور ان کے تمام کاموں کی اچھی اور نیک تاویل کرنی چاہئے کیونکہ وہ تمام عند اللہ ماجور ہیں اور ان کے لئے جنت کا

وعدہ فرمایا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے انہوں نے متعدد زخم کھائے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوجب طلحة آج طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے مقتولین کو دیکھ رہے تھے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگے اور کہا: اے ابو محمد! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ آسمان کے ستاروں کے نیچے تم کو اس طرح دیکھنا مجھ پر سخت دشوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:5، ص:344)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن العوام کا سر مبارک کاٹ دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جب عمرو بن جرموز نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کرب کو دور کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:5، ص346 تا 347)

اظہار غم اور افسوس کرنا

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

قاتلین عثمان کی سازش سے فریقین کے درمیان صلح کے بجائے جنگ جمل برپا ہو گئی اس کا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وہم و گمان بھی نہیں تھا اور ان واقعات کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

امام ابن المنذر، امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا "وقرن فی بیوتکن" کی تلاوت کرتیں تو آپ کو جنگ جمل کی یاد آ جاتی جس میں بہ کثرت مسلمان شہید ہو گئے تھے اور آپ کے رونے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ نے اس آیت کا معنیٰ پہلے نہیں سمجھا تھا یا گھر سے نکلتے وقت آپ اس آیت میں مذکور ممانعت کو بھول گئی تھیں بلکہ آپ بہ کثرت مسلمانوں کے قتل پر افسوس سے روتی تھیں اور آپ کا یہ افسوس ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے بعد افسوس ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے جب ان کو شکست ہو گئی اور طرفین سے جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقتل کا طواف کر رہے تھے اور افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کاش! میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا یا بھولا بسرا ہو جاتا۔ (تاریخ طبری: ج:3، ص:542)

حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

ابوالبختری سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے متعلق سوال کیا گیا! کیا وہ مشرک ہیں۔ فرمایا نہیں! وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں۔ کہا گیا۔ کیا وہ منافق ہیں؟ فرمایا! منافق اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔ کہا گیا۔ پھر وہ کیا ہیں؟ فرمایا! وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37752)

ابوجعفر سے روایت ہے کہ

جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر رو رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37763)

طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی صاف کی پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا۔ کاش! میں آج سے پہلے مر چکا ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37785)

حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا: اے اللہ میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا: اے اللہ! میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کاش! میں درخت کی ایک تر شاخ ہوتی اور میں نے یہ سفر نہ کیا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37807)

ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے توقع ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اس آیت کے مصداق ہوں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○

(الحجر: 47)

ان کے دلوں میں جو (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش تھی ہم اس کو نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37810)

ابو صالح سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن کہا! کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37813)

مقتولین کی تعداد

امام اسماعیل بن عمرو بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اس جنگ میں دونوں طرف سے دس ہزار مسلمان قتل کیے گئے۔ 5 ہزار ایک طرف سے اور پانچ ہزار دوسری طرف سے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مسلمانوں نے حصار لیا ہوا تھا آپ ایک اونٹ پر سوار تھیں اور ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں جب یہ خطرہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا تیروں کی زد میں آ رہی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں پھر جنگ رک گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے نہ کسی گرے ہوئے یا زخمی پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھانے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر اور عمار کو حکم دیا کہ وہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لئے خیمہ لگا دیں۔ محمد بن ابی بکر نے آ کر پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا کو کوئی زخم تو نہیں آیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں۔ پہلے عمار نے آ کر آپ کو سلام کیا اور کہا کہ اے اماں جان! آپ رضی اللہ عنہا کو سلام ہو! پھر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور آپ رضی اللہ عنہا کی خیریت دریافت کی اور کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرمائے۔ پھر لگاتار مسلمان آ کر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے رہے رات کو آپ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر تشریف لے گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تین دن بصرہ میں ٹھہری تھیں۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ کے باہر تین دن تک ٹھہرے پھر آپ نے فریقین کے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اعلان کر دیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے کسی کا سامان لوٹا نہیں جائے گا۔

(البدایہ والنہایہ: جز:5، ص340 تا 341)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مشہور قاتلین

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمان نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر دیوار پھاند کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہوئے ان کے ساتھ کنانہ بن بشر، سودان بن حمران، عمرو بن الحق بھی تھے اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن شریف سے سورہ البقرہ پڑھ رہے تھے۔ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر کہا: اے بڈھے احمق! تجھے اللہ تعالیٰ نے رسوا کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بڈھا احمق نہیں ہوں میں امیر المومنین ہوں۔ محمد بن ابی بکر نے کہا: تجھے معاویہ اور فلاں فلاں نہیں بچا سکے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میری داڑھی چھوڑ دو۔ اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ اس داڑھی کو نہ پکڑتے۔ محمد بن ابوبکر نے کہا: اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو وہ تمہارے افعال سے متنفر ہو جاتا۔ محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں ایک چوڑے پھل کا تیر تھا وہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں گھونپ دیا۔ کنانہ بن بشر کے ہاتھ میں ایسے کئی تیر تھے وہ اس نے آپ کے کان کی جڑ میں گھونپ دیئے اور وہ تیر آپ کے حلق کے آر پار ہو گئے پھر اس نے اپنی تلوار سے آپ کو قتل کر دیا۔ ابوعون نے بیان کیا کہ کنانہ بن بشر نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی اور سر پر لوہے کا ڈنڈا مارا اور سودا بن حمران نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر وار کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔

عبدالرحمان بن الحارث نے بیان کیا ہے کہ

کنانہ بن بشر کے حملہ کے بعد ابھی آپ میں رمق حیات تھی پھر حضرت عمرو بن الحق آپ کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر نو وار کیے بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حملہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کا خون قرآن مجید کے اوراق پر گرا۔ اٹھارہ ذوالحجہ چھتیس ہجری کو جمعہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ (تاریخ الامم والملوک: ج:3،ص 423 تا 424)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا انجام

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف با بن الاثیر متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

سودان بن حمران کو اسی وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔ (الکامل فی التاریخ: ج:3،ص:90)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

کنانہ بن بشر کو 36ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس لشکر نے قتل کر دیا تھا جس کو انہوں نے مصر کے لئے تیار کیا تھا۔ (تاریخ دمشق: ج: 53، ص: 198)

مالک بن الحارث الاشتر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ 38ھ میں کسی نے اس کو زہر کھلا دیا اور یہ مر گیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا پھر 38ھ میں یہ بھی حضرت عمرو بن العاص کے لشکر سے شکست کھا کر قتل کر دیا گیا پھر اس کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

(الاستیعاب: ج: 3، ص: 423، تاریخ الامم والملوک: ج: 4، ص: 79)

علامہ ابن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن الحمق صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور ہجرت کی بعد میں انہوں نے کوفہ کو مسکن بنا لیا انہوں نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ زیاد کے زمانہ میں یہ موصل چلے گئے اور غار میں جا کر چھپ گئے وہاں ان کو سانپ نے ڈس لیا۔ زیاد کے عامل نے ان کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھیج دیا اس نے وہ سر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے یہ پچاس ہجری کا واقعہ ہے۔ (الاستیعاب: ج: 3، ص: 258)

علامہ ابن خلدون متوفی 808ھ لکھتے ہیں:

اصل قاتل کنانہ بن بشر تھا اور حضرت عمرو بن الحمق نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نیزوں کے متعدد وار کئے تھے۔ (تاریخ ابن خلدون: ج: 2، ص: 490)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے احوال و فضائل مکمل ہو گئے اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت عطا فرمائے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بعثت سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں۔ بعثت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں آپ سے پہلے ایک ناتمام بچہ ہوا اس کے بعد ایک صاحبزادہ ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیا کو چھ برس شرف بخشنے کے بعد راہی فردوس ہو گئے اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ غزوہ بدر کے ایام میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ رہ کر جنت نشین ہو گئیں۔

(استیعاب علی ہامش الاصابہ: ج:4، ص:299)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ پہلے ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثت سے قبل ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اعلان نبوت کے بعد عتیبہ نے ابولہب کے اصرار سے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد تین ہجری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا چھ سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں رہیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ نو ہجری کو آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو لحد میں اتارا۔

(استیعاب علی ہامش الاصابہ، ج:4، ص:486)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ ہجرت کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آرام فرما ہوئے فرماتے ہیں: جس قدر سکون کی نیند اس رات لی کسی اور رات نہیں لی۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ خیبر کو آپ رضی اللہ عنہ نے فتح فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کا لقب عطا فرمایا جس پر آپ رضی اللہ عنہ فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے اہل بیت آج شادو باد ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر یہ حدیث مبارکہ و اقوال ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔

اور فرمایا کہ اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جبکہ محدثین نے فرمایا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف با اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔
(ترمذی: رقم الحدیث: 3734)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ (مسند احمد: ج: 1، ص: 330)

ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3735)

ایک روایت میں ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔
(مسند احمد بن حنبل: ج: 4، ص: 367)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:
اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا کر رہے ہیں؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے، اس کی عبادت کرنے اور لات و عزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اس وقت اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابو طالب سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کرلوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان کرنے سے قبل اپنے راز کو فاش ہونے کو ناپسند کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم گواہی دو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ اور لات وعزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت ابو طالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سوموار کے روز مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جب ابراہیم نخعی نے یہ روایت سنی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس امت میں مجھ سے قبل کسی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ؟

انہوں نے کہا:

سبحان اللہ عزوجل! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے اور لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوطالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا اور

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

(اسد الغابہ: ج: 4، ص: 18)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الٰہی عزوجل کے منتظر تھے حتیٰ کہ جب قریش مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ جس مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف فرما ہوتے ہیں آج رات اس مکان میں نہ رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز چادر اوڑھ لیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے سے نکل گئے اس حال میں کہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلا کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں مؤخر کیا تھا آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں اور تین دن گھر میں رہیں اور حق دار کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

ابو رافع نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت بیان کرتے ہوئے کہا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں۔ قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے بستر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے کہا اگر محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست شفقت پھیرا، لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا فرمائی کہ وہ پیر بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:19)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوا اور اس نکاح کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔ (معجم الکبیر: جز:1، ص:156)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جا کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں اور فرمایا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیام رد فرما دیا تو میرا پیام کیسے قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاجزادے اور حضرت ابوطالب کے فرزند ہیں۔ جاؤ اور شرم نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابوطالب (رضی اللہ عنہ) کے فرزند کیا بات ہے! کیسے ہمارے پاس آنا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے لیے پیش کروں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحباً و اہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں آئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے حضور حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس رضی اللہ عنہ جاؤ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا: اس پر رب العزت کی حمد و ثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیر کر لٹایا۔ (مدارج النبوت: جز:2، ص:109)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا ہے: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ملاءِ اعلیٰ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ (ذخائر العقبیٰ مناقب ذوی القربیٰ: ص:73)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس میں

شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔ (ریاض النضرہ: ج:3، ص:146)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے اور غزوہ تبوک میں اس لیے نہیں شرکت کر سکے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کی حفاظت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے البتہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کی حفاظت کے لیے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا عطا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا جب آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرما دیا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:16)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اضطراب کی کیفیت میں رات گزاری کہ دیکھئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں: جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور

انور ﷺ کے پاس پہنچے ان میں سے ہر ایک شخص کو یہ توقع تھی کہ حضور انور ﷺ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کو بلاؤ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ حضور انور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نرمی سے روانہ ہونا۔ جب تم ان کے پاس میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق واجب ہیں بخدا اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جاتا ہے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3973)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے پھر مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہو گا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضور انور ﷺ کے پاس لے آیا اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے پس حضور انور ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے پھر انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مرحب نکلا اور کہنے لگا تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور ایک تجربہ کار جنگجو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی طرح ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیمانوں میں ایک بڑا پیمانہ۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1807)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکۂ خیبر کے لئے لشکر میں شامل نہ ہو سکے انہوں نے سوچا کہ میں نبی کریم ﷺ سے پیچھے رک گیا ہوں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور انور ﷺ سے جا ملے جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ

عزوجل اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں یا یہ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی پس حضور انور ﷺ نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3499)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں پر فتح فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی اس دن میں آپ ﷺ کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ ﷺ مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ عزوجل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور گئے پھر ٹھہر گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔ پھر انہوں نے زور سے آواز دی۔ یارسول اللہ (ﷺ)! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2405)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے قلعہ میں اترے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں ضرور بالضرور اس آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب اگلا دن آیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت میں قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا اہل خیبر کے ساتھ ہوا اور اچانک مرحب نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر یہ رجزیہ اشعار کہے۔ تحقیق خیبر نے جان لیا ہے کہ بے شک میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور میں ایک تجربہ کار جنگجو ہوں۔ میں کبھی نیزے اور کبھی تلوار سے وار کرتا ہوں اور جب یہ شیر آگے بڑھتے ہیں تو بھڑک اٹھتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

دونوں نے تلواروں کے واروں کا آپس میں تبادلہ کیا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کھوپڑی پر وار کیا حتیٰ کہ تلوار اس کی کھوپڑی کو چیرتی ہوئی اس کے دانتوں تک آ پہنچی اور تمام اہل لشکر نے اس ضرب کی آواز سنی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

اس کے بعد لوگوں میں سے کسی اور نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ نہ کیا حتیٰ کہ فتح مسلمانوں کا مقدر ٹھہری۔ (نسائی: رقم الحدیث: 23081)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے آشوب چشم ہے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری

آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی وسردی کو دور کردے۔ پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور حضور انور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 778)

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر سردار تھے۔

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! ہماری اولاد اور بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہٰذا آپ ﷺ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیجئے اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمالیا ہے۔

حضرت ابوبکر وعمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یارسول اللہ (ﷺ)! وہ کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔ (ترمذی: رقم الحدیث:3715)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے دو لشکر ایک ساتھ روانہ کیے ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب جنگ ہوگی تو دونوں لشکروں کے امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کو فتح کیا اور مال غنیمت میں سے ایک باندی لے لی۔ اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ ایک خط حضور انور ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت تھی۔ آپ ﷺ نے اسے پڑھا تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

(ترمذی: رقم الحدیث:3725)

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس شخص کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے وہ اس آدمی میں جھگڑا کر رہے تھے جس کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس آدمی کو بھیجوں گا جس کو اللہ عزوجل کبھی رسوا نہیں کرے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے پس (اس جھنڈے) کے حصول کی سعادت کے لیے ہر کسی نے خواہش کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟

تو انہوں نے عرض کیا:

وہ چکی میں آٹا پیس رہا ہے؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی آٹا کیوں نہیں پیس رہا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کو آشوب چشم تھا اور اتنا سخت تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پھونکا پھر جھنڈے کو تین بار ہلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ (نسائی: رقم الحدیث: 8409)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم کے دریا تھے فقہ پر عبور تھا سب سے بہتر فیصلہ فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مقدس نفوس رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔

1- حضرت حسن رضی اللہ عنہ، 2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ

3-حضرت محمد ﷺ، 4-حضرت عمر رضی اللہ عنہ
5-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، 6-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
7-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، 8-حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
9-حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، 10-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
11-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، 12-حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ
13-حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، 14-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
15-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، 16-حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ
17-حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ، 18-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
19-حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ، 20-حضرت ابوحجیفہ رضی اللہ عنہ
21-حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، 22-حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ
23-حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ، 24-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
25-حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ، 26-حضرت بشر بن سہیم رضی اللہ عنہ
27-حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، 28-حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
29-حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، 30-حضرت عبدالرحمٰن بن اشیم رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ نے بھی روایات لی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے علم کے عالم کا اندازہ ان احادیث مبارکہ سے کیا جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4639)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3723)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازہ سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4637)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں قرآن مجید کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج: 1، ص: 68)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو، پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ: ج: 2، ص: 338)

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ

کیا وجہ ہے کہ حضور انور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں آپ ﷺ سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ ﷺ مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو نبی کریم ﷺ مجھ سے بات

شروع فرمادیتے تھے۔(طبقات الکبریٰ: جز:2،ص:338)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریب آؤ، میں قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔ پھر دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔(اسد الغابہ: جز:4،ص:23)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

اے علی (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صف میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 24)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیہ السلام کی مثل

جب نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کے پاس چھوڑ گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ اس موضوع پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ

میں چاہتا تھا کہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بالمشافہ سن لوں پس میری حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی۔ انہوں نے کہا میں نے حدیث مبارکہ کو خود سنا ہے میں نے عرض کیا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود سنا ہے۔ انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا اگر میں نے خود نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر یہ کہ تو نبی نہیں تجھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا کوچ کرنا مناسب نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 3062)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3730)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں سو ہم سب اسی سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس لائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ فرمادیجئے! آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! یہ میرا کنبہ ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2404)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے اقدس کو دیکھنے کو عبادت سے

تعبیر فرمایا جس پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ص:351)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔

(مستدرک: رقم الحدیث:4682)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(مستدرک: رقم الحدیث:4681)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔ پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

اے میری بیٹی! میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:42، ص:355)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔(تاریخ دمشق الکبیر:ج:42،ص:353)

حضرت طلیق بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔(معجم الکبیر:رقم الحدیث:207)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر مومن کے لیے ولی

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) تو میرے بعد ہر مومن کے لئے ولی ہے۔
(مسند احمد بن حنبل:رقم الحدیث:3062)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔(ترمذی:رقم الحدیث:3712)

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔(مسند احمد بن حنبل:رقم الحدیث:23107)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اسے میں ولایت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کرتا ہوں جس نے اسے ولی جانا اس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اس نے اللہ عزوجل کو ولی جانا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔

(مجمع الزوائد: ج:9، ص:108)

اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے

حضرت عمران بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے انکار کر دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے اور ارشاد فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا تو

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی! تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔
(مستدرک: رقم الحدیث: 4652)

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب۔ اور اگر تم عمر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور اگر تم نے علی (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی و مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا اور میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور میرا گمان یہ تھا کہ اس خلافت کا میں زیادہ حق دار ہوں لیکن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور میرا گمان یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جانشین نہیں بنائیں گے لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا سو میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا خیال تھا وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے لیکن انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی اور اس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ پھر میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی پھر حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔

اسماعیل خطی نے بیان کیا ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا۔

یہ تمہارا کام نہیں یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہو گا۔ پھر ہر شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا ہم آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی۔ ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر بیعت لازم نہیں کی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) ہونگے۔

عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

(اسد الغابہ: ج: 4، ص 30 تا 33)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں (جان لو) جو علی (رضی اللہ عنہ) کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی (رضی اللہ عنہ) سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں علی (رضی اللہ عنہ) سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ عزوجل یہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔

(حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے اسلام پر بیعت کرلی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6085)

باب علی رضی اللہ عنہ کے سوا تمام کو بند کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3732)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیئے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا۔ اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 4797)

حضرت جابرؓ بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کی اجازت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اس کا حکم نہیں سو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروا دیئے اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2031)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کیسے ہوئی

حضرت ابو حازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہ تھا جب ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔ راوی نے ان سے کہا! ہمیں وہ واقعہ سنایئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا انہوں نے فرمایا ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور انور ﷺ نے کسی شخص سے ارشاد فرمایا:

جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے:

اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو! (رضی اللہ عنہ) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 430)

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ منورہ سے شکایت کی کہ وہ بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

وہ کیا کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے اور ارشاد فرمایا:

خدا عزوجل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور ﷺ نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث مبارکہ سننے کی خواہش کی۔ میں نے عرض کیا:

اے عباس! واقعہ کیا تھا۔

انہوں نے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔

حضور انور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

تمہارا چچا زاد کہاں ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

مسجد میں ہیں۔آپ ﷺ وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔آپ ﷺ نے دیکھا کہ چادران کے پہلو سے سرک گئی تھی اوران کے جسم پر دھول لگ گئی تھی۔آپ ﷺ ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے:

اٹھو! ابوتراب، اٹھو! ابوتراب۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:3500)

اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے

حضرت میمون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم حضور انور ﷺ کے ساتھ ایک وادی جسے وادی خم کہا جاتا ہے میں اترے پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اس حال میں کہ حضور انور ﷺ کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا:

کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے: اے اللہ عزوجل! تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔

(مسند احمد بن حنبل: ج:4،ص:372)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے گواہی طلب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ عزوجل! جس کا میں مولا

ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے: اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے پس اس موقع پر سولہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔ (معجم الکبیر: جز:5، ص:171)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان میں دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس پر بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے گویا میں ان میں ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔ سب نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیوں نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے: اے اللہ عزوجل! جو اسے دوست رکھے تو اسے بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (مسند احمد بن حنبل: جز:1، ص:119)

حضرت سعید بن وہب اور زید بن یثیع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھلے میدان میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑا ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ

چھ آدمی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور چھ آدمی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فرماتے ہوئے سنا کیا اللہ عزوجل! مومنوں کی جانوں

سے قریب تر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا! کیوں نہیں! پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے: اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2130)

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

میں نے سعید بن وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ یا چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔ (مجمع الزوائد: ج: 9، ص: 104)

حضرت زاذان بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مجلس میں لوگوں سے حلفاً یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کس نے حضور انور ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ اس پر تیرہ (13) آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی انہوں نے حضور انور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: ج: 1، ص: 84)

ابو طفیل سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں جمع کیا پھر ان سے فرمایا میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے اس پر تیس افراد کھڑے ہوئے۔

جبکہ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ

کثیر افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس کا علم ہے کہ میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ (ﷺ)! پھر آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے: اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ شک تھا اسی دوران میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا تو کیسے انکار کرتا ہے جبکہ میں نے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(مستدرک للحاکم: ج:3، ص:109)

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میرا ایک داماد ہے جو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث مبارکہ بیان کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث مبارکہ کو آپ رضی اللہ عنہ سے سنوں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اہل عراق ہو تمہاری عادتیں تمہیں مبارک ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ میری طرف سے انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔ انہوں نے کہا: ہم جحفہ کے مقام پر تھے کہ ظہر کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو تھامے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے مزید پوچھا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

اے اللہ عزوجل! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تمہیں بیان کر دیا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: ج:4،ص:368)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرمادی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

(ترجمہ) بے شک تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اور ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے: اے اللہ عزوجل! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (معجم الکبیر: ج:1،ص:195)

میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر، حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن جمع ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں پھر انہوں نے کہا: چلو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

پس وہ تینوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت جعفر، حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے۔ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمۃ (رضی اللہ عنہا) انہوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جعفر! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے: اے علی! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔ اور اے زید! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث:21825)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔

(ترمذی: رقم الحدیث:3736)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3718)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار حضور انور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور ارشاد فرمایا: جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور دونوں کے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور ان دونوں کی والدہ (یعنی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3733)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں محبوب ترین

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ یا اللہ عزوجل! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ گوشت تناول فرمایا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3721)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3868)

حضرت جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المومنین میری والدہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا: آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔ بخدا علم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ

روئے زمین پر ان کی زوجہ محترمہ سے بڑھ کر کوئی عورت آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں محبوب تھیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4731)

حضرت جمیع بن عمیر تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟ انہوں نے فرمایا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پھر عرض کیا گیا اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔ ارشاد فرمایا: اس کا خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3874)

جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے

حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے بیان فرماتے ہیں کہ

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ سختی کی حتیٰ کہ میں اپنے دل میں ان کے خلاف کچھ محسوس کرنے لگا۔ پس جب میں واپس آیا تو میں نے ان کے خلاف مسجد میں شکایت کا اظہار کر دیا حتیٰ کہ یہ بات حضور انور ﷺ تک پہنچ گئی پھر ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضور انور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے بڑے غور سے دیکھا حتیٰ کہ جب میں بیٹھ گیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو! اللہ عزوجل کی قسم! تو نے مجھے اذیت دی ہے۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو اذیت دینے سے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: ج:3،ص:483)

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے کہا کیا تمہارے اندر حضور انور ﷺ کو گالی دی جاتی ہے۔ میں نے کہا اللہ عزوجل کی پناہ یا میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا تو انہوں نے کہا میں نے حضور انور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 26791)

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضور انور ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی: رقم الحدیث:3720)

میرا قرض علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ادا نہیں کر سکتا

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:19)

اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔ اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات میں یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 11835)

اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام تجھ سے راضی ہیں

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام آپ (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 936)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے شہید کیا اور اس شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بتا دی تھی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ ''ذات العشیرۃ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمے میں کام کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابا یقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں

کہ وہ کیا کر رہے ہیں پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لیٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہیں جگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلود ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے ابوتراب! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ہم نے کہا ہاں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلا شخص قوم ثمود کا احمیر تھا۔ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے سر پر وار کرے گا حتیٰ کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 18321)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے حراء (پہاڑ) پرسکون رہو پس بے شک تجھ پر نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ہے یا صدیق یا شہید ہے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

اس پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2417)

حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس

نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتا دیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

لوگوں نے عرض کیا: اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں لیکن میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سونپی (یعنی باہم مشورہ سے خلیفہ مقرر کرو) (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 1340)

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اس کو واپس بھیج دیا جب وہ تیسری بار آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بدبخت کو کون روکے گا پھر فرمایا۔ ضرور بالضرور اس (داڑھی کو) خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگ جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہوگی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دو اشعار پڑھے۔

تو موت کے لئے کمربستہ ہو

بے شک موت تجھے آنے والی ہے

اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو

جب وہ تیری وادی میں اتر آئے

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ عہد ہے۔

(طبقات الکبریٰ: ج:3: ص:33)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

عبد الرحمٰن بن ملجم خارجی ایک دن سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معلوم نہیں میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفہ آچکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور ہمیں خبر دیں کہ وہ کون شخص ہے تا کہ اس کو مار ڈالیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کر لے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کرنا۔ (استیعاب: ج:2:ص:483)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے:

خوارج کے تین شخص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔

1-عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی، 2-برک بن عبد اللہ تمیمی، 3-عمر بن بکیر تمیمی

انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین شخصوں کو قتل کریں گے۔

1-حضرت علی رضی اللہ عنہ، 2-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، 3-حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا:

میں علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

برک نے کہا: میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

اور عمرو بن بکیر نے کہا: میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ اشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے

وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا: اے علی (رضی اللہ عنہ) حکومت اللہ عزوجل کی ہے تمہاری نہیں ہے۔

ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو آرام سے رکھو اگر میں زندہ رہا تو اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو فوت ہو گئے۔

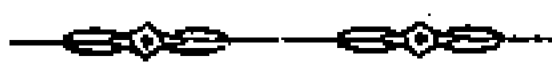
مگر ایک روایت میں یہ ہے کہ

19 رمضان المبارک کو حملہ ہوا تھا 21 اکیس رمضان المبارک کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبع فیوض و برکات خلیفۃ الرسول چہارم منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اس کی آنکھوں کو نکال دیا گیا زبان کاٹی گئی اور پھر اسے قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج:4،ص:38)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم



سیّدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی اور بہت پیاری صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چوتھی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتالیسویں سال میں ہوئی اور وفات (3) تین رمضان المبارک کو ہوئی۔ اسی لئے میں ترتیب وار تاریخ کے اعتبار سے رمضان المبارک میں ہونے والے اس واقعہ کو ذکر کرتا ہوں اور آپ رضی اللہ عنہا کی سیرت اور فضائل عرض کروں گا۔

اہل سیر کا قول

اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ قول (یعنی پیدائش ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتالیسویں سال میں ہوئی) ابوبکر راوی کا ہے اور یہ قول اس قول کے مخالف ہے جسے ابن اسحاق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد اظہار نبوت سے قبل پیدا ہوئی ہے بجز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔ اس لئے اس قول کے بموجب سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت بعد از نبوت ایک سال بعد ہوئی ہے۔

ابن جوزی نے فرمایا کہ

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت اظہار نبوت سے پانچ سال پہلے مشہور تر روایت ہی ہے۔ (مدارج النبوت: ص: 534، ج: 2)

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کون؟

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سیّدہ نساء العالمین اور سیّدہ نساء اہل الجنۃ ہیں۔

فاطمہ نام کیوں رکھا گیا

فاطمہ اس بنا پر نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اور آپ رضی اللہ عنہا کے محبین کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔(مدارج النبوت:ص:534،ج:2)

بتول نام کیوں رکھا گیا

بتول اس بنا پر نام رکھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے فضیلت دین اور حسن و جمال میں جدا ہیں اور ماسویٰ اللہ سے بے نیاز ہیں۔

(مدارج النبوت:ص:534،ج:2)

زہرا نام کیوں رکھا گیا

زہرا اس بنا پر کہ زہرت بہجت اور جمال میں کمال و مرتبہ میں ہیں۔

(مدارج النبوت:ص:534،ج:2)

زاکیہ و راضیہ بھی لقب تھا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا زاکیہ اور راضیہ بھی لقب تھا۔

(مدارج النبوت:ص:534،ج:2)

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راہ روش اور صورت و سیرت اور کلام میں سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔

(مدارج النبوت:ص:534،ج:2)

جب سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے کھڑے ہو جاتے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آتیں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ تھام لیتے اور ان کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے تھے۔اسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آگے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھام لیتیں اور اپنی جگہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاتیں۔ (مدارج النبوت:ص:534،ج:2)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ عنہ سے 2 ہجری کی ماہ رمضان المبارک میں ہوا اور اس کی بناء ذوالحجہ میں ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ

ماہ رجب میں نکاح ہوا۔

بعض کہتے ہیں کہ ماہ صفر میں ہوا۔

بعض کہتے ہیں کہ

غزوہ احد کے بعد ہوا۔ جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔

(مدارج النبوت:ص:109،ج:2)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر مبارک

بوقت نکاح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک سولہ سال تھی۔

اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔ (مدارج النبوت:ص:109،ج:2)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نکاح کے وقت عمر مبارک

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ (مدارج النبوت:ص:109،ج:2)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پیام نکاح دینا

روایتوں میں آیا ہے کہ

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیام نکاح دیا تھا اور

حضور اکرم ﷺ نے علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں ان کے نکاح میں وحی کا انتظار کررہا ہوں۔ (مدارج النبوت: ص:109، ج:2)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیام نکاح دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیام نکاح دیا تو حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والا جواب دیا (کہ وحی کا انتظار کررہا ہوں) (مدارج النبوت: ص:109، ج:2)

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ

جب حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے لئے پیام نکاح دیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ خوردسال ہیں۔ (مدارج النبوت: ص:109، ج:2)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ترغیب دینا

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی۔

روضۃ الاحباب میں کہا گیا ہے کہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان سے کہا آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جاکر ان کے لئے حضور ﷺ کو پیام دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں۔

اور فرمایا۔

جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا پیام رد فرمادیا تو میرا پیام کیوں قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور اکرم ﷺ

کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فرزندارجمند ہیں۔

''جاؤ اور شرم نہ کرو۔''

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اے ابوطالب کے فرزندارجمند! کیا بات ہے کیسے ہمارے پاس آنا ہوا۔

عرض کیا:

میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پیام نکاح اپنے لئے پیش کروں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحباواہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں آئے تو

ارشاد فرمایا:

اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کردو۔

تو اے انس (رضی اللہ عنہ) جاؤ اور ابوبکر وعمر وعثمان وطلحہ وزبیر (رضی اللہ عنہم) اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا۔ پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا: اس پر رب العزت کی حمد وثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے

بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور ارشاد فرمایا:

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟''

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوا۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بکھیر کر لٹایا۔ اسی بناء پر فقہاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شکر و بادام وغیرہ کا بکھیر کر لٹانا عقد نکاح کی ضیافت مستحب ہے۔

مواہب اللدنیہ نے خطبہ نکاح کو نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔

الحمد لله المحمود بنعمة المعبود بقدرته المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه وسطوته النافذ امره فی سماء ه وارضه الذی خلق الخلق بقدرته ومیزهم باحکامه واعزهم بدینه واکرمهم بنبیه محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان الله تبارك اسمه وتعالٰی عظمة جعل المصاهرة سبباً لاحقاً وامرا مفترضاً و شبخ به الارحام واکرم الانام فقال عز من قال وهو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسباً و صهراً وکان ربك قدیرا فامر الله تعالٰی یجری الٰی قضائه وقضاء یجری الی قدرته ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یمحو الله مایشاء ویثبت عنده ام الکتاب ثم ان الله امرلی ان ازوج فاطمة من علی بن ابی طالب الخ۔

جزری نے حصن حصین میں ابن حبان سے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کر دیا تو

حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تھوڑا سا پانی لاؤ پھر سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے لکڑی کا پیالہ لیا اور اس میں پانی بھرا اور حضور اکرم ﷺ نے ان سے پانی لے کر اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: قریب آؤ تو آپ رضی اللہ عنہا قریب آئیں تو حضور اکرم ﷺ نے اس پانی کو آپ رضی اللہ عنہا کے سینہ کے درمیان اور سر پر چھڑکا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''اے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا! میری طرف پشت کرو۔ پھر حضور ﷺ نے ان کے شانوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دیئے اور

ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اور لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا تھا کہ اب حضور اکرم ﷺ کیا کریں گے تو میں کھڑا ہوا اور پانی بھر کر لایا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پانی کو لیا اور اس میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور مجھ سے ارشاد فرمایا: میرے سامنے آؤ۔ میں حضور اکرم ﷺ کے آگے کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پانی کے چھینٹے میرے سر اور میرے چہرے پر دیئے۔

اور ارشاد فرمایا:

اللھم انی اعیذبك وذریته من الشیطن الرجیم

اے اللہ عزوجل! میں ان کو اوران کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

بسم اللہ والبرکتہ: کہہ کر اپنی زوجہ کے پاس جاؤ۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ روز نکاح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بعد نماز عشاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر لائے۔ پھر پانی کا پیالہ اٹھا کر اس میں اپنا لعاب دہن شریف ڈال کر معوذتین اور دعا پڑھی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ

اس پانی کو پی جاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اس پانی کو پی جاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پھر وضو فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! یہ دونوں جانیں مجھ سے ہیں اور میں ان کا ہوں: اے اللہ عزوجل جس طرح تو نے مجھ سے ناپاکی کو دور کر کے پاک بنایا ہے اسی طرح ان دونوں کو پاک بنا۔

اس کے بعد دونوں سے ارشاد فرمایا:

جاؤ اپنی خواب گاہ میں۔

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! ان کے درمیان محبت والفت شامل فرما اور ان میں اور ان کی اولاد میں برکت دے اور ان سے پریشانی کو دور فرما۔ ان کے نصیبہ کو نیک گردان! ان پر برکت نازل فرما اوران سے بکثرت پاک اولاد پیدا فرما۔

خطیب بغدادی نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تو سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: میری لختِ جگر کس بات سے تم رونے لگیں۔

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر دیا ہے جس کے پاس نہ مال ہے اور نہ کوئی چیز۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو شخصوں کو برگزیدہ فرمایا جن میں سے ایک تمہارا والد ہے اور دوسرا تمہارا شوہر!

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ارشاد فرمایا:

کیا تم راضی نہیں کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے جو از روئے اسلام سب سے پہلے مسلمانوں میں سے ہے اور علم کے اعتبار سے ان سب میں دانا ترین ہے۔ تم میری امت کی عورتوں میں سب سے بہترین ہو جس طرح کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنی قوم میں تھیں۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ

ارشاد فرمایا:

میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے جو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

روایت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا:

کیا تمہارے پاس کچھ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

ایک گھوڑا اور ایک زرہ رکھتا ہوں۔

ارشاد فرمایا:

گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے لیکن زرہ کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے اسے چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا اور قیمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دے دیا کہ اس سے عطر و خوشبو خرید لائیں اور باقی رقم ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دی کہ اس سے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے جہیز کا سامان فراہم کریں اور امور خانہ داری کا سازو سامان مہیا کریں۔ انہوں نے دو چادریں، دو کتان کی نہالی، چار بالشت کپڑا، دو چاندی کے بازو بند، گدا، تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ اور کچھ مشروبات وغیرہ خریدے اور ان کو ترتیب کے ساتھ رکھ دیا۔

روایت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانہ داری تو اس طرح مقرر فرمایا کہ گھر کے کام مثلاً روٹی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا وغیرہ سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا انجام دیں اور باہر کے کام مثلاً اونٹ کو پانی، چارہ دینا اور بازار سے سودا وغیرہ خرید کر لانا یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا ان کی والدہ فاطمۃ الزہراء بنت اسد کریں۔

روایت ہے کہ

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خود آگ کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکاتیں۔ گھر میں جھاڑو دیتیں اور چکی پیستی تھیں جن سے ان کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا تھا اور ہاتھوں میں ٹھیٹ پڑ گئے تھے اور ان کے کپڑے گرد آلود ہو گئے تھے۔

ایک مرتبہ کسی خادمہ کی طلب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔

جب تم سونے کا ارادہ کرو تو (33) بار سبحان اللہ، (33) بار الحمد للہ اور (34) بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے صفین کی رات کے سوا کبھی بھی اس ورد کو نہ چھوڑا۔

مواہب لدنیہ میں اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر ولیمہ کیا اس وقت ان کے پاس ولیمہ کے لئے کچھ موجود نہ تھا مگر انہوں نے ولیمہ کیا اور اپنی زرہ کو ایک یہودی کے پاس جو پر گروی رکھا۔ ان کے ولیمہ میں چند صاع جو، کھجوریں اور حیس کا کھانا تھا۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (مدارج النبوت: ص 109 تا 111، ج: 2)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح بحکم باری تعالیٰ ہوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔ (معجم الکبیر: ص: 156، ج: 10، حدیث: 10305)

ایک اور حدیث میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے انس (رضی اللہ عنہ) کیا تم جانتے ہو کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس صاحب عرش کا کیا پیغام لائے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔ (البیان والتعریف: ص: 301، ج: 2، حدیث: 1803)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح پر چالیس ہزار ملائکہ گواہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہے جو مجھے یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا گیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے ارشاد فرمایا: ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو۔ پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں۔ جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحفہ دیں گے۔ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ، ص:146، ج:3)

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجا ہے۔

اور ارشاد فرمایا ہے۔

میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے پس آپ زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ:72)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے بارے میں دعائے خیر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ باری تعالیٰ! میں (اپنی) اس (بیٹی) اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (معجم الکبیر: ص: 409، ج: 22، حدیث: 1021)

حضور ﷺ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر پانی چھڑکنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے ملے بغیر کوئی عمل نہ کرنا پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا۔ اس سے وضو کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پانی ڈال کر ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! ان دونوں کے حق میں برکت اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔ (سنن نسائی: عمل الیوم واللیلۃ: 253، حدیث: 258)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرے نکاح کی اجازت نہ تھی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بنی ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی کا علی رضی اللہ عنہ سے رشتہ کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے۔ میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔

اور حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

میری بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میری جان کا حصہ ہے اس کی پریشانی مجھے پریشان کرتی ہے اور اس کی تکلیف مجھے تکلیف دیتی ہے۔ (صحیح مسلم: ص: 1902، ج: 4، حدیث: 2449)

خدا کی قسم کسی شخص کے پاس رسول اللہ ﷺ اور دشمن خدا کی بیٹیاں جمع نہیں ہوسکتیں

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک! فاطمہ میری جان کا حصہ ہے اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اسے ناراض کرے۔ خدا کی قسم کسی شخص کے پاس رسول اللہ ﷺ اور دشمن خدا کی بیٹیاں جمع نہیں ہوسکتیں۔ (صحیح البخاری: ص:11903، ج:4، حدیث:3523)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد مبارک حضور ﷺ کی طرف منسوب

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر ماں کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے۔ پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔

(معجم الکبیر: ص:44، ج:3، حدیث:2632)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف سے ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

(معجم الکبیر: ص:44، ج:3، حدیث:2631)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر ماں کی اولاد کا عصبہ (باپ) ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتی ہے۔ سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے کہ میں ہی ان کا ولی اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔

(المستدرک للحاکم: ص:179، ج:3، حدیث:4770)

قیامت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے سوا سب کا رشتہ اور نسب منقطع

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

میرے نسب اور رشتہ کے سوا قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا۔

(المستدرک للحاکم: ص:153، ج:3، حدیث:4684)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن ہر نسب و تعلق منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور تعلق کے۔

(معجم الاوسط: ص:257، ج:4، حدیث:4132)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے رشتہ اور نسب کے سوا قیامت کے دن ہر رشتہ اور نسب منقطع ہو جائے گا۔

(معجم الکبیر: ص:243، ج:11، حدیث:11621)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سیّدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرماتے تھے۔ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (درالسحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابۃ: ص:279)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو کر کے سفر پر روانہ ہوتے وہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور ﷺ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (المستدرک للحاکم: ص:170، ج:3، حدیث:4740)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تمہیں اس بات پر خوشی نہیں کہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو اور تیرے دونوں بیٹے جنت کے تمام جوانوں کے۔ (مجمع الزوائد: ص:201، ج:9)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا۔ اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوش خبری دے: فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔
(صحیح بخاری: کتاب المناقب: ص:1360، ج:3)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آل فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر جہنم کی آگ حرام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔ (معجم الکبیر: ص:210، ج:11، حدیث:11685)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔

(المستدرک للحاکم: ص:165، ج:3، حدیث:4726)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری بیٹی کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔

(کنز العمال: ص:109، ج:12، حدیث:34227)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کیلئے اپنی چادر مبارک بچھاتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگا دی۔

پھر ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! تو بھی ان سے راضی ہو جا جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔ (معجم الاوسط: ص:348، ج:5، حدیث:5514)

سفرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء وانتہاء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوتی تھی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور ﷺ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرماتے (فاطمہ) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (ابوداؤد:ص:87،ج:4،حدیث:4213)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اکرم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور ﷺ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (صحیح ابن حبان:ص:470،ج:2،حدیث:696)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی صاحبزادی سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتے۔ (معجم الاوسط:ص:248،ج:4،حدیث:4105)

حضور ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی آمد پر خوش آمدید فرما کر کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ چومتے

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو حضور اکرم ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کو خوش آمدید کہہ کر کھڑے ہو جاتے اور استقبال

فرماتے۔آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔
(نسائی: فضائل الصحابہ: ص:78، حدیث:264)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو آتے ہوئے ملاحظہ فرماتے تو خوش آمدید فرماتے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا کی خاطر کھڑے ہو جاتے۔ انہیں بوسہ دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔ اور جب سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتیں۔

(سنن الکبریٰ: ص:391، ج:5، حدیث:9236)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے۔ انہیں بوسہ دیتے خوش آمدید فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست پر بٹھا لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں رونق افروز ہوتے تو سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیتیں۔

(المستدرک للحاکم: ص:174، ج:3، حدیث:4753)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام جہان کی عورتوں کی سردار

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس

امت کی تمام عورتوں اور مومنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔

(نسائی: سنن الکبریٰ: ص: 251، ج: 4، حدیث: 7078)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔ (بخاری: ص: 2317، ج: 5، حدیث: 5928)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا چلنا ہو بہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تھا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں اور ان کا چلنا ہو بہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے جیسا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو خوش آمدید فرمایا اور اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا۔ پھر چپکے چپکے ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ پس میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی بات چپکے چپکے کہی تو وہ ہنس پڑیں پس میں نے کہا کہ آج کی طرح میں نے خوشی کو غم کے اتنے نزدیک کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے (حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے) پوچھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟

انہوں نے جواب دیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی کی کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن کریم کا ایک بار دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں سے تم ہو جو سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ اس بات نے مجھے رلایا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو! پس اس بات پر میں ہنس پڑی۔

(صحیح مسلم: ص: 1904، ج: 4، حدیث: 2450)

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آسمان کے ایک فرشتے نے میری زیارت نہیں کی تھی۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت لی اور اس نے مجھے خوش خبری (یا) مجھے خبر دی کہ فاطمہ میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ (معجم الکبیر: ص: 403، ج: 22، حدیث: 1006)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا عادات واطوار میں حضور ﷺ کے مشابہ تھیں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

میں نے انداز گفتگو میں کسی کو بھی سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر حضور ﷺ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (سنن الکبریٰ: ص: 101، ج: 7)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کوئی بھی شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر حضور ﷺ سے مشابہت رکھنے والا نہیں تھا۔

(بخاری: ص: 2317، ج: 5، حدیث: 5928)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے حضور ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو

عادات واطوار، سیرت وکردار اور نشست وبرخاست میں آپ ﷺ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (ترمذی: ص:700، ج:5، حدیث:3872)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضور ﷺ کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھی اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں جن کی چال ہو بہو رسول اللہ ﷺ کے چلنے کے مشابہ تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مرحبا! میری بیٹی! پھر انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا۔

(ابن ماجہ: ص:518، ج:1، حدیث:1620)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ہم حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں اور کوئی بھی ہم میں سے غیر حاضر نہ تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وہاں آگئیں۔ پس اللہ عزوجل کی قسم ان کا چلنا حضور ﷺ کے چلنے سے ذرہ بھر مختلف نہ تھا۔

(نسائی: ص:77، حدیث:263)

اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمد (ﷺ) گزر جائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا! قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پردے کے پیچھے سے آواز دے گا: اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمد (ﷺ) گزر جائیں۔ (المستدرک للحاکم: ص:166، ج:3، حدیث:4728)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روز قیامت ایک ندا دینے والا آواز دے گا۔ اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گزر جائیں۔ (تاریخ بغداد: ص:142، ج:8)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا:

اے محشر والو!

اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کر لو تا کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) جنت کی طرف گزر جائیں۔ (کنز العمال: ص:106، ج:12، حدیث:34211)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب قیامت کا دن ہو گا تو کہا جائے گا۔

اے اہل محشر!

اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی گزر جائیں۔ پس وہ دو سبز چادروں میں لپٹی ہوئی گزر جائیں گی۔ (معجم الکبیر: ص:108، ج:1، حدیث:180)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ستر ہزار حوروں کے ساتھ پل صراط پر گزرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا قیامت کے دن اس طرح اٹھے گی کہ اس پر عزت کا

جوڑا ہوگا جسے آب حیات سے دھویا گیا ہے۔ تمام مخلوق اسے دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔ پھر اسے جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ جس کا ہر حلہ ہزار حلوں پر مشتمل ہوگا۔ ہر ایک پر سبز خط سے لکھا ہوگا۔ محمد (ﷺ) کی بیٹی کو احسن صورت، اکمل ہیبت، تمام تر کرامت اور وافر تر عزت کے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔ پس آپ رضی اللہ عنہا کو دلہن کی طرح سجا کر ستر ہزاروں کے جھرمٹ میں جنت کی طرف لایا جائے گا۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ:95)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا۔

اے محشر والو!

اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کر لو تا کہ بنت محمد (ﷺ) پل صراط سے گزر جائیں پس آپ رضی اللہ عنہا گزر جائیں گی اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حور عین میں چمکتی بجلیوں کی طرح ستر ہزار خادمائیں ہوں گی۔

(کنز العمال:ص:105، ج:12، حدیث:34209)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بروز قیامت حضور ﷺ کی سواری پر بیٹھیں گی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن مجھے براق پر اور فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کو میری سواری عضباء پر بٹھایا جائیگا۔ (تاریخ دمشق:ص:353، ج:10)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا!

یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ روز قیامت اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر گزریں گے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اس براق پر سوار ہوں گا جو انبیاء کرام علیہم السلام میں خصوصی طور پر صرف مجھے عطا ہو گا میری بیٹی فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) میری سواری عضباء پر ہو گی۔

(کنز العمال: ص: 499، ج: 11، حدیث: 32340)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام (علیہم السلام) قیامت کے دن اپنی اپنی سواری کے جانوروں پر سوار ہو کر اپنی قوم میں سے ایمان والوں کے ساتھ میدان محشر میں تشریف لائیں گے اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر لائے جائیں گے اور مجھے براق پر لایا جائے گا جس کا قدم اس کی منتہائے نگاہ پر پڑے گا اور میرے آگے فاطمہ ہو گی۔

(مستدرک للحاکم: ص: 166، ج: 3، حدیث: 4727)

حضور ﷺ کا فرمان کہ جنت میں میری بیٹی پہلے داخل ہو گی

حضرت ابو یزید مدنی سے روایت ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں داخل ہونے والوں میں سے سب سے پہلے میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) ہو گی اور اس امت میں وہ ایسی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں مریم ہیں۔

(کنز العمال: ص: 110، ج: 12، حدیث: 34234)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ہستی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوگی۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال:ص:351،ج:4)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو وصال کی خبر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) سے ارشاد فرمایا: میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تو مجھ سے ملے گی۔

(فضائل الصحابہ:ص:764،ج:2،حدیث:1345)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب آیت ...... جب اللہ عزوجل کی مدد اور فتح آ پہنچے...... نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ارشاد فرمایا: میری وفات کی خبر آ گئی ہے۔وہ رو پڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مت رو! بے شک تو میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے آ ملے گی۔تو وہ ہنس پڑیں۔اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) نے بھی دیکھا۔

انہوں نے کہا:

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) (کیا ماجرا ہے)؟ ہم نے تجھے روتے اور پھر ہنستے ہوئے دیکھا۔

تو وہ بولیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا:

میرے وصال با کمال کا وقت آ پہنچا ہے (اس پر) میں رو پڑی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مت رو! تو میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھے ملنے والی ہے۔

تو میں ہنس پڑی۔ (سنن دارمی: ص: 51، ج: 1، حدیث: 79)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا:

میرے اہل بیت میں سے (میرے وصال باکمال کے بعد) تم سب سے پہلے مجھے ملوگی تو میں اس خوشی پر ہنس پڑی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص: 269، ج: 7، حدیث: 35980)

وفات سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات شب سہ شنبہ تیسری ماہ رمضان (یعنی تین رمضان المبارک) 11 ہجری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے چھ ماہ بعد واقع ہوئی۔ یہی قول مشہور وصحیح ہے اور بھی کئی قول ہیں لیکن وہ درجہ صحت سے دور ہیں اور بقیع شریف میں رات میں مدفون ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ ایک قول سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور ایک قول سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھی۔ کہتے ہیں کہ دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں نہ خبر کی ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عذر خواہی میں فرمایا۔

میں نے فاطمہ کی وصیت کی بنا پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات میں دفن کرنا تا کہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں۔ لوگوں میں یہی مشہور ہے مگر روضۃ الاحباب وغیرہ میں یہ ہے اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن عفان و عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم بھی آئے۔ (مدارج النبوت: ص: 536، ج: 2)

ایک واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتداد مرض کے وقت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو ارشاد فرمایا:

"مرحبا یا بنتی"

اور اپنے پہلو میں بٹھایا، صحت کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے متوجہ و مستقبل ہو کر ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے تھے لیکن اس وقت جب وہ آئیں تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں اس کے بعد پھر کچھ کان میں فرمایا تو وہ خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے فاطمۃ الزہراء سے کہا "میں نے کسی رونے والے کو ہنستا ہوا اور کسی غم کو خوشی کے ساتھ معاون و متصل نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے آج دیکھا ہے اس کا سبب کیا ہے۔"

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز کی بات ہے میں اسے ظاہر نہیں کر سکتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس راز کو ظاہر نہیں فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ حضور اکرم ﷺ کا دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد میں نے ان سے پھر دریافت کیا کہ وہ بات کیا تھی۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ آ کر میرے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے میرا خیال یہ ہے کہ میری اجل قریب آ گئی ہے جس کی بناء پر جبرائیل علیہ السلام نے قرآن کریم کے پڑھنے میں اتنا اہتمام کیا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔

دوسری مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ میری اہل بیت میں سے سب سے

پہلے تم مجھ کو ملو گی۔ اس پر میں ہنسنے لگی پھر فرمایا: کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ پہلی روایت دلالت کرتی ہے کہ خوشی وخندہ پہلے ملنے پر ہے اور نساء اہل جنت میں افضلیت اس پر زائد ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مشہور تر قول کے بموجب چھ ماہ تین رمضان المبارک ہے۔

اور بعض کہتے ہیں۔

تین ماہ ہے۔ (مدارج النبوت: ص: 486، ج: 2)

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے محل دفن میں اختلاف ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا کا مرقد بقیع میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قبہ میں ہے جہاں تمام اہل بیت نبوت آسودہ (اور بقیع کے تمام مزارات اور قبوں کو ملعون نجدیوں نے اپنے دور استبداد 1343ھ میں شہید کر دیا ہے)

اور بعض کا خیال یہ ہے کہ

ان کا مدفن ان کے گھر میں ہی ہے جو کہ مسجد نبوی شریف میں ہے ان کا جنازہ گھر سے باہر نہ نکالا گیا آج بھی ان کی زیارت وہیں مشہور ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا کا مزار شریف بقیع کی مسجد میں ہے جو قبہ عباسی کے نام سے منسوب ہے اور شرقی جانب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بقیع کی زیارت میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کی وصیت کی ہے بعض اور حضرات نے بھی اس مسجد شریف کا ذکر کیا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ

وہ بیت الحزن کے نام سے معروف ہے کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول

مقبول ﷺ کے غم وجدائی کی مصیبت کے زمانہ میں لوگوں کی صحبت سے پریشان ہو کر تنہائی اختیار کر کے اس جگہ قیام پذیر ہوگئی تھیں۔

نیز

کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک گھر ہے جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بقیع میں لیا تھا۔

واللہ تعالٰی ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

پہلا قول صحیح اور اخبار و آثار کے موافق ہے۔

مسعودی نے مروج الذہب میں بیان کیا ہے کہ

حضرت امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی قبروں کی جگہ میں ایک پتھر پاتے ہیں جس پر لکھا ہوا ہے۔

"ھذا قبر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ نساء العٰلمین و قبر الحسن بن علی بن حسین بن علی و جعفر بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیھم التحیۃ والسلام"

اس پتھر کا ظہور 330ھ میں ہوا۔

امام المسلمین سیّدنا حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے دفن کے قصہ میں مروی ہے کہ

انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر لوگ مزاحمت نہ کریں تو مجھے حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا ورنہ بقیع میں اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کر دینا۔ غرض یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف میں یہی جگہ مختار ہے۔

محبّ طبری ذخائر العقبیٰ میں نقل کرتے ہیں کہ

مجھے ایک مرد صالح نے جو میرے ساتھ اللہ تعالٰی کے لئے اخوت رکھتا تھا خبر دی کہ جب شیخ ابوالعاص مرسی جو کہ شیخ ابوالحسن شاذلی کے شاگرد ہیں وہ بقیع کی زیارت کرتے تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ کے آگے کھڑے ہو کر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھتے تھے اور فرماتے کہ شیخ پر اسی جگہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر انور منکشف ہوئی ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ

کشف میں حضرت شیخ کو ایک آیت کبریٰ ہے فرماتے ہیں کہ عرصہ دراز تک اس بنا پر کہ جو جو اعتقاد مجھے حضرت شیخ سے تھا اسی اعتقاد پر قائم یہاں تک کہ میں نے وہ روایت ابن عبدالبر سے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے قضیہ میں منقول ہے دیکھی اس کے بعد شیخ نے جو کشف سے خبر دی تھی اس پر میرا اعتقاد زیادہ ہو گیا اور فرمایا کہ حدیث کی صحت مجھ پر شیخ کے کشف سے ثابت ہوئی اور حدیث کے مطابق حضرت شیخ کا کشف سچا ثابت ہوا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

(مدارج النبوت: ص:536، ج:2)

مسلمانو!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال تین رمضان المبارک کو ہے اور مقدس گھڑیوں میں اپنے خالق حقیقی سے جاملیں اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو کتنا عظیم مقام عطا فرمایا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے نواسے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے:

حسن بن علی بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سیدۃ نساء العلمین ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہل جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبودار پھول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حسن رکھا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا اور بال مونڈے اور یہ حکم دیا کہ ان کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کردی جائے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں لیا ان میں یہ پانچویں ہیں۔

ابو احمد عسکری نے کہا ہے:

ان کی کنیت ابو محمد خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ یہ نام کسی کے نہیں رکھے گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نصف رمضان المبارک 3ھ میں پیدا ہوئے اور 49ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

(اسد الغابہ: ج: 2: ص 9 تا 10)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔ اپنے والد محترم کی شہادت کے بعد کوفہ والوں کی بیعت سے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور چھ مہینے اور کچھ دن تک خلیفہ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ اور امام عادل اور صادق ہیں اور اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو پورا فرمانے والے ہیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی اگرچہ یہ چھ مہینے ان تیس سال کو پورا کرنے والے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت نص سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہو گیا ہے اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے نائب بنے اور اس کو تسلیم آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں کیا جس کا ذکر ابھی کیا جائیگا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حق کے متعلق تنازع کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا حق نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور خلافت کو چھوڑنے کے خط میں اس طرح ہے ان چھ مہینوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر تشریف لائے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر سامنے آئے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں لشکروں کو ملاحظہ کیا تو جان گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے کی زیادہ تعداد کو ختم نہ فرما دے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع کے طور پر لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس رہے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ، حجاز اور عراق والوں میں سے کسی شے کو شرط قرار نہیں دیں گے علاوہ ازیں اس کے جو وہ میرے والد محترم کے زمانہ میں دیتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ میرا قرض ادا فرمائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دس باتوں کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کی شرائط

کو قبول فرما لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مسلسل ان سے کلام کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ جو چاہیں اس پر تحریر فرما دیں میں اس پر پابند رہوں گا جس طرح کہ کتب سیرت میں رقم ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پہاڑوں میں لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل خروج کیا۔ تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ان لشکروں کو ملاحظہ کر رہا ہوں جو اپنے سامنے والے کو مارے بنا واپس نہیں لوٹیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! عمرو بہترین شخص ہیں اگر یہ لوگ ان کو اور وہ ان کو مار دیں تو مسلمانوں کے امور اور ان کی عورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملات کو طے کرنے میں میرا معاون کون ہوگا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو اشخاص عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبدالرحمٰن بن عامر کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں ان دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا کیا مطالبہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بنو مطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے اور یہ لوگ خون میں تیراکی کر کے آئے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس معاملہ میں میری ضمانت کون دے گا۔

انہوں نے کہا: ہم اس معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی ضمانت دیتے ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جو بات پوچھی انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمالی۔

ان واقعات میں اس طرح بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ذکر کردہ مطالبات تحریر فرما کر روانہ کیے اور جب دونوں کی صلح ہوگئی ہو تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ تحریر ہے جس کے ذریعے حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی ہے۔ یہ صلح اس بات پر ہوئی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر عطا فرمائیں گے کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل کریں گے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت عطا کر جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورہ سے نپٹایا جائے گا اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں جس مقام پر ہوں گے امن میں ہوں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ رضی اللہ عنہ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے متعلق حفاظت میں رہیں گے اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی لازمی ہوگا کہ وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ بربادی نہیں کریں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ ڈرائیں گے میں فلاں بن فلاں اس پر شہادت دیتا ہوں ”وکفی باللہ شہیدا“ جب صلح ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس تمنا کا مظاہرہ کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور ان کو بتائیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے حوالے کردی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اس بات کو قبول فرما کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثناء ذات باری تعالیٰ اور رسول

اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا لوگو! سب سے بڑی دانائی، تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے پھر ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو میرے نانا جان کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی، گمراہی سے حفاظت میں رکھا، جہالت سے نجات عطا فرمائی، ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی اور قلت کے بعد تمہیں کثرت عطا فرمائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حق کے بارے میں تنازع کیا تھا اور وہ میرا حق ہے اس کا حق نہیں اور تم نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو ختم کرنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کو محبوب رکھا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور جو میرے اور ان کے مابین ہو رہی ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کی ہے اور میں خون خرابہ کی بدولت خون کی حفاظت کو بہتر سمجھتا ہوں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لیے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے میں ہو لیکن میں نے صرف آپ رضی اللہ عنہ کی اصلاح اور بقاء کو پسند کیا ہے اور جس بات سے اس صلح پر آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ کھلا ہے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم ﷺ کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے۔

جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرا یہ سید (سردار) بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں جلد ہی صلح کروائے گا۔

اسے بخاری نے روایت کیا اور الدولابی نے بیان کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگرچہ سب عرب میرے ہاتھ میں تھے جس سے صلح کرتا وہ صلح کر لیتے اور جس سے قتال کرتا وہ قتال کر لیتے لیکن میں نے خلافت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے ترک کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول 41ھ میں

خلافت کو الوداع کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دوست آپ رضی اللہ عنہ سے کہتے: اے مومنین کے عار! آپ رضی اللہ عنہ فرماتے عار نار سے بہتر ہے۔ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مومنین کو ذلت میں ڈالنے والا نہیں مگر میں نے بادشاہی کے لئے آپ لوگوں سے لڑنا جھگڑنا پسند نہیں کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسی جگہ کو اپنی قیام گاہ بنالیا۔

(الصواعق المحرقہ: ص135 تا137)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

میرا یہ بیٹا سردار ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے مابین صلح کرا دے اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف نظر کرم فرماتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر رحمت فرماتے۔

(صحیح البخاری: ص:211)

اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں: اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ (صحیح البخاری: ص:۹۱)

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میری خوشبو ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میری خوشبو ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:137)

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن الترمذی: ص:238)

جوان سے محبت کرتا ہے تو اس سے بھی محبت کر

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ عزوجل! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جوان سے محبت کرتا ہے تو اس سے بھی محبت کر۔

(ترمذی: ص:239)

سب سے زیادہ محبوب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرات) حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔ (ترمذی: ص:239)

سوار بھی کیا ہی اچھا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ایک شخص ملا اس نے عرض کیا:

اے نوجوان! تو کیا ہی اچھی سواری پر سوار ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سوار بھی کیا ہی اچھا ہے۔ (مستدرک: ص 186)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت زہیر بن ارقم سے روایت ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے لئے قیام کیا تو ازدشنوءق میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کو گھٹنے کے بل بٹھاتے ملاحظہ کیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کو اس سے بھی محبت کرنی چاہیئے اور موجود شخص کو چاہیئے کہ اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں نہیں بیٹھا اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرتا۔ (مستدرک: ص 190)

میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میں حسن سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔ (صحیح البخاری: ص 318)

نبی کریم ﷺ کی گودِ اقدس میں بیٹھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھاگ کر آئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے پھر نبی کریم ﷺ ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل فرما کر فرمانے لگے اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرتا ہے اس سے تو بھی محبت کر۔ آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے تھے۔ (صحیح مسلم: ص: 158)

حضرت اُمّ فضل رضی اللہ عنہا کا دودھ پینا

مخارق سے روایت ہے:

حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کے اعضاء میں سے ایک عضو میرے گھر میں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، عنقریب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا تم اس کو دودھ پلاؤ گی پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے ان کو دودھ پلایا۔ (اسد الغابہ: جز: 2، ص: 11)

ہم آلِ محمد ﷺ کے لئے صدقہ جائز نہیں ہے

ابوالحوراء سے روایت ہے:

میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کون سی احادیث مبارکہ یاد ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا:

مجھے یاد ہے کہ میں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اس کو منہ میں رکھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو میرے منہ سے نکال کر پھر صدقہ کی کھجوروں میں ڈال

دیا۔آپ ﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ (ﷺ)!ان کھجوروں میں کیا حرج ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہم آل محمد (ﷺ) کے لئے صدقہ جائز نہیں ہے۔(اسد الغابہ:جز:2،ص:11)

دو عظیم جماعتوں میں صلح کرانا

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

(اسد الغابہ:جز:2،ص:11)

خطبہ کے دوران اٹھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اچانک حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے وہ دونوں دوسرخ قمیصیں پہنے لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے منبر سے اتر کر انہیں اٹھایا اور اپنے پاس بٹھا دیا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہی ہیں میں نے ان دو بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کرسکا حتیٰ کہ میں نے اپنا خطبہ منقطع کیا اور ان کو اٹھایا۔(اسد الغابہ:جز:2،ص:12)

گمراہی سے بچاؤ کا طریقہ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جارہا ہوں جس کے ساتھ تم نے تمسک کیا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک چیز دوسری سے عظیم ہے کتاب اللہ جو

آسمانوں سے زمین تک اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور میری عزت میرے اہل بیت۔ یہ دونوں چیزیں ہرگز الگ نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر آئیں گی پس غور کرو تم میرے بعد ان کے لئے جانشین ہو گے۔ (اسد الغابہ: ج: 2، ص: 12)

رسول اللہ ﷺ کے مشابہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے کوئی مشابہ نہیں تھا۔

(اسد الغابہ: ج: 2، ص: 12)

نبی کریم ﷺ کی زبان مقدسہ چوسنا

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی زبان کو باہر نکالتے اور جب بچہ زبان کی سرخی کو دیکھتا تو اس کی طرف ڈھل جاتا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 138)

نبی کریم ﷺ کی گردن یا پشت پر سوار ہونا

عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن زبیر سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کے اہل میں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ آپ ﷺ کے مشابہ اور آپ ﷺ کو محبوب تھے میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا اور نبی کریم ﷺ سجدہ میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے اور اپنی مرضی پر اترے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی ٹانگوں کو کھلا فرما دیتے تا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسری طرف سے سرک جائیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص: 138)

خوشبوئے مصطفیٰ کریم ﷺ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر میں

ہوتے تھے آپ رضی اللہ عنہ آ کر سجدہ کی حالت میں کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے ان کو ہٹاتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت پائی تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ میری خوشبو ہے اور میرا یہ بیٹا سردار ہے اور میرے لیے یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 138)

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کا بدلہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے اور ان کے والدین سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوں گے۔ (مسند احمد: ص: 49)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کارنامے

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ سید کریم، حلیم، زاہد، پرسکون، باوقار، حشمت والے اور سخی کی تعریف کے قابل تھے۔

حلیہ میں ابونعیم نے روایت کیا ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہیں چلا ہوں لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ بیس سال بیت اللہ شریف کی طرف پیدل تشریف لاتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حاکم نے روایت کیا ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے 25 حج پیدل کیے ہیں اور اونٹنیاں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کھینچ کرلائی جاتی رہیں۔

ابونعیم نے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے دو بار زکوٰۃ نکالی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے مال کو تین بار تقسیم فرمایا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک جوتا عطا فرماتے اور دوسرا روک لیتے اور ایک موزہ دیتے اور دوسرا پاس رکھ لیتے۔ ایک شخص کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم طلب کرتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو دس ہزار درہم بھجوا دیے۔

ایک شخص جو پہلے مال دار تھا اپنی غربت اور بدحالی کی شکایت لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہارے سوال کا استحقاق یہ ہے کہ جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ آپ کو کیا دینا چاہئے اور وہ دینا میرے لئے مشکل ہے اور میرا ہاتھ تمہاری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے اور راہ خدا عزوجل میں کثیر مال کا دینا بھی تھوڑا ہی ہے اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا ہے اور اگر تو تھوڑا قبول فرمائے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کے درد کو دور فرمادے تو تو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔ اس نے عرض کیا اے فرزند دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کم کو قبول کرلوں گا اور عطیہ پر شکریہ ادا کروں گا اور میں منع کرنے پر عذر گمان کروں گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے حساب کیا۔ اور ارشاد فرمایا مجھے زیادہ رقم ادا کرو اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ کے پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا آپ نے کیا کچھ کیا ہے۔

اس نے عرض کیا:

وہ میرے پاس ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لاؤ جب وہ لایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس شخص کو عطا فرمائے اور معذرت بھی کر لی۔

ایک بڑھیا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ضیافت کی آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں عطا فرمائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو اسی طرح دیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں عطا فرمائیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بزار نے روایت کیا ہے: جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ایک شخص نے نماز کی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے اہل عراق ہمارے متعلق اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب:33)

آپ رضی اللہ عنہ اس آیت کو بار بار تلاوت فرماتے رہے حتیٰ کہ سب مسجد والے رو دیئے۔

عمیر بن اسحاق نے ابن سعد سے روایت کیا ہے:

انہوں نے کہا: میں نے ایک بار کے علاوہ کبھی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے منہ سے گندی بات نہیں سنی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اور عمرو بن عثمان بن عفان کے مابین کسی زمین کے بارے میں کوئی تنازع تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ ہے جو اس کو ذلت میں

ڈالے گا یہ وہ سخت کلمہ ہے جو میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ مروان نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد کو بھیجا جو آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا وہ مدینہ منورہ کا عامل تھا اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کے قاصد سے فرمایا:

اس کو جا کر کہو! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے کر ان سے کوئی بات ختم نہیں کرنا چاہتا جو تو نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے اور میرے جمع ہونے کا ایک ہی مقام ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے سچ کی آپ کو جزا دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک بار آپ رضی اللہ عنہ پر سختی کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا پھر اس نے دائیں ہاتھ سے ناک کا گندہ مادہ نکالا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا برا ہو کیا تمہیں علم پتہ نہیں کہ دایاں ہاتھ منہ کے لئے اور بایاں شرم گاہ کے لئے ہے۔ تم پر افسوس ہے تو مروان نے سکوت اختیار کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ عورتوں کو بہت زیادہ طلاق دینے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ محبت کرنے والی عورت کو ترک کر دیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوے (90) عورتوں سے شادی فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے کوفہ والو! حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عورتیں نہ دو وہ بہت طلاق دینے والے شخص ہیں۔

تو ایک ہمدانی نے کہا:

ہم اس کو ضرور لڑکیاں بیاہیں گے وہ جس سے راضی ہو اس کو رکھ لے اور جس کو ناپسند کرے اس کو طلاق دے دے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو مروان آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر بہت رویا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کیا تم اس شخص پر روتے ہو جس کو تم نے سخت اذیتیں دی ہیں۔ اس نے جواب دیا میں یہ اس آدمی سے کرتا تھا جو پہاڑ سے زیادہ بردبار تھا۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے دولت مندی کی بدولت غربت، صحت کی بدولت بیماری بہت زیادہ محبوب ہے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے۔ میں کہتا ہوں کہ جو شخص خود کو اس اچھائی کے حوالے کردے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند فرمائی ہے کہ اس کو اس حالت کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے دوسری کی آرزو نہیں رکھنی چاہیے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر سال ایک لاکھ روپیہ خرچ کرتے تھے۔ ایک سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روپیہ روک لیا اور آپ رضی اللہ عنہ بہت تنگ ہو گئے۔ ارشاد فرمایا میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بارے میں یاد دلانے کے لئے خط لکھنے کے لئے سیاہی منگوائی پھر میں رک گیا میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن (رضی اللہ عنہ) کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوجان! اچھا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں نے مال کے رک جانے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اپنی طرح کے بندوں کو یاددہانی کے لئے سیاہی منگوائی تھی۔ میں نے جواب دیا: ہاں! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں کیا کہا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دعا کیا کرو: اے اللہ عزوجل! میرے قلب میں اپنی امید دے دے اور اپنے علاوہ میری امیدیں ختم کردے حتیٰ کہ میں تیرے علاوہ کسی سے امید نہ رکھ سکوں: اے اللہ عزوجل! جس چیز سے میری طاقت کمزور اور میرا عمل کم ہو اور میری رغبت اور میرا سوال اس کو نہ پہنچے اور جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہے اس یقین کے بارے میری زبان پر بات نہ چلے: اے ارحم الراحمین مجھے اس سے خاص کر۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے میری

طرف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے بھیج دیئے تو میں نے کہا! سب تعریفیں اس ذات باری تعالیٰ کے لئے ہیں جو یاد کرنے والے کو ہرگز نہیں بھولتا اور اس سے دعا کرنے والا نامراد نہیں لوٹتا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن (رضی اللہ عنہ) کیا حال ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ٹھیک ہوں اور میں نے آپ ﷺ سے بات بیان کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے امید نہیں رکھتا جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے فرمایا: اے بھائی! آپ رضی اللہ عنہ کے والد رضی اللہ عنہ نے خلافت کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرمادی پھر پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرمادی پھر شوریٰ کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کو یقین حاصل تھا کہ خلافت مجھے نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہادت حاصل فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی پھر آپ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار پکڑ لی لیکن خلافت کا معاملہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے درست نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو جمع نہیں فرمائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ رضی اللہ عنہ کو تنگ کر کے خروج کروائیں گے میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی آرزو کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو قبول فرمالیا جب میں وصال فرما جاؤں تو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا میرا گمان ہے کہ لوگ جلد ہی اس کو روک لیں گے اگر وہ اس طرح کریں تو ان سے مباحثہ نہ کرنا جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پیغام دیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ تو ایک نعمت اور عزت کی بات ہے۔ مروان نے ان کو روکا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ہتھیار اٹھا لیے حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو واپس فرمادیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ محترمہ

کے پہلو میں بقیع میں دفن فرمادیا گیا۔ (الصواعق المحرقہ: ص 139 تا 140)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے: 49ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے: 50ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے:

51ھ میں وصال ہوا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر پلا دیا تھا آپ رضی اللہ عنہ اس زہر کے اثر سے چالیس دن بیمار رہے اور پھر وصال فرما گئے جب آپ رضی اللہ عنہ کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بھائی! مجھے تین بار زہر پلایا گیا لیکن اس بار سب سے زیادہ شدید زہر تھا جس سے میرا جگر کٹ رہا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا! آپ رضی اللہ عنہ کو کس نے زہر دیا ہے؟ کہا تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ کیا تم ان سے قتال کرو گے؟ میں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ اجازت طلب کی گئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ خوشی سے اجازت دے دی لیکن بنوامیہ کے امراء نے مزاحمت کی اس لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دوسری وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: جز: 2، ص: 15)

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ جعدہ دختر اشعث

بن قیس الکندی کو یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کے لئے خفیۃً بھجوایا۔ یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کی شادی اس عورت سے کرائی اور اس کے لئے ایک لاکھ روپے خرچ کیے اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دے دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیس دن تک بیمار رہے جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو اس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے بارے میں پوچھا اس نے جواب دیا ہم نے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بھی تمہیں پسند نہیں کیا تو پھر آپ کو اپنے لئے کس طرح پسند کرتے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:140)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم



حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ونواسے اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بچپن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں گزرا حتیٰ کہ یزید کے سپاہیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کئی دن پیاسا بھوکا رکھ کر شہید کر دیا۔

نام ونسب

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی۔

(اسد الغابہ: ج:2، ص:18)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ (اسد الغابہ: ج:2، ص:18)

سینہ اقدس سے نیچے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبودار پھول تھے اور سینہ سے نیچے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ (اسد الغابہ: ج:2، ص:18)

نبی کریم ﷺ نے ولادت کے وقت کان میں اذان دی

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

جب آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان دی۔ (اسد الغابہ: ج:2،ص:18)

نبی کریم ﷺ نے نام حضرت حسین رضی اللہ عنہ رکھا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوا تو میں نے ان کا نام حرب رکھا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا: حرب۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں وہ حسن رضی اللہ عنہ ہے پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا: حرب۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں وہ حسین رضی اللہ عنہ ہے پھر جب میرا تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے ارشاد فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا: حرب۔ نہیں وہ محسن ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد پر ان کے نام رکھے ہیں شبر و شبیر و مبشر۔

(اسد الغابہ: ج:2،ص:18)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چار ہجری میں پیدا ہوئے

لیث بن سعد سے روایت ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شعبان کی آخری تاریخوں میں 4ھ میں پیدا ہوئے۔

(اسد الغابہ: ج:2،ص:18)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایک سال دس ماہ بعد پیدا ہوئے

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے ایک سال دس ماہ بعد پیدا ہوئے۔(اسد الغابہ: ج:2،ص:19)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والا

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے جو حسین (رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھتا ہو۔(اسد الغابہ: ج:2،ص:19)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا وہ اس کو طشت میں رکھ کر کریدنے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ کے حسن کے متعلق تنقیدی کلمہ کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کے سر میں وسمہ سے خضاب لگا ہوا تھا۔(اسد الغابہ: ج:2،ص:20)

جنتی نوجوانوں کے سردار

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) حسن و (حضرت) حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن ترمذی: ص:238)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے یہ دونوں بیٹے (حضرت) حسن و (حضرت) حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والدان دونوں سے بہتر ہیں۔(معجم الاوسط: ج:2،ص:347)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے اس بادل کو ملاحظہ نہیں کیا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اپنے رب عزوجل سے مجھے سلام فرمانے اور یہ خوشخبری دینے کے لئے اجازت مانگی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہشتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ (سنن نسائی: ص:80)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری جرأت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ میری ہیبت اور سرداری اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری جرأت اور سخاوت کی علامت ہے۔ (معجم الکبیر: ص:423)

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما میری دنیا کی خوشبو ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص:495)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔ (سنن الترمذی: ص:240)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مبارکہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ دونوں میرے اور میری صاحبزادی کے فرزند ہیں: اے اللہ عزوجل! میں ان سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تو بھی ان سے محبت کر اور جوان دونوں سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کر۔ (سنن الترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص: 239)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے و حضرت حسین رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے ہیں

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔

(الصواعق المحرقۃ: ص: 496)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صفت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری خالہ کے بیٹوں کے علاوہ حضرت عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہما اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بہشتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (معجم الکبیر: مناقب حسن بن علی رضی اللہ عنہما: ص: 38)

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما عرش کی تلواریں ہیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما عرش کی تلواریں ہیں۔

(معجم الاوسط: اول الکتاب: ص: 108)

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اسباط میں سبطین ہیں

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں اور جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اسباط میں سبطین ہیں۔ (سنن الترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص: 245)

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: فضل الحسن والحسین ابن علی w: ص: 164)

صاحبزادوں کا نام حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما رکھنے کی وجہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ارشاد فرمایا:

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا شبر اور شبیر نام رکھا اور میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ رکھا ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 498)

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے اسماء میں سے دو اسم ہیں

حضرت عمران بن سلیمان سے روایت ہے:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے اسماء میں سے دو اسم ہیں۔ عرب جاہلیت میں یہ دونوں اسم رکھا کرتے تھے۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 192)

شہادت کی خبر

شہادت کی خبر کے متعلق یہ روایات ہیں۔

روایت:1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ میرا بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میرے بعد طف کی زمین میں شہید کیا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لائے اور بتایا کہ اس مقام پر وہ شہید ہوں گے۔ (معجم الکبیر: باب الحسین بن علی بن طالب رضی اللہ عنہما: 107)

روایت:2

حضرت ام فضل بنت حرث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آ کر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جلد ہی شہید کر دے گی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لائے۔

(مستدرک: اول فضائل ابی عبداللہ الحسین ابن علی رضی اللہ عنہما، ص: 194)

روایت:3

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی نہیں آیا اس نے مجھ سے کہا: تیرا یہ بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا اور اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں اس مقام کی مٹی آپ ﷺ کو دکھاؤں جس مقام پر یہ شہید کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔

(مسند احمد: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ، ص: 477)

روایت:4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب عزوجل سے اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت عطا فرمادی اس دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دروازے کی دیکھ بھال کرنا تاکہ کوئی شخص اندر داخل نہ ہو جائے ابھی آپ رضی اللہ عنہا دروازہ پر ہی تھیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اندر آ گئے اور چھلانگ لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بوسہ دینے لگے تو فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! فرشتے نے کہا جلد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کو شہید کر دے گی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمائیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام دکھاؤں جس مقام پر یہ شہید ہوں گے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام دکھایا اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو لے کر کپڑے میں باندھ دیا۔ ثابت نے کہا ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو حاتم نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی اسی طرح کی ایک روایت کی ہے مگر اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ بھی اضافہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مٹی کو سونگھا اور ارشاد فرمایا: کرب و بلا کی خوشبو آتی ہے۔

سہلہ بکسرۃ الاول سخت ریت کو کہا جاتا ہے جو باریک اور نرم نہ ہو۔

الملا کی روایت اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی المسند میں ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی مجھے عطا فرمادی اور ارشاد فرمایا: یہ اس زمین کی مٹی ہے جس زمین میں ان کو شہید کیا جائے گا وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ (الصواعق المحرقۃ: 499تا500)

خبر کیسے صادق ہوئی؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے دن میں نے اس کو لیا تو وہ خون ہو گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شہید ہونے کی جگہ کی مٹی دکھاؤں وہ کچھ مٹھیاں لے کر آئے جس کو میں نے ایک بوتل میں رکھ دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی رات آئی تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا: اے حسین رضی اللہ عنہ کو جہالت سے شہید کرنے والو تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو تم پر ابن داؤد، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت ہو گئی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں رو پڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو مٹی خون ہو کر بہہ گئی۔

(الصواعق المحرقہ: ص:500)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کربلا سے گزرتے ہوئے رونا

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد سے شعبی نے روایت کیا ہے: صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کربلا سے گزر ہوا یہ فرات کے کنارے نینویٰ بستی کے برابر ہے آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر اس زمین کا نام استفسار فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اس کو کربلا کہا جاتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ رو دیئے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر ارشاد فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے رو رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے ایک مقام پر شہید ہو گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک مٹھی میں مٹی لے کر مجھے سنگھوائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 501)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قافلہ کی جگہ بتانا

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

الملانے روایت کیا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس سے گزرے اور فرمایا ان کی سواریوں کے بیٹھنے کا مقام ہے اور یہ ان کے کوچ کرنے کا مقام ہے۔ یہ آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوانوں کے خون بہنے کا مقام ہے وہ اس میدان میں شہید کیے جائیں گے اور زمین وآسمان ان پر رودیں گے۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 501)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا شہادت کی خبر دینا

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمرہ تھا جس کی سیڑھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ارادہ فرماتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص اوپر نہ آئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم نہ ہونے کی وجہ سے اوپر چڑھ گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: جلد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کو شہید کردے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بیٹے کو (شہید کردے گی) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمائیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس علاقہ کے بارے میں بتاؤں جس میں اس کو شہید کیا جائے گا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عراق کے علاقہ طف کی طرف اپنے ہاتھ کا اشارہ فرمایا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی اور کہا: یہ اس مقام کی مٹی ہے

جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:502)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے تو بکثرت اہل کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے اور انہیں کوفہ آنے کی دعوت دی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے ولی عہد ہونے کی بیعت لی تھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ مکہ مکرمہ آپ کے پاس اہل کوفہ کے خطوط پہنچے۔ آپ نے کوفہ روانہ ہونے کی تیاری کی تو ایک جماعت نے آپ کو منع کیا۔ ان میں آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ شامل تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چیز کا حکم دیا ہے میں وہی کروں گا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق گئے تو اس وقت یزید عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا چکا تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سپہ سالار عمر بن سعد بن ابی وقاص کو بنا دیا اور اس سے رے (طہران) کی گورنری کا وعدہ کیا۔ اس لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ عبیداللہ بن زیاد کی اطاعت کر لیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنان بن انس نخعی نے قتل کیا۔

ایک قول یہ ہے:

شمر بن ذوالجوشن نے قتل کیا۔ خولی بن یزید اصبحی نے زخمی کیا۔

ایک قول یہ ہے:

عمر بن سعد نے کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ سنان بن انس اصحی نے قتل کیا تھا اور عمر بن سعد اور شمر قتل پر برانگیختہ کرنے والے تھے اور خولی بن زیاد آپ کا سر کاٹ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے کر گیا تھا۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو عمر بن سعد نے اپنی فوج کو ان کے گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش کو گھوڑوں سے روندا۔ کل افراد جو آپ کے ساتھ شہید کیے گئے ان کی تعداد بہتر تھی۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو وہ ایک چھڑی سے آپ کے ہونٹوں کو کرید رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی چھڑی ہٹاؤ۔ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہونٹوں کو چوم رہے تھے' پھر رونے لگے۔ عبید اللہ بن زیاد نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے رلائے اگر تو سٹھیایا ہوا بوڑھا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

حضرت سلمٰی سے روایت ہے:

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا دراں حالیکہ وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا کیوں رو رہی ہیں؟ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی خواب میں دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی پر گرد و غبار تھا میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہوا؟ فرمایا: میں ابھی قتل حسین رضی اللہ عنہ کے موقع پر موجود تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے خواب میں دیکھا کہ نصف النہار کا وقت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کیسا خون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے ہیں اور میں اس کا خون جمع کر رہا ہوں۔

حضرت عمارہ بن عمیر سے روایت ہے:

جب عبید اللہ بن زیاد کا سر لا کر اس کو مسجد میں رکھا گیا تو ایک سانپ لوگوں کے سر پھلانگتا ہوا آیا اور عبید اللہ ابن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد نکلا اور غائب ہو گیا اور دو یا تین بار اسی طرح اس کے نتھنوں میں گھسا۔

(اسد الغابہ: ج:2،ص20 تا 23)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ منورہ سے نکلنے سے لے کر بعد تک کے واقعات

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ منورہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب 60ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ منورہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے میری بیعت لے تو آپ رضی اللہ عنہ جان کے خوف سے مکہ مکرمہ چلے آئے۔ کوفیوں نے جب اس بات کو سنا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغامات بھیجے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آجائیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور جو ظلم ہم سے ہو گئے ہوں ان کو معاف فرما دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا کہ یہ لوگ دھوکہ کرنے والے ہیں انہوں نے ہی تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کو شہید کیا ہے اور بھائی کو اکیلے چھوڑ دیا مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو نہ مانا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کو اپنی معیت نہ لے جائیں اس سے بھی آپ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رو دیئے اور کہا: ہائے میرے پیارے! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کچھ بھی نہ مانے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور کہا: اے مقتول! میں آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ

مکہ مکرمہ میں ایک مینڈھا ہے جس سے مکہ مکرمہ کی حرمت کو ختم کیا جائے گا میں نہیں پسند کرتا کہ میں وہ مینڈھا بن جاؤں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پہلے بیان ہو

گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کوفہ کے بیوقوفوں کے ورغلانے سے محفوظ رہنا وہ آپ رضی اللہ عنہ کو گھر سے نکال دیں گے اور پھر اکیلا چھوڑ دیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ کو پچھتاوا ہوگا مگر اس وقت کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ یہ بات حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہی جس رات آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے رحم کی دعا فرمائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ ایک تھالی میں وضو فرما رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے رو رو کر اس تھالی کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ مکہ مکرمہ میں کوئی آدمی اس طرح نہ تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کے اس سفر سے غم میں نہ ڈوبا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آنے سے پہلے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آ کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر یزید کو بھیج دیا جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں متنبہ کیا۔ سفر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرزدق سے ملے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ لوگوں کا کوئی حال سناؤ۔ اس نے جواب دیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لال! احوال سے واقف شخص کے لئے موت کا وقت آ پہنچا ہے۔ لوگوں کے دل آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو پسند فرماتا ہے کرتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے رہے آپ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ نہ تھا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا ہے جب آپ رضی اللہ عنہ قادسیہ کے مقام پر تین دن کے فاصلے پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ابن یزید تمیمی نے بتایا اور کہا: واپس تشریف لے جائیں میں اپنے پیچھے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا جس امید میں آپ رضی اللہ عنہ آگے جانا چاہتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو سب واقعہ اور ابن زیاد کا آنا اور اس کی تیاریوں کے بارے میں پوری خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرما لیا تو مسلم کے بھائی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم بدلہ

لیے بغیر واپس ہرگز نہیں جائیں گے یا ہم قتل ہو جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کے بعد جینے میں کوئی مزہ باقی نہیں ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ آگے چلے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کا پہلا دستہ ملا تو آپ رضی اللہ عنہ آٹھ محرم کو کربلا کی طرف پھر گئے جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے قرب و جوار میں داخل ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ وہاں کا امیر عبیداللہ بن زیاد ہے جس کے بارہ ہزار جنگ کرنے والے اشخاص کو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف تیار کر کے روانہ کیا ہے جب وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے حکم کو تسلیم کر کے یزید کی بیعت کر لیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ شروع کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد اکثریت خارجی تھی جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطوط پر خطوط تحریر کیے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے وعدہ خلافی کی اور بھلائی کے باوجود فوراً حرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے مل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے اہل و بھائیوں میں سے اسی (80) سے تھوڑا زیادہ مقدس نفوس تھے اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچ رہے تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھا کر ان پر حملہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کو پڑھا۔

''میں علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں جو ہاشم کی اولاد میں سے ایک عالم تھے اور فخر سے مجھے یہ بات بہت کافی ہے کہ میرے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام انسانوں سے عزت والے تھے اور لوگوں کے مابین ہماری روشن چراغ کی طرح ہے اور میری والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل ہیں اور میرے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ذوالجناحین کہتے ہیں اور ہم میں ہی کتاب اللہ اتری ہے اور ہم ہی میں ہدایت وحی اور بھلائی کا تذکرہ موجود ہے۔'' اگر وہ لوگ تدبیر کی رو سے آپ کے اور پانی کے مابین

حائل نہ ہو جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ پر کبھی بھی قابو نہ پا سکتے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ وہ شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جا سکتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روک لیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دشمنوں میں سے ایک دشمن سے کہا: میں اس کو دیکھ رہا ہوں گویا اس نے بادل کو پریشانی میں کر دیا ہے کہ اس سے پانی پینے کے باوجود سیر نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پینے کے لئے پانی منگوایا تو ایک شخص نے درمیان میں حائل ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے تالو پر لگا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس کو پیاسا رکھ تو وہ چیخنے لگا اس کے پیٹ میں گرمی اور اس کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پنکھے تھے اور اس کے پیچھے کافور رکھا ہوا تھا پھر بھی وہ پیاس سے چلا رہا تھا اس کے پاس ستو، پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اس کو پانچ بار بھی پی لیتا تو ان کے لئے کفایت کرتا وہ اس کو پیتا اور چلاتا اور اس کو دوبارہ پلایا جاتا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا جب آپ رضی اللہ عنہ کے اہل سے جنگ بڑھ گئی تو ان میں ایک کے بعد ایک مرتا رہا حتیٰ کہ پچاس سے زائد اشخاص قتل ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا: کیا کوئی حریم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کرنے والا نہیں۔ اس وقت یزید بن الحرث الریاحی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور کہا: اے ابن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اگرچہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلنے والا پہلا آدمی ہوں مگر اب میں آپ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے آپ رضی اللہ عنہ کے نانا جان کی شفاعت نصیب ہو جائے پھر وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے لڑا حتیٰ کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء ختم ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ اکیلے بچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے ان کے کثیر بہادروں کو قتل کر دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ پر کافی اشخاص نے حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اور آپ رضی اللہ عنہ کے حریم کے مابین حائل ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا: اپنے بے وقوفوں کو عورتوں اور بچوں سے روک لو پھر آپ رضی اللہ عنہ مسلسل قتال فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے زخموں سے آپ رضی اللہ عنہ کا خون بہا

دیا اور آپ رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لے آئے تو انہوں نے عاشورہ کے دن 61ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ لیا جب اس کو عبیداللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے نے یہ اشعار پڑھے۔

”میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے پر کر دو میں نے ایک ایسے بادشاہ کو قتل کیا مارا ہے جس کو چھپایا جاتا تھا اور جو بچپن میں قبلتین میں نماز پڑھتا تھا اور سب میں سب سے بہتر شخص تھا میں نے اس کو قتل کر دیا ہے جو لوگوں سے باپ اور ماں کی وجہ سے بہتر شخص تھا۔“

ابن زیاد نے ان اشعار کو سن کر غصے میں کہا:

جب تو اس کو اس طرح کا شخص جانتا تھا تو پھر تم نے اس کو قتل کیوں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا اور میں تجھے ضرور اس کے ساتھ ملا دوں گا پھر اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے انیس 19 اشخاص اور ایک کے مطابق بیس اشخاص کو قتل کر دیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس وقت روئے زمین پر ان کا کوئی برابر نہیں تھا جب آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس کو ایک تھالی میں رکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی سے مارنے لگا اور بڑے فخر سے کہنے لگا میں نے اس طرح کا کوئی شخص نہیں دیکھا اگرچہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے اس وقت اس کے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ موجود تھے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

اس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

امام ابن الدنیا نے روایت کیا ہے:

وہاں پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا۔ اپنی چھڑی کو اٹھالو۔ میں نے کثیر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے مابین بوسہ دیتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے تو ابن زیاد نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو رلائے اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہارے قول پر تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرماتے ہوئے قیام فرمایا: اے لوگو! آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو تم نے ابن فاطمہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے اور ابن مرجانہ کو امیر بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ تمہارے بہترین اشخاص کو قتل کر دے گا اور تمہارے برے اشخاص کو غلام بنائے گا لہٰذا اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو ذلت اور عار سے رضا مند رہے۔ پھر فرمایا: اے ابن زیاد! میں تمہیں وہ بات ضرور بتاؤں گا جو اس سے بھی زیادہ تمہیں غصہ میں ڈال دینے والی ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں ران پر بٹھایا پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! میں ان دونوں کو تیرے اور نیک مومنین کے پاس امانت رکھتا ہوں: اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امان کی کیا حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب اس کے سر کو لایا گیا تو اس کے رفقاء کے سروں کے ساتھ مسجد میں لگایا گیا تو ایک سانپ آ کر سروں میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ اس کے نتھنے میں داخل ہو گیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر آیا پھر آ کر دو تین بار اسی طرح ہی کیا اور اس کے سر کو بھی وہیں پر لگایا گیا جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو رکھا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی عبید تھا اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اکیلا چھوڑنے کی وجہ سے نادم تھا اور چاہتا تھا کہ اس داغ کو دھویا جائے اور مختار کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والے چھ ہزار اشخاص کو بری طرح قتل کیا اور اس کا سردار عمر

بن سعد بھی قتل ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کے مطابق زیادہ عذاب دیا گیا اور اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے روندا گیا اس لیے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی طرح کیا تھا۔ لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا مگر آخر میں اس نے خباثت سے کام لیتے ہوئے کہا اور اس کو یہ خیال آیا کہ اس پر وحی آتی ہے اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں اور جب ابن زیاد نے تین ہزار لشکر کے ساتھ موصل میں پڑاؤ ڈالا تو مختار نے 69ھ میں اس کے لئے ایک گروہ کو تیار کیا جس نے اس کو اور اس کے رفقاء کو عاشورہ کے دن فرات پر اور ان کے سر مختار کو بھجوا دیئے تو اس نے ان کو وہیں پر نصب کر دیا جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر نصب کیا گیا تھا پھر اس کو وہاں سے ہٹا دیا گیا حتیٰ کہ سانپ اس میں داخل ہوا جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے۔

عبدالملک بن عمر نے کہا:

یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف تشریف فرما تھا پھر میں مختار کے پاس اس قصر امارت میں گیا تو ابن زیاد کے سر کو وہاں پر دیکھا اور لوگ اسی طرح اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو وہاں اسی طرح پڑے ہوئے دیکھا میں نے اس کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو پانچواں سر وہاں پر نہ دکھائے اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر اور آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء کے سروں کو اتارا تو ان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے قیدیوں کے ساتھ یزید کی طرف بھیج دیا۔ جب یہ یزید کی جانب پہنچے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے مغفرت کی دعا کی اور ابن زیاد سے جاہلیت کے ساتھ پیش آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور بقیہ بچوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھجوایا۔

سبط ابن الجوزی نے کہا ہے:

مشہور بات یہ ہے کہ وہ شام والوں کو جمع کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا اور اس نے پہلی کو ظاہر کیا اور دوسری بات کو خفیہ رکھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کے مقام کو بلند کرنے کے لئے مبالغہ سے کام لیا ہے اس کو اپنی عورتوں کے قریب لے گیا۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

یہ بات اس آدمی پر ڈالنا تعجب کی موجب نہیں جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی ماری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو قید کر کے اور عورتوں کو ننگا منہ اونٹوں پر بٹھا کر لے گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

سر اس کے خزانے میں موجود تھا کیونکہ سلیمان بن عبدالملک نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ملاطفت کرتے اور خوشخبری دیتے ملاحظہ فرمایا اس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہوسکتا ہے کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے کوئی نیکی کی ہے۔ اس نے جواب دیا: ہاں! میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے خزانہ میں دیکھا تو میں نے اس کو پانچ کپڑے پہنائے اور میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز جنازہ ادا کی اور اس کو قبر میں دفن کر دیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے رضامندی کا اظہار فرمایا ہے تو سلیمان نے حکم دیا کہ حضرت حسن کو قیمتی انعام دیا جائے۔ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے اس دوران اس کے پاس قیصر کا قاصد موجود تھا اس نے تعجب کا اظہار کیا کہ ہمارے پاس ایک جزیرے کے دیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا کھر ہے ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آ کر اس کا حج کرتے ہیں اور نذریں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم اپنے خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہو لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔

اور ایک ذمی نے کہا:

میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر (70) آباء کرام کا فاصلہ ہے اور یہود میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی مکرم ﷺ کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر پہرہ لگایا گیا جب بھی وہ کسی مقام پر ڈیرہ ڈالتے اس کو نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے اس کو ایک راہب نے دیر میں دیکھا اور اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا تم تو بہت برے لوگ ہو کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اس کو دھویا، خوشبو لگائی اور اس کو اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی اونچائی کی طرف دیکھنے لگا اور صبح تک روتا رہا اور پھر مسلمان ہو گیا اس لیے اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور کو ملاحظہ کیا پھر وہ دیر سے تمام کچھ ترک کر کے نکل گیا اور اہل بیت کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔ ان پہرہ داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے حاصل کیے تھے انہوں نے تھیلیوں کو کھولا تا کہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئی ہیں۔

اور ایک طرف یہ تحریر تھا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط (ابراہیم:42)

اور دوسری طرف یہ لکھا ہوا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○ (الشعراء:227)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا تو اہل کوفہ رو پڑے۔ حضرت زین العابدین بن الحسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! یہ لوگ اگر ہمارے لئے روتے ہیں تو ہم کو کس نے قتل کیا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون کے بدلے میں ستر ہزار اشخاص کو قتل کیا اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے خون کے بدلہ میں ستر ہزار اشخاص کو قتل کرنے والا ہوں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں اس تعداد کا آپ کی وجہ سے قتل ہو جانا اس بات کو لازم نہیں کہ یہ تعداد آپ رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے والوں کی مانند ہے اس لیے کہ اس فتنہ نے پرہیزگار لوگوں سے تعصبات اور قتل کرنے کی نوبت کو پہنچا دیا تھا۔ (الصواعق المحرقہ: ص 509 تا 517)

صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سوانح و کربلا کے منظر پر تحقیق

خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

ولادت مبارکہ

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت 5 شعبان 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حسین اور شبیر رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے برادر معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند بنایا۔ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ کمال رافت و محبت تھی۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا: جس نے ان دونوں (حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔

جنتی جوانوں کا سردار فرمانے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ راہ خدا عزوجل میں اپنی جوانی میں راہی جنت ہوئے حضرت امامین کریمین ان کے سردار ہیں اور جوان کسی شخص کو

بلحاظ اس کے نوعمری کے بھی کہا جاتا ہے اور بلحاظ شفقت بزرگانہ کے بھی کہ آدمی کی عمر کتنی بھی ہو اس کے بزرگ اس کو جوان بلکہ لڑکا تک کہتے ہیں شیخ اور بوڑھا نہیں کہتے اسی طرح بمعنی فتوت و جوانمردی بھی لفظ جوان کا اطلاق ہوتا ہے خواہ کوئی شخص بوڑھا ہو مگر ہمت مردانہ رکھتا ہو وہ اپنی شجاعت و بسالت کے لحاظ سے جوان کہلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اگرچہ وقت وصال پچاس سے زائد تھی مگر شجاعت و جوانمردی کے لحاظ سے نیز شفقت پدری کے اقتضاء سے آپ کو جوان فرمایا گیا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ انبیائے کرام و خلفائے راشدین کے سوا امامین جلیلین تمام اہل جنت کے سردار ہیں کیونکہ جوانان جنت سے تمام اہل جنت مراد ہیں اس لیے کہ جنت میں بوڑھے جوان کا فرق نہ ہوگا وہاں سب ہی جوان ہوں گے اور سب کی عمر ایک ہی ہوگی۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں فرزندوں کو اپنا پھول فرمایا ھما ریحانی من الدنیا وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینہ سے لپٹاتے۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضل بنت الحارث حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا۔ عرض کیا وہ بہت ہی شدید ہے ان کو اس خواب کے بیان کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا انشاء اللہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں دیئے گئے۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے ایک روز حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ میرے ماں باپ حضور اقدس پر قربان یہ کیا حال ہے۔ فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا: کیا اس کو؟ فرمایا: ہاں! اور میرے پاس اس کے سرخ مقتل کی مٹی بھی لائے۔ (سوانح کربلا: ص 61 تا 62)

شہادت کی شہرت

حضرت امام عالی مقام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی شیر خوارگی کے ایام میں نبی کریم ﷺ نے ام الفضل کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ خاتون جنت نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خون جگر (دودھ) پلایا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا۔ مصطفیٰ کریم ﷺ نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہ خدا میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوش رحمت میں تربیت فرمایا۔ یہ آغوش کرامت ورحمت فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جبکہ اس فرزند ارجمند کی ولادت کی مدت کے ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی سید عالم ﷺ کی چشمہ رحمت نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثار اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دل ہلا دیئے۔ اس درد کی لذت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھئے صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنت خلیل ادا کر رہے ہیں۔ حضرت خاتون جنت کی خاک زیر قدم پاک پر قربان جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم

پیدا کرتا ہے ماں کی گود میں کھیل کر شفقت مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے جہاں یہ چہیتا نازوں کا پالا بھوکا پیاسا بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، عزیز و اقارب برادر و فرزند قربان ہو چکے ہیں تنہا یہ نازنین ہیں تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے خیمہ والوں کی بے کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور راہ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نثار کرتا ہے کربلا کی زمین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے وہ شمیم پاک جو حبیب خدا عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے خاتون جنت کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے حضرت ہاجرہ اس منظر کو دیکھیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ اس فرزند ارجمند کے جد کریم حبیب خدا (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں حضرت حق تبارک و تعالیٰ ان کا رضا جو ہے ولسوف یعطیك ایک فقرہ منیٰ بر و بحر میں ان کا حکم نافذ ہے شجر و حجر سلام عرض کرتے ہیں اور مطیع فرمان ہیں چاند اشاروں پر چلا کرتا ہے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے بدر میں ملائکہ لشکری بن کر حاضر خدمت ہوتے ہیں کونین کے ذرہ ذرہ پر بحکم الٰہی حکومت ہے اولین و آخرین سب کی عقدہ کشائی اشارہ چشم پر موقوف منحصر ہے ان کے غلاموں کے صدقہ میں خلق کے کام بنتے ہیں مددیں ہوتی ہیں روزی ملتی ہے۔

هل تنصرون و ترزقون الا بضعفائكم

باوجود اس کے اس فرزند ارجمند کی خبر شہادت پا کر چشم مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے بارگاہ الٰہی عزوجل میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے امن و سلامت اور اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! علیک وسلم۔ اس خبر نے تو دل و جگر پارہ پارہ کر دیئے۔ آپ کے قربان بارگاہ حق میں اپنے اس فرزند

کے لئے دعا فرمائیے نہ خاتون جنت التجا کرتی ہیں کہ اے سلطان دارین آپ کے فیض سے عالم فیض یاب ہے اور آپ کی دعا مستجاب۔ میرے اس لاڈلے کے لئے دعا کیجئے نہ اہل بیت نہ ازواج مطہرات نہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہن) سب خبر شہادت سنتے ہیں شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہ رسالت میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔ بات یہ ہے کہ مقام امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے۔ یہ محل عذر و تامل نہیں ایسے موقع پر جان سے دریغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں۔ اخلاص سے جانثاری عین تمنا ہے دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ فرزند مقام صفا و وفا میں صادق ثابت ہو توفیق الٰہی عزوجل مساعد ہے۔

مصائب کا ہجوم اور آلام کا انبوہ اس کے قدم پیچھے نہ ہٹا سکے۔

احادیث میں اس شہادت کی خبریں وارد ہیں۔

امام ابن سعد و طبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین زمین طف میں قتل کیا جائے گا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے انہوں نے عرض کیا: یہ (حسین رضی اللہ عنہ) کی خواب گاہ (مقتل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا اس نے عرض کیا: آپ کے فرزند حسین (رضی اللہ عنہ) قتل کیے جائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراؤں جہاں وہ شہید ہوں پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔

اس قسم کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں کسی میں بارش کے فرشتہ کے خبر دینے کا تذکرہ

ہے کسی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو خاک کربلا تفویض کرنے اور اس خاک کے خون ہو جانے کی علامت شہادت امام قرار دینے کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو اس شہادت کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور انور ﷺ نے بھی بارہا اس کا تذکرہ فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام کی عہد طفولیت سے خوب مشہور ہو چکی اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ مشہد کا کربلا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

ہم کو کوئی شک باقی نہ رہا اور اہل بیت باتفاق جانتے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

امام ابونعیم نے یحییٰ حضرمی سے روایت کیا ہے:

وہ سفر صفین میں حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے جب نینویٰ کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار اقدس ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ندا دی کہ اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے ٹھہرو۔ میں نے عرض کیا: کس لیے فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے اور مجھے وہاں کی ایک مشت مٹی دکھائی۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصبغ میں نباتہ سے روایت کی کہ

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر پہنچے۔ حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے یہاں ان کے خون بہیں گے جوانان آل محمد ﷺ اسی میدان میں شہید ہوں گے۔ آسمان و زمین ان پر روئیں گے۔

ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم زمین کربلا کے چپہ چپہ کو پہچانتے تھے انہیں معلوم تھا کہ اونٹ کہاں باندھیں گے کہاں سامان

رکھا جائے گا کہاں خون بہیں گے یہ شہادت کا کمال ہے ایسا اعلان عام ہوا اپنے پرائے سب جائیں مقام بتا دیا گیا ہو وہاں کی خاک شیشیوں میں رکھ لی گئی ہو اس کے خون ہو جانے کا انتظار ہو اور شوق شہادت میں کمی نہ آئے جذبہ جانثاری روز افزوں پر ہوتا رہے تمام چاہنے والے پہلے سے باخبر ہوں ہر دل اس زخم کا مزہ لے اور صبر و استقلال کے ساتھ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربانی کی جائے یہ مردان کامل اور فرزندان مصطفیٰ ﷺ کا حصہ اور انہیں کا حوصلہ ہے۔

طعمہ ہر مرغ کے انجیر نیست

پہاڑ بھی ہوتا تو درخت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا ہے مگر طالب رضائے حق مولیٰ کی مرضی پر فدا ہوتا ہے اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے کبھی وحشت و پریشانی اس کے پاس نہیں بھٹکتی کبھی اس مصیبت عظمیٰ سے خلاص اور رہائی کے لئے وہ دعا نہیں کرتا۔ اور انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے۔ اور وقت موعود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔ (سوانح کربلا: 63 تا 66)

واقعات شہادت

یزید کا مختصر تذکرہ

یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے جس پر ہر قرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔ یہ بدباطن، سیاہ دل، ننگ خاندان 25ھ میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے گھر میسون بنت سنجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق، تندخو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب، گستاخ تھا اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی۔ ارباب فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے۔ جب کہ عنان سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں ہوئی 59ھ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

"یارب عزوجل! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں 60ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔"

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ 60ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے 59ھ میں بمقام مدینہ منورہ رحلت فرمائی۔

رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مبارکہ روایت کی ہے، کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں عدل وانصاف قائم رہے گا حتیٰ کہ پہلا رخنہ اندرونی ستم بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ (سوانح کربلا: ص 67 تا 68)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب 60ھ میں بمقام دمشق لقوہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف،

ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف اور تراش ہائے ناخن ہمایوں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار شریف و ردائے مبارک و قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کور باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور بدن اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز تھا اور دم آخر تمام زر و مال ثروت و حکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اسی کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر کے دل میں تھی اس کی برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوس پاک میں بوئے محبوب ہے۔ یہ مقام غربت میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقے میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین اور آل پاک جو بدن اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا اور ان کا کیا احترام لازم ہے مگر بدنصیبی اور شقاوت کا کیا علاج امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لئے اطراف و ممالک سلطنت میں مکتوب روانہ کئے۔ مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق و ظلم کی بناء پر اس کو نااہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی۔

حضرت امام جانتے تھے کہ بیعت کا انکار یزید کے اشتعال کا باعث ہوگا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا لیکن امام کے دیانت و تقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور مسلمانوں کی تباہی اور شرع و

احکام کی بے حرمتی اور دین کی عفرت کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل الشان فرزند رسول (ﷺ) سے کس طرح ممکن تھا۔ اگر امام اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو یزید آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا۔ اور آپ کی عافیت و راحت میں کوئی فرق نہ آتا بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے پاس جمع ہو جاتی لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا بعد کو ناممکن ہوتا۔ یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعت اسلامیہ و ملت حنیفہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ شیعوں کو بھی آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ امام نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا تقیہ کا تصور بھی خاطر مبارک پر نہ گزرا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو اس کے لئے اس سے زیادہ ضرورت کا اور کون وقت ہو سکتا تھا۔ حضرت امام و ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کی درخواست اس لیے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہل مدینہ ان کا اتباع کریں گے۔ اگر ان حضرات نے بیعت کر لی تو پھر کسی کو تامل نہ ہوگا لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتش عناد بھڑک اٹھی اور بہ ضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ منتقل ہونا پڑا یہ واقعہ چوتھی شعبان 60ھ کا ہے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ سے روانگی

مدینہ سے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام رضی اللہ عنہ کے لئے کیسے رنج و اندوہ کا دن تھا۔ اطراف عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ و احباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنا کریں دربار رسالت کی حاضری کا شوق، دشوار گزار منزلیں اور بحر و بر کا طویل اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لئے بے قرار بنا دے۔ ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو اور فرزند رسول (ﷺ) جوار رسول سے رحلت کرنے پر مجبور ہوں۔ اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بارادۂ رخصت آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اور دیدہ خون بار نے اشک غم کی بارش کی ہوگی دل دردمند غم مہجوری سے گھائل ہوگا جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ طاہرہ

سے جدائی کا صدمہ حضرت امام کے دل پر رنج وغم کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا اہل مدینہ کی مصیبت کا بھی کیا اندازہ ہوسکتا ہے دیدار حبیب کے فدائی اس فرزند کی روایات سے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیتے تھے ان کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا۔ آہ! آج یہ قرار دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام نے مدینہ طیبہ سے بہ ہزار غم واندوہ بادل ناشاد رحلت فرما کر مکہ مکرمہ اقامت فرمائی۔

امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی یزید کی رائے مسل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی۔ اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے لیکن امام رضی اللہ عنہ نے صاف انکار فرما دیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اور یزید کی تخت نشینی کے بعد اہل عراق کی جماعتوں نے متفق ہو کر امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیجیں اور ان میں اپنی نیاز مندی و جذبات عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ پر اپنے جان و مال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی۔ اس طرح کہ التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بند ہو گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں کہاں تک اغماض کیا جاتا اور کب تک حضرت امام رضی اللہ عنہ کے اخلاق خشک جواب کی اجازت دیتے ناچار آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی روانگی تجویز فرمائی۔ اگرچہ امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں

سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں ان حالات سے کوفیوں کا بہ پاس ملت یزید کے بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ سے طالب بیعت پر راضی ہونا اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست بیعت کرنا۔ اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ وہ قوم کو اس جابر کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہم کو یزید کے ظلم وتشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابن عباس رضی اللہ عنہما و حضرت ابن عمر و حضرت جابر و حضرت ابوسعید و حضرت ابو واقد لیثی وغیرہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و مواثیق کا اعتبار نہ تھا امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت ان سب دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کے لئے عذر شرعی کیا ہے ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شدید اصرار کا لحاظ ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد نہ فرمانے کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے۔ اگر کوفیوں نے بدعہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جا سکے گی۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی

اس بناء پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر

فرمایا: تمہاری استدعاء پر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے ہیں ان کی نصرت وحمایت تم پر لازم ہے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد اور ابراہیم جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے عراق کی گرویدگی وعقیدت دیکھ کر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کیا کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تاکہ بندگان خدا ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو۔ مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف وفیض یاب ہوسکیں۔ اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جو اس زمانے میں حکومت شام کی جانب سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا لیکن اطلاع دے کر ضابطہ کی کاروائی پوری کر کے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔ مسلم یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت وعقیدت کا جوش ومبدم بڑھ رہا ہے۔ ہزارہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اب تک کوئی کاروائی ان کے خلاف نہیں کی نہ انسدادی تدابیر عمل میں لائے۔ یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن زیاد بہت مکار وکیاد تھا وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادسیہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب وعشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہل کوفہ میں

بہت جوش ہے ایسے دور پر داخل ہونا چاہئے کہ وہ ابن زیاد کو نہ پہچانیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تا کہ وہ بے خطر اور اندیشہ امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اہل کوفہ جن کو ہر لمحہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا انہوں نے دھوکہ کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے گرد و پیش مرحبا کہتے چلے۔ مرحبا بک یا ابن رسول اللہ اور قدمت خیر مقدم کا شور مچا۔ یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کر لیا کہ کوفیوں کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار ہے اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تا کہ ان پر اس کا مکر نہ کھل جائے حتیٰ کہ دارالامارۃ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا۔ اس وقت کوفی یہ سمجھے کہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا اور انہیں حسرت و مایوسی ہوئی۔ رات گزار کر صبح کو ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر انہیں سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی جماعت کو منتشر کر دیا۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرمائی۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کو گرفتار کر کے منگایا اور قید کر لیا۔ کوفہ کے تمام رؤسا و عمائد کو بھی قلعہ میں بند کر دیا۔ حضرت مسلم یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کی ندا کی جوق در جوق آدمی آنے شروع ہو گئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کر لیا صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت حملہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پا تا اور ابن زیاد اس کے ہمراہی حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا مگر کار بدست کارکنان قدرست بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ

نے قلعہ کا احاطہ تو کرلیا اور باوجود یہ کہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ دادگستر کے نائب کی حیثیت آپ نے انتظار فرمایا: پہلے گفتگو سے قطع حجت کرلیا اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے۔ آپ اپنے اس پاکِ ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔

یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہاء درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک طینت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا تمہارے مال لٹوا دے گا تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے اپنے انجام پر نظر ڈالو ہمارے حال پر رحم کرو اپنے گھروں پر چلے جاؤ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا حتیٰ کہ تا بوقت شام حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہاء ہیں اور ان کی رفاقت ان کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ کوفہ والوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا پروا

نہ ہوئی کہ قیامت تک عالم میں ان کا بے ہمتی کا شہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے کدھر جائیں کہاں قیام کریں۔ حیرت ہے کہ کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا۔ نادان بچے ساتھ ہیں کہاں انہیں لٹائیں کہاں سلائیں کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آتی اس وقت حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا تشریف آوری کی التجاء کی ہے اور اس بدعہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے یقیناً حضرت امام رضی اللہ عنہ میری التجاء رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑیں گے یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہراء کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسے گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کے لئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔ اسی حالت میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو پیاس معلوم ہوئی ایک گھر پر سامنے نظر پڑی جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے پانی مانگا اس نے پہچان کر پانی دیا اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے مکان میں فروکش کیا۔ اس عورت کا بیٹا محمد بن اشعث کا گرگا تھا اس نے فوراً ہی اس کو خبر دی اور اس نے ابن زیاد کو اس طرح پر مطلع کیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن حریث (کوتوال کوفہ) اور محمد بن اشعث کو بھیجا اور ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے اور بنا چاری آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس جماعت پر اس طرح ٹوٹ پڑے

جیسے شیر ببر گلہ گوسپند پر حملہ آور ہو آپ کے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہو گئے بعض مارے گئے۔ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردان کوفہ کی یہ جماعت نبرد آزما نہیں ہو سکتی اب یہ تجویز کہ کوئی چال چلنی چاہئے اور کسی فریب سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارے آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں نہ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کر لیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خود قصد جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی مشکل مصالحت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازہ کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ دروازے میں داخل ہوں ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو اس کی کیا خبر تھی اور آپ اس مکاری اور کیادی سے کیا واقف تھے آپ آیہ کریمہ ربنا افتح بیننا و بین قومنا الایۃ پڑھتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے داخل ہونا تھا کہ اشقیاء نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کیے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعدائے دیق کی بے رحمی سے شہید ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دونوں صاحبزادے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا ہے اور اس کی سرمگیں آنکھوں میں خونی اشک جاری ہے لیکن اس معرکہ ستم میں کوئی ان نادانوں پر رحم

کرنے والا نہ تھا ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا اور ہانی کو قتل کر کے سولی پر چڑھایا۔ ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کشی کا عملی طور پر اعلان کیا۔ یہ واقعہ (3) تین ذی الحجہ 60ھ کا ہے اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس وقت مسطورہ ذیل حضرات تھے۔ تین فرزند ارجمند حضرت امام علی جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور مریض تھے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحب زادے حضرت علی اکبر جو لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ہیں جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنہیں علی اصغر کہتے ہیں جن کا نام عبداللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے اس نام میں اختلاف ہے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ ہے اور جن کی نسبت حضرت قاسم کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی روایت ہے۔ وہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے جنہیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کے لئے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا۔ اس وقت شادی کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ حضرت سکینہ کی وفات بھی راہ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت سکینہ کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام فرماتے تھے۔

حضرت امام کا شعر ہے۔

لعمری انی لاحب ارضا
تحل بها سکینة والرباب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو حضرت سکینہ اوران کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی۔ حضرت امام کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ جو حضرت ام اسحاق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت علی مرتضٰی (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رہیں کربلا تشریف نہ لائیں۔ امام کے ازواج میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر، حضرت ابوبکر امام کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی، حضرت عبداللہ بن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن حضرت ابن علی حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے سب نے شہادت پائی۔ حضرت عقیل کے فرزندوں میں حضرت مسلم تو حضرت امام کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع اپنے دو صاحبزادوں محمد و ابراہیم کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمٰن و حضرت جعفر برادران حضرت مسلم امام کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون حضرت امام کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر ہے اور حضرت امام کے حقیقی بھانجے ہیں ان کی والدہ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات حضرت کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبہ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے قیدی بنائے گئے۔ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی ہمشیرہ اور شہر بانو حضرت امام کی زوجہ اور حضرت سکینہ حضرت امام کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھیں۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل و جائے عذر باقی نہیں رہتی تھی ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضا و قدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے۔ شہادت کا وقت نزدیک آ چکا تھا۔ جذبہ شوق دل کو کھینچ رہا تھا۔ فدا کاری کے ولولوں نے دل کو بے تاب کر دیا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسباب سفر درست ہونے لگا۔ نیاز مندان صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی اگرچہ ظاہر کوئی مخوف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے خط سے کوفیوں کی عقیدت و ارادت اور ہزار آدمیوں کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی تھی عذر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سفر کو کسی طرح گوارہ نہ کرتے تھے اور وہ حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں مگر امام ان کی یہ استدعا قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرض داشتیں پذیر نہ فرمانا اہل بیت کے اخلاق کے شایان نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخل حلقہ غلامی ہو جانا۔ اس پر بھی حضرت امام رضی اللہ عنہ کا ان کی طرف سے اغماض فرمانا اور ان کی ایسی التجاؤں کو جو محض پاس داری کے لئے ہیں ٹھکرا دینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت امام کو کسی طرح گوارہ نہ ہوا۔ ادھر حضرت مسلم جیسے صفا کیش کی استدعا کو بے التفاتی کی نظر سے دیکھنا اور ان کی درخواست تشریف آوری کو رد فرمانا بھی حضرت امام رضی اللہ عنہ پر بہت شاق تھا۔ یہ وہ تھے جنہوں نے امام کو سفر عراق پر مجبور کیا اور آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنا پڑی۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کو روکنے میں بہت مصر تھے اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں لیکن یہ کوششیں کارآمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے 3 ذی الحجہ 60ھ کو اپنے اہل بیت موالی وخدا کل بیاسی نفوس کو ہمراہ لے کر راہ عراق اختیار کی مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ حرام کا آخری طواف کر کے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں۔ ان کی گرم آہوں اور دل ہلا دینے والے نالوں نے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کر دیا۔ مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلے کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا مگر وہ جانبازوں کے امیر لشکر اور فداکاروں کے قافلہ سالار مردانہ حکمت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں ذات عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی بعزم مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا۔ عرض کیا کہ ان کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے یفعل اللہ مایشاء۔ حضرت امام نے فرمایا سچ ہے ایسی ہی گفتگو فرزوق شاعر سے ہوئی لطن الرمہ (نام مقام ہے) سے روانہ ہونے کے بعد عبیداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت امام کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور انہوں نے اندیشے ظاہر کئے۔ حضرت امام نے فرمایا لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر فرمادی۔ راہ میں حضرت امام عالی مقام کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مل گئی۔ اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف رائیں ہوئیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگوؤں کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے۔ حضرت امام نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا حتیٰ کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حر بن یزید ریاحی ملا۔ حر کے ساتھ ابن زیاد کے

ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے۔ حر نے حضرت امام کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے۔ حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبوراً نہ بادل نخواستہ آیا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں جرأت بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام نے حر سے فرمایا: میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کے لئے کوفہ کے متواتر پیام گئے اور لگاتار نامے پہنچتے رہے: اے اہل کوفہ! اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمہیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں۔ حر کے دل میں خاندان نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام ہی کی اقتداء کی لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں اور اگر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام کے ساتھ ذرا بھی فروگذاشت کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا حتیٰ کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمایا۔

یہ محرم 61ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کربلا سے واقف تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہل بیت رسالت کو راہ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینہ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی۔ اللھم اعط الحسین صبرًا و اجرًا۔ عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نور نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں۔ قاصدوں اور پیاموں کی روزمرہ ڈاک لگ گئی ہے اہل کوفہ راتوں کو

اپنے مکانوں میں تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادل مغموم واپس جاتی ہیں لیکن جب وہ کریم مہمان اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے حتیٰ کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رخت اقامت ڈالنا پڑتا ہے اور دشمنان حیا کو غیرت نہیں آتی۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا یہاں تو ان مسافران بے وطن کا سامان بے ترتیب پڑا ہے اور ادھر ہزار سوار کا مسلح لشکر مقابل خیمہ زن ہے جو اپنے مہمان کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے اور بجائے آداب میزبانی کے خونخواری پر تلا ہوا ہے۔ دریائے فرات کے قریب دونوں لشکروں میں سے کسی کو سیراب نہ کر سکا۔ امام کے لشکر کو تو اس کا ایک قطرہ پہنچنا ہی مشکل ہو گیا۔ اور یزیدی لشکر جتنے آتے گئے ان سب کو بیت رسالت کے بے گناہ خون کی پیاس بڑھتی گئی آب فرات سے ان کی تشنگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ابن زیاد کا ایک مکتوب پہنچا جس میں اس نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے یزید ناپاک کی بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ستم ہے بلایا تو جاتا ہے خود بیعت ہونے کے لئے اور جب وہ کریم بادیہ پیمائی کی مشقتیں برداشت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو ان کو یزید جیسے عجیب مجسم شخص کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی بیعت کو کوئی بھی واقف حال دیندار آدمی گوارہ نہیں کر سکتا نہ وہ بیعت کسی طرح جائز تھی امام کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی اور اسی لیے آپ نے فرمایا: میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ہے اس سے ابن زیاد کا طیش اور زیادہ ہو گیا اور اس نے مزید

عساکر و افواج ترتیب دیئے اور ان لشکروں کا سپہ سالار عمرو بن سعد کو بنایا جو اس زمانے میں ملکؒ رے کا والی (گورنر) تھا۔ رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اس کو تہران کہتے ہیں۔ ستم شعار محاربین سب کے سب حضرت امام رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے اور آپ کی جلالت و مرتبت کا ہر دل معترف تھا اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام کے مقاتلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلوتہی کی وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے خون سے وہ بچا رہے مگر ابن زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دستبردار ہو ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے۔ دنیاوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا جس کو اس وقت وہ ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا آخر کار ابن سعد وہ تمام عساکر و افواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور ابن زیاد بن نہاد پیہم و متواتر کمک پر کمک بھیجتا رہا حتیٰ کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔ حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کل بیاسی تو آدمی ہیں ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی، پھر وہ بھی باارادہ جنگ نہیں آئے تھے اور انتقام حرب کافی نہ رکھتے تھے ان کے لئے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے آخر وہ ان بیاسی نفوس کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت و بسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لئے دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سوگنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا۔ بے اندازہ لشکر بھیج دیئے فوجوں کے پہاڑ لگا ڈالے اس پر بھی خوفزدہ ہیں اور جنگ آزماؤں دلاوروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شیران حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کیا جائے پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قویٰ مضمحل ہو جائیں ضعف انتہاء کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدت
کریں صبر و تحمل میر کوثر ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کے لئے بے غیرتی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انہیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنان حمیت وغیرت کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس نہ اپنی دعوت و میزبانی کا لحاظ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب تشنہ دھان تھے۔ نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لئے دریا کا کنارہ بیابان بنا ہوا تھا۔ آل رسول کو لب آب میسر نہ آتا تھا۔ سرچشمہ (تیمّم) سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اس طرح بے آب و دانہ تین دن گزر گئے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بے تاب و تواں ہو گئے اس معرکہ ظلم و ستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور سر نیاز جھکا دیتا مگر فرزندان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا۔ اور ان کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا۔ حق و صداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفان بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش نہ ہوئی۔ دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا۔ دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیں اگر آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جلو میں ہوتا آپ کا کمال احترام کیا جاتا۔ خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولت دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی مگر جس کا دل حب دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب مفتون ہوتا ہے جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ و روپ پر کیا نظر ڈالے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے راحت

دنیا کے منہ پر ٹھوکر مار دی اور راہ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا۔ اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی گوارہ نہ فرمائی اپنا گھر لٹانا اور اپنے خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی غیرت میں فرق آنا برداشت نہ ہوسکا۔

دسویں محرم اکسٹھ ہجری کے دلدوز واقعات

جب کسی طرح مشکل مصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی مشکل سے جفا شعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کردی گئیں لیکن تشنگان خوان اہل بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی شکل اخلاص کی باقی نہیں ہے نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا اس وقت حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ لجا دی گئی تا کہ اہل خیمہ دشمنوں کی ایذاء سے محفوظ رہیں۔ دسویں محرم کا قیامت نما دن آیا جمعہ کی صبح حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام رفقاء اہل بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز با جماعت نہایت ذوق وشوق تضرع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لیے، زبانوں نے قرأت وتسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغ کے بعد خیمہ میں تشریف لائے دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام رفقاء اہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک قطرہ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا بھوک و پیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہوجاتا ہے اس کا لوگ کچھ اندازہ کرسکتے ہیں یعنی کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی نوبت آئی ہو پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں انہوں نے ناز پروردگان آغوش رسالت کو کیسا پژمردہ

کردیا ہوگا ان غریبان وطن پر جوروجفا کے پہاڑ توڑنے کے لئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر وتر تیغ وسناں سے مسلح صفیں باندھے موجود جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا اور مصطفیٰ ﷺ کے فرزند اور فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے عرصہ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا: خون ناحق حرام اور غضب الٰہی کا موجب ہے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے، کسی کا گھر نہیں جلایا، کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو۔ تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں تمہارے درپے آزاد نہیں۔ تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہو سکتے ہو۔ روز محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا۔ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہ رسالت میں کس چشم کرم کا منظور نظر ہوں۔ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں۔ میں انہیں بتول و زہراء کا نور دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکاب سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرور عالم ﷺ نے اپنی محبت فرمایا ہے۔ میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے آپ جنگ کے لئے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمایئے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر نہ رہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو مجبوری و ناچاری میں مجھ کو

تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔ ہنوز گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بدظن نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسین رضی اللہ عنہ تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی۔ حضرت امام عالی مقام علیٰ جدہ علیہ السلام نے فرمایا کذبت یا عدو اللہ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن خدا تو کاذب ہے تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔ مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا انہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر و تحمل اور تقویٰ اور راست بازی اور عدالت و انصاف کا ایک عدیم المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب جنگ کے لئے مجبور کیے گئے تھے خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے بے باکوں نے کمال بے ادبی و گستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضے میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں: خبردار میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تاکہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحت قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوز جگر کی تشفی کی تدبیر رکھتا ہوں اب تو دیکھ یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یارب عزوجل! عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتش عذاب میں مبتلا کر۔ امام کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے سجدہ شکر کیا اور اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کی اور فرمایا ”اے پروردگار تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیت رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔“

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صف اعداء میں سے ایک اور بے باک

نے کہا: آپ کو پیغمبر خدا ﷺ سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام کے لئے بہت تکلیف دہ تھا آپ نے اس کے لئے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا: یارب اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر۔ امام نے یہ دعا کی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلان بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

ایک شخص مزنی نے امام رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کہا: اے امام دیکھو تو دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں فرمایا۔

یارب عزوجل اس کو پیاسا مار۔

امام رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا اچھکا، مزنی گرا، گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب آئی۔ اس شدت کی غالب ہوئی کہ العطش العطش پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا حتیٰ کہ اسی شدت پیاس میں مر گیا۔ فرزند رسول کو یہ بات بھی دکھا دینی تھی کہ اس کی مقبولیت بارگاہ حق پر اور ان کے قرب و منزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ و احادیث شہیرہ شاہد میں ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمام حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جوان کے سروں پر سوار تھا اس نے انہیں اندھا بنا دیا اور نیزے باز لشکر اعداء سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آ کودے اور تکبر و تجبر کے ساتھ اتراتے ہوئے

گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام سے مبارز کے طالب ہوئے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جانبازی میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہنچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے۔

انہوں نے اصرار کئے حضرت کے درپے ہو گئے۔ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندان اہل بیت کا کوئی بچہ میدان میں نہ جائے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں اور انہوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنان اہل بیت سے شجاعت و بسالت کے ساتھ مقابلے کئے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جاندار فرزندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر گئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہب ابن عبداللہ کلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے یہ قبیلہ بنی کلب کے زیبا و نیک خو گلرخ جوان تھے اٹھتی جوانی اور عنفوانی شباب، امنگوں کا وقت اور بہادروں کے دن تھے، صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساط عشرت و نشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا اس مشفق ماں نے پیارے بیٹے کو گلے میں بانہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج و ملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی نہ آئندہ کر سکتا ہوں۔ آپ کی اطاعت و فرماں برداری فرض ہے اور میں تا بہ زندگی مطیع فرمانبردار رہوں گا آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رلایا۔ میری پیاری ماں میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔ اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں اور چیخ مار کر رونے لگی اور

کہنے لگی اے فرزند دلبند میری آنکھ کا نور دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول میں نے اپنی عمر گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے ایک دم تیری جدائی اور ایک لمحہ تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہو سکتا۔

چو در خواب باشم توئی در خیالم
چو بیدار گردم تو در ضمیرم

اے جانِ مادر میں نے تجھے اپنا خونِ جگر پلایا ہے آج مصطفیٰ کریم ﷺ کا جگر گوشہ خاتونِ جنت کا نونہال دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہے۔ پیارے بیٹے کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سید عالم ﷺ کا لاڈلا ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول تو حسین کے سر پر صدقہ ہو جا۔ وہب نے کہا: اے مادر مہربان! خوبی نصیب یہ جان شہزادہ کونین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کر لیں میں دل و جان سے آمادہ ہوں ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اس بی بی سے دو باتیں کر لوں جس نے اپنی زندگی کے عیش و راحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے وہ اگر صبر نہ کر سکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا بیٹا عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں مبادا تو اس کی باتوں میں آ جائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ وہب نے کہا پیاری ماں! امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اسے کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جاں نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جا سکتا ہے یہ کہہ کر

بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزند رسول میدان کربلا میں بے یارو مددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی اے میرے آرام جان افسوس ہے کہ اس جنگ میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس اس سعادت میں میرا حصہ نہیں تیرے ساتھ میں بھی ان جان جہاں پر جان قربان کروں۔ ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کر دیا حوریں تیری خدمت کی آرزو مند ہوں گی مجھ سے عہد کر جب سرداران اہل بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لیے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔ یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزند رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہیں حوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور بہشتی حسین کمال اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جان نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں نہ میری ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کر سکیں۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہل بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تمام عہد ہو گئے اور وہب نے عرض کر دیا کہ اے امام رضی اللہ عنہ! اگر حضور سید عالم ﷺ کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے۔ وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا لشکر اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر وسوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تاخت لاتا ہے ہاتھ میں نیزہ ہے دوش پر سپر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا

آرہا ہے۔

امیر حسین و نعم الامیر لہ لمعۃ کالسراج المنیر

ایں چہ ذوفست کہ جاں می بازو وہب کلبی بسگ کوئے حسین

دست او تیغ زند تا کہ کنند روئے اشرار چو گیسوئے حسین

برق فاطف کی طرح میدان میں پہنچا کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے صف اعداء سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سراڑایا۔ گردوپیش خود سروں کے سروں کا انبار لگا دیا اور ناکسوں کے تن خون و خاک میں تڑپتے نظر آنے لگے۔ یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور ماں کے پاس آکر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بے قرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا اس کی زبان حال کہتی تھی۔

جاں زغم فرسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ

دل بدر آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کوئی مبارز ہے وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چو تعجیل کناں رفت

دل نعرہ بر آورد کہ جان رفت رواں رفت

وہب شیر ژیاں کی طرح تیغ آبدار و نیزہ جان شکار لے کر معرکہ کارزار میں صاعقہ وار آپہنچا۔ اس وقت میدان میں اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرور نبرد آزمائی میں سرشار تھا وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی۔ وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا جو مبارز سامنے

آتا اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹخ دیتا حتی کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا۔ تلوار میان سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملا دیں جب اعداء اس جنگ سے تنگ آ گئے تو عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کر دیں اور ہر طرف سے یکبارگی ہاتھ چھوڑیں ایسا ہی کیا اور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیاہ دلان بدباطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین رضی اللہ عنہ میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی: اے بیٹا! بہادر بیٹا اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا۔ دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور اس کا طائر روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہو گیا۔

سرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اسكنكما الله فراديس الجنان واغرقكم في بحار الرحمة والرضوان (روضة الاحباب)

ان کے بعد اور سعادت مند جان نثار دادا جان نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے۔ جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انہوں نے خاندان اہل بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس زمرہ میں حر بن یزید ریاحی قابل ذکر ہے۔ جنگ کے وقت حر کا دل بہت مضطرب تھا اور اس کی سیماب وار بے قراری اس کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی کبھی وہ عمرو بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے۔ عمرو بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں بدن کانپ رہا ہے چہرہ زرد ہے پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے۔ ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور شجاع ہیں آپ کے لئے یہ پہلا ہی

معرکہ نہیں۔ بارہا جنگ کے خونی مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی خوں آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف وہراس کیوں غالب ہے۔ حر نے کہا: اے برادر یہ مصطفیٰ کے فرزند سے جنگ ہے اپنی عاقبت سے لڑائی ہے۔ بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں۔ دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے اسی اثناء میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی آواز آئی فرماتے ہیں:

"کوئی ہے جو آج آل رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں سرخروئی پائے۔"

یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں دل بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادہ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میری پہلی جرأت سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں۔ کریم نے کرم سے بشارت دی ہے جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو گھوڑا دوڑایا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیازمندوں کے طریقوں پر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابن رسول فرزند بتول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی حر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت ومبارزت پر نادم ہوں۔ شرمندگی اور خجالت نظر نہیں آنے دیتی آپ کی کریمانہ صدا اس کرامیدوں نے ہمت باندھی تو حاضر خدمت ہوا ہوں آپ کے کرم سے کیا بعید کہ عفو جرم فرمائیں اور غلامان با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے حر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا "اے حر بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب عذر خواہ محروم نہیں جاتے۔ "وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ" شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی۔"

حر اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا گھوڑا چمکار کر صف اعداء پر پہنچا، حر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا اور حرص دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا اور اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ عمرو بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے جب میدان میں پہنچا بھائی سے کہنے لگا بھائی تو میرے لیے خضر راہ ہو گیا اور مجھے تو نے سخت ترین مہلکہ سے نجات دلائی۔ میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رفاقت حضرت امام رضی اللہ عنہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اعدائے بدکیش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمرو بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے اس کے لئے بھیجا اور کہا: رفق و مدارات کے ساتھ سمجھا بھکا کر حر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہاء کو پہنچا دے پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ کر لے آئے وہ شخص چلا اور حر سے آ کر کہنے لگا:

اے حر! اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے تھے مگر آج تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکر جرار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بے کس مسافروں کا ساتھ دیا جن کے ساتھ نان خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے۔

حر نے کہا:

اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہئے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلے میں دنیائے فانی کے موہوم کو ترجیح دی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا پھول فرمایا ہے میں اس گلستان پر جان قربانی کی تمنا رکھتا ہوں۔ رضائے رسول سے بڑھ کر کونین میں کون سی دولت ہے۔

وہ کہنے لگا:

اے حر! یہ تو میں خوب جانتا ہوں لیکن ہم لوگ سپاہی ہیں اور آج دولت و مال یزید

کے پاس ہے۔

حر نے کہا:

اے کم ہمت! اس حوصلہ پر لعنت!

اب تو ناصح بدباطن کو یقین ہو گیا کہ چرب زبانی حر پر اثر نہیں کر سکتی۔ اہل بیت کی محبت اس کے قلب پر اتر گئی ہے اور اس کا سینہ آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولا سے مملو ہے کوئی مکروفریب اس پر نہ چلے گا باتیں کرتے کرتے ایک تیر حر کے سینہ پر کھینچ مارا۔ حر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زین سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے یکبارگی حر پر دوڑ پڑے۔ حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین سے اٹھا کر اس طرح پھینک کہ گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا اور حر نے اس کا تعاقب کیا قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا اور وہ سینہ سے نکل گیا اب حر نے لشکر ابن سعد کے خیمہ پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی۔ لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ جان باز صادق داد شجاعت دے کر فرزند رسول پر جان فدا کر گیا۔ حضرت امام عالی رضی اللہ عنہ حر کو اٹھا کر لائے اور اس کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اس کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے ابھی رمق جان باقی تھی ابن زہراء کے پھول کی مہکتے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی۔ مشام جاں معطر ہو گیا آنکھیں کھول دیں دیکھا کہ ابن رسول اللہ کی گود میں ہے اپنے بخت ومقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حر کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بہ نوبت داد شجاعت دے کر اپنی جانیں اہل بیت پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے اب صرف خاندان اہل بیت باقی ہے اور دشمنان بدباطن کی انہیں پر نظر ہے یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام رضی اللہ عنہ پر نثار ہیں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام کے اہل چھوٹے سے لشکر

میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری۔ رفقاء اور موالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جان نثاران امام نے اپنے صدق و جانبازی میں پروانہ و بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جان نثاری کا ان کو موقع دیا جائے عشق و محبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے۔ تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہ خدا میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا۔ ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسروں کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔ اہل بیت کے نوجوانوں نے خاک کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جوانمردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے جن کو تبدل از منہ کے ہاتھ محو کرنے سے قاصر ہیں اب تک نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنھوں نے علمبرداران شجاعت کو خاک و خون میں لٹا کر اپنی بہادری کے غلغلے دکھائے تھے اب اسد اللہ کے شیران حق کا موقع آیا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدان کربلا کو جولانگاہ بنایا۔ ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے۔ اسد الٰہی تلواریں تھیں یا شہاب ثاقب کی آتش باری۔ بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا اور خشک ریگستان نظر آنے لگا نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیام تھی اور نوک سناں قضا کا فرمان تلواروں کی چمک نے نگاہیں خیرہ کر دیں اور حرب و ضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں و ہراساں ہو گئے کبھی میمنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے کبھی میرہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی۔

ساعقہ کی طرف چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے اس طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر جان قربان کرتے چلے جا رہے تھے۔ خیمہ سے چلتے تھے تو بل احیاء عند ربھم کے چمنستان کی دلکش فضاان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی میدان کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندان امام حسین رضی اللہ عنہ کے محاربہ نے دشمن کے ہوش اڑا دیئے۔ ابن سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کو برباد کر ڈالتا جب وہ مقابلہ کے لئے اٹھتے تو معلوم ہوتا تھا کہ قہر الٰہی آ رہا ہے ان کا ایک ایک ہنر ورصف شکنی ومبارزشکنی میں فرد تھا الحاصل اہل بیت کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر وسنان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ موڑا۔ گردنیں کٹوائیں، خون بہائے، جانیں دیں مگر کلمہ ناحق زبان پر نہ آنے دیا نوبت بہ نوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے اب حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے نور نظر حضرت علی اکبر حاضر ہیں میدان کی اجازت چاہتے ہیں منت وسماجت ہو رہی ہے عجیب وقت ہے۔ چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے جس کی کوئی ہٹ کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی جس نازنین کو کبھی پدر مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا آج اس کی یہ تمنا یہ التجا دل جگر پر کیا اثر کرتی ہوگی اجازت دیں تو کس بات کی گردن کٹانے اور خون بہانے کی نہ دیں تو چمنستان رسالت کا وہ گل شاداب کملایا جاتا ہے مگر اس آرزومند شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوق شہادت نے ایسا دلدفتہ بنا دیا تھا کہ چار وناچار حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اجازت دینا ہی پڑی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا، اسلحہ اپنے دست مبارکہ سے لگائے فولادی مغفر سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ اس ناز پروردہ سیادت کے مبارک

ہاتھ میں دیا اس وقت اہل بیت کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ وقبیلہ و برادر وفرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا۔ ان تمام مصائب کو اہل بیت نے رضائے حق کے لئے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حوصلہ تھا۔ حضرت علی اکبر خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف لائے۔ جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا، مشکیں کاکل کی خوشبو سے میدان مہک گیا، چہرہ کی تجلی نے معرکہ کارزار کو عالم انوار بنا دیا۔

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب ۔۔۔ صبر دل خدیجہ پاک ارم قباب
بخت دل امام حسین ابن بوتراب ۔۔۔ شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب ۔۔۔ گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ کے اٹھا جبھی نقاب ۔۔۔ مہر سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب ۔۔۔ سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادہ جلیل علی اکبر جمیل ۔۔۔ بستان حسن میں گل خوش منظر شباب
پالا تھا اہل بیت نے آغوش ناز میں ۔۔۔ شرمندہ اس کی نازکی سے شیشہ حباب
صحرائے کوفہ عالم انوار بن گیا ۔۔۔ چمکا جو رن میں فاطمہ زہراء کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پشت سمند پر ۔۔۔ یا ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب
صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں ۔۔۔ جرأت نے باگ تھامی شجاعت نے کی رکاب
چہرہ کو اس کے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں ۔۔۔ دل کانپ اٹھے ہو گیا اعداء کو مضطراب
سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے ۔۔۔ غیض وغضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں ۔۔۔ یا اژدہا تھا موت کا یا اسوء العقاب
چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا ۔۔۔ اس سے نظر ملا تا یہ تھی کس کے دل میں تاب
کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں ۔۔۔ ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردان کار لرزہ براندام ہو گئے ۔۔۔ شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب

کہ پیکروں کو تیغ سے دو پارہ کر دیا　　کی ضرب خود پر تو اڑا ڈالا تار کاب
تلوار تھی کہ صاعقہ برق بار تھا　　یا از برائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرے میں آفتاب نبوت کا نور تھا　　آنکھوں میں شان صولت سرکار بوتراب
پیاسا رکھا جنہوں نے انہیں سیر کر دیا　　اس جود پر ہے آج تیری تیغ زہر آب
میلان میں اس کے حسن عمل دیکھ کے نعیم　　حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ وشباب

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پشت سمندر پر جلوہ آرا تھا چہرہ کی تابش ماہ وتاباں کو شرمارہی تھی سروقامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستان حسن بنا دیا ہے جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہورہی تھیں سنبل کاکل سے خجل برگ گل ان کی نزاکت سے منفعل حسن کی تصویر مصطفیٰ کی تنویر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی یہ چہرہ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلاتا تھا۔ ان سنگ دلوں پر حیرت جو اس گل شاداب کے مقابلے کا ارادہ رکھتے تھے ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب خدا کے نونہال کو گزند پہنچانا چاہتے تھے یہ اسداللٰہی شیر میدان میں آیا صف اعداء کی طرف نظر کی ذوالفقار حیدری کو چمکایا اور اپنی زبان مبارک سے رجز شروع کی انا علی ابن حسین علی نحن اھل البیت اولی بالنبی جس وقت شاہزادہ عالی قدر نے یہ رجز پڑھی ہو گی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستان کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا۔ ان مدعیان ایمان کے دل پتھر سے بدر جہا بدتر تھے جنہوں نے اس نوبادہ چمنستان رسالت کی زبان شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتش عناد سرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمرو بن سعد سے پوچھا یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت وصولت سے بہادروں کے دل ہرساں ہیں۔ شان شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہے۔ کہنے لگا یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں صورت وسیرت میں اپنے جد کریم علیہ السلام سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقازادے کے مقابل آنا اور ایسے جلیل

القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا سفلہ پن اور بدباطنی ہے لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام واکرام طمع و دولت و مال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدر و شان اور اپنے افعال و کردار کی شامت و نحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کر کے رسول اللہ ﷺ کے باغی بنے اور آل رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ شاہزادہ عالی قدر نے مبازر طلب فرمایا صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا: اے ظالمان جفا کیش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو زور بازوئے علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ مگر کسی کو ہمت تھی جو آگے بڑھتا کسی کے دل میں تاب وتواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا: دشمنان خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہ بڑھتا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سمند بادپا کی باگ اٹھائی اور توسن صبار فتار کے مہمیز لگائی اور صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ جس طرف زد کی پرے پرے ہٹا دیئے ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے ابھی میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا ابھی میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے ہر طرف شور برپا ہو گئے دلاوروں کے دل چھوٹ گئے بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں کبھی نیزے کی ضرب تھی کبھی تلواروں کا وار تھا شہزادہ اہل بیت کا حملہ نہ تھا عذاب الٰہی کی بلائے عظیم تھی دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستان اہل بیت کے گل شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا "یا ابتاہ العطش" اے پدر بزرگوار پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کی کیا

انتہا تین دن سے پانی بند ھے تیز دھوپ اور اس میں جان بازانہ دوڑ دھوپ گرم ریگستان لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازت آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لئے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گربہ خصلتوں کو پیوند خاک کر ڈالے۔

شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنہ شہادت کو دیا جاتا۔ دست شفقت سے چہرہ گلگوں کا گرد و غبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزند ارجمند کے دہان اقدس میں رکھ دی پدر مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کارخ کیا پھر صدا دی۔ "اھل من مبازر" کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔ عمرو بن عاص نے طارق سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور بہادروں کا کھیت کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے، خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو یارائے مقابلہ نہیں۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت و بسالت پر ہو کچھ غیرت تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کر کے فتح حاصل کر۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو عبداللہ ابن زیاد سے تجھے موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزند رسول اور اولاد بتول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم اٹھائی اور پختہ قول و قرار کیا۔ اس پر حریص طارق موصل کی حکومت کے لالچ مین گل بستان رسالت کے مقابلہ کے لیے چلا۔ سامنے پہنچتے ہی شہزادہ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا، شاہزادہ عالی جہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ نے بکمال ہنرمندی گھوڑے کو ایڑھ دے کر اس کو روند ڈالا

اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمرو بن طارق کو طیش آیا اور وہ جھلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا۔ شہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کیا اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آتشیں شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھالیا اور زمین پر اس زور سے پٹخا کہ اس کا دم نکل گیا۔ شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔ ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصراع نے شہزادہ پر حملہ کیا آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا۔ ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل بن نوفل کو ہزار سواروں کے ساتھ شہزادہ پر یکبارگی حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ شاہزادہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک پہنچا دیا اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے کتنے پیچھے ہٹے آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی۔ پھر گھوڑا دوڑا کر پدر عالی قدر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا **العطش العطش** بابا پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس مرتبہ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے نور دیدہ حوض کوثر سے سیراب کا وقت قریب آ گیا ہے دست مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آ سکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔''

یہ سن کر حضرت علی اکبر کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین و یسار پر حملہ کرنے لگے اس مرتبہ لشکر اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک و خون میں لوٹتے رہے لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمن فاطمہ کا گل رنگین اپنے خون میں نہا گیا تھا۔ پیہم تیغ و سنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں اور فاطمی شہ سوار پر تیر و تلوار کا مینہ برس رہا تھا اس حالت میں آپ پشت زین

سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاک کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی "یا ابتاہ ادرکنی" اے پدر بزرگوار مجھ کو لیجیے۔ حضرت امام گھوڑا بڑھا کر میدان میں جا پہنچے اور جاں باز نونہال کو خیمہ میں لائے اس کا سر گود میں لیا۔ حضرت علی اکبر نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا:

"جان ما نیاز مندان قربان تو باد" اے پدر بزرگوار میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہیں بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کر رہی ہیں یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل بیت کا صبر و تحمل اللہ اکبر! امید نے گل نو شگفتہ کو کملایا ہوا دیکھا اور الحمد للہ کہا: ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجالائے مصیبت و اندوہ کی کچھ نہایت ہے فاقہ پر فاقے ہیں پانی کا نام ونشان نہیں۔ بھوکے پیاسے فرزند تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں۔ جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم و جفا سے ذبح کیے گئے۔ عزیز و اقارب، دوست واحباب، خادم، موالی، دل بند، جگر پیوند سب آئین وفا ادا کر کے دو پہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا ہے جن کا کلمہ کلمہ تسکین دل و راحت جان تھا وہ نور کی تصویریں خاک و خون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں آل رسول نے رضا و صبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے۔ حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی اصغر جو ابھی کم سن ہیں شیر خوار ہیں پیاس سے بے تاب ہیں۔ شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے پانی کا نام ونشان تک نہیں ہے اس چھوٹے بچے کی ننھی زبان باہر آتی ہے بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھاتے ہیں نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا

کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے۔ میری اس بے کسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی والدہ نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمان سنگدل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا اس کو تو چند قطرے دے دیں گے یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ اس چھوٹے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا: اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کی نذر کر چکا اب اگر آتش بغض و عناد جوش پر ہے تو ان کے لئے میں ہوں یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔ جفا کاران سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا بجائے پانی کے ایک بدبخت نے تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر کھینچا۔ بچہ نے تڑپ کر جان دی۔ باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا خون میں نہا رہا ہے اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلان بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی۔ لیکن جب امام اس شگوفہ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے نہ بے قراری۔ گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہوگا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا فرمایا وہ بھی ساقی کوثر کے جام رحمت و کرم کے سیراب ہونے کے لئے اپنے بھائیوں سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی۔

الحمد للہ علی احسانہ و نوالہ۔

رضا و تسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالم ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا ہوگا "انی اعلم مالا تعلمون" کا راز ان پر منکشف ہو گیا ہوگا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب وہ وقت آیا کہ جانثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ پر جانیں قربان کر گئے اب تنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ وہ بھی بیمار وضعیف باوجود اس ضعف و ناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو تنہا دیکھ کر مصاف کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کے لئے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جان پدر لوٹ میدان جانے کا قصد نہ کرو کنبہ، قبیلہ، عزیز و اقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہ حق میں نثار کر چکا اور الحمد للہ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم کے صدقہ میں صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا اب اپنا ناچیز ہدیہ سر راہ خدا میں نذر کرنے کے لئے حاضر ہے تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں بے لسان اہل بیت کو وطن تک کون پہنچائے گا، بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا، جد و پدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی، قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا، میری نسل کس سے چلے گی، حسینی سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں دودمان رسالت و نبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو تمہاری ہی طلعت سے دنیا مستفید ہوگی۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلدادگان حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار و تجلیات کی زیارت کریں گے اے نور نظر لخت جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ

میرے بھائی تو جاں نثاری کی سعادت پا چکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر ﷺ کے آغوش و رحم کرم میں پہنچنے میں تڑپ رہا ہوں مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ نے کچھ پذیرا نہ فرمایا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لئے تیار ہوئے قبائے مصری پہنی اور عمامہ رسول اللہ ﷺ سر پر باندھا سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سپر پشت سر پر رکھی، حضرت حیدر کرار کی ذوالفقار آبدار حمائل کی اہل خیمہ نے اس منظر کو کن آنکھوں سے دیکھا امام میدان جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہاء کو پہنچتی ہے اور ان کا سرداران سے طویل عرصہ کے لئے جدا ہوتا ہے۔ ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ نونہالان اہل بیت کے گرد یتیمی منڈلا رہی ہے ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے، دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی سے کٹ رہے ہیں، بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرہ دل افروز پر نظر کر رہا ہے، سکینہ کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں، آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں، اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں، حسرت و یاس کی تصویریں کھڑی ہوئی ہیں نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تاب حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ خاندان مصطفیٰ بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمت و کرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت کو تلقین فرمائی رضائے الٰہی پر صابر و شاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپرد خدا کر کے میدان کی طرف رخ کیا اب نہ قاسم ہیں نہ ابو بکر و عمر و عثمان و عون و جعفر و عباس جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام پر فدا کریں۔ علی اکبر بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصول شہادت کی تمنا میں بے چین تھے تنہا امام ہیں اور آپ ہی کو اعداء کے مقابل جانا ہے۔ خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے حق و صداقت کا روشن آفتاب سرزمین شام میں طالع ہوا۔ امید زندگانی و تمنائے زیست کا گرد و غبار اس کے

جلوے کو چھپا نہ سکا۔ حب دنیا و آسائش حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتاب حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہو گئے۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں کا نور ہو گئی۔ مصطفیٰ ﷺ کا فرزند راہ حق میں گھر لٹا کر کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے۔ ہزار ہا سپہ گراں نبرد آزما لشکر گراں سامنے موجود ہے اور اس کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام کی نظر میں پر کاہ کے برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رجز پڑھی جو آپ کے ذاتی و نسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم ﷺ کی ناخوشی و ناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

''اے قوم خدا سے ڈرو جو سب کا مالک ہے جان دینا جان لینا سب اس کی قدرت و اختیار میں ہے اگر خداوند جل جلالہ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزان عدل قائم ہو گی اعمال کا حساب کیا جائے گا میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید الانبیاء ﷺ جن کی شفاعت گناہ گاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے ناحق خون کا بدلہ چاہیں گے تم میرے اہل و عیال اعزہ و اطفال، اصحاب موالی میں سے ستر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیش دنیا میں پائیداری و قیام نہیں۔ اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپے آزاد ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہیں۔

الاحکم اللہ و رضینا بقضاء اللہ''

حضرت امام کی زبان گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت رو پڑے۔ دل سب کے جانتے تھے کہ وہ بر سر ظلم و جفا ہیں اور حمایت باطل کے لئے انہوں نے دارین کی روسیاہی کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم حق پر ہیں۔ امام کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنان حق کے لئے آخرت کی رسوائی و خواری کا موجب ہے اس لیے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور ظالمان بدباطن نے بھی ایک لمحہ کے لئے اس سے اثر لیا ان کے بدنوں پر ایک پھریری سی آ گئی اور ان کے دلوں میں ایک بجلی سی چمک گئی لیکن شمر وغیرہ بدسیرت و پلید طبیعت رذیل کچھ متاثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر لشکریوں پر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے کہنے لگے کہ آپ قصد کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اقامت حجت کے لئے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نظر، خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا لخت جگر بے کسی بھوک و پیاس کی حالت میں آل و اصحاب کی مفارقت کا زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے۔ تمام حجتیں قطع کر دی گئیں۔ اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا کہ میں بقصد جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادہ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں مگر بیس ہزار کی تعداد امام کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوش بہادری دکھانا چاہتی ہے۔ جب حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اطمینان فرمایا: سیاہ دلان بدباطن کے لئے عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خون ناحق و ظلم بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام نے فرمایا: تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔ مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کے لئے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیاء ابن زہراء آپ کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے۔ امام تشنہ کام کو آب تیغ دکھاتا ہے پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے۔ غرور و قوت میں سرشار ہے

کثرت لشکر اور تنہائی امام پر نازاں ہے آتے ہی حضرت امام رضی اللہ عنہ کی طرف تلوار کھینچتا ہے ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام نے ضرب فرمائی سر کٹ کر دور جا پڑا اور غرور وشجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابلے میں ہنر مندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادران کوہ شکن شام وعراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے اور مصر وروم میں میں شہرہ آفاق ہوں۔ دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں آج تم میرے زور قوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔ ابن سعد کے لشکری اس متکبر سرکش کی تعلیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام سے مقابلہ کرے گا۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے صدموں نے ضعیف کر دیا ہے ایسے وقت امام پر غالب آ جانا کچھ مشکل نہیں ہے جب سپاہ شام کا گستاخ جفاجو سرکشانہ گھوڑا کودتا سامنے آیا۔

تو حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے ہوش میں ہو۔ اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ حسین کو کمزور و بے کس دیکھ کر حوصلہ بندیوں کا اظہار کر رہے ہو مردود میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔“

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس کا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری۔ معلوم ہوتا تھا کہ کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہ رہا کہاں تک نہ تھکیں گے پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی تھی بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے جہاں تک ہو ایک ایک مقابل کیا جائے تو کوئی کامیاب ہو گا اس طرح نئے نئے ومبدم شیر صولت پیل پیکر تیغ زن حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک

کاٹ ڈالی کسی کے محائلی ہاتھ مارا تو قلم تراش دیا خود و مغفرت کاٹ ڈالے جوش و آئینے قلع کر دیئے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔ زمین کربلا میں بہادران کوفہ کا کھیت بو دیا۔ نامورانِ صف شکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرما دیا۔ نعشوں کے انبار لگ گئے بڑے بڑے فخر روزگار بہادر کام آ گئے۔ لشکر اعداء میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ و یتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لے جا سکے گا۔ موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔ فرومایگان روباہ سیرت حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہ چرخ حقانیت پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں نوجوان دوڑ پڑے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی اور آپ خونخواروں کے انبوہ میں اپنی تیغ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرے کے پرے کاٹ ڈالے دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آ گئے کہ امام رضی اللہ عنہ کے حملہ جانستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے اور دشمنوں کے سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور ان کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی تمام نامورانِ کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریخ عالم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالم کرتا رہے گا کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیر حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام پر تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔ تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امام تشنہ کام کو گرداب بلا میں گھیر کر تیر برسانے

شروع کر دیئے۔ گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی ناچار حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا تن ناز پرور نشانہ بنا ہوا ہے۔ نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے۔ بے شرم کوفیوں نے سنگ دلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا یہ پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی یہ سیمائے نور حبیب خدا کے آرزو مندان جمال کا قرار دل ہے بے اویان کوفہ نے اس پیشانی مصفا اور اس جبین پر ضیا کو تیر سے گھائل کیا۔ حضرت کو چکر آیا اور گھوڑے سے نیچے آئے اب مردان سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

ظالمان بدکیش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں کیا دشمنان ایمان نے سر مبارک کو تن اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نصر ابن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔ خولی بن یزید پلید نے یا شبل یا ابن یزید نے بڑھ کر سر اقدس کو تن مبارک سے جدا کیا۔ صادق جاں باز نے عہد وفا پورا کیا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ اپنی جان راہ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی، سوکھا گلا کاٹا گیا اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی۔ سر و تن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم کے دین حقانیت کی عملی شہادت دی اور ریگستان کوفہ کے ورق پر صدق و امانت پر جان قربان کرنے کے لئے نقوش ثبت فرمائے۔

اعلی اللہ تعالیٰ مکانہ و اسکنہ بحبوحۃ و امطر علیہ شابیب رحمۃ ورضوانہ ۔

کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آندھی چلی مصطفائی چمن کے غنچہ وگل بادسموم کی نذر ہو گئے۔ خاتون جنت کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا۔ کونین کے متاع بے

دینی و بےحمیتی کے سیلاب سے غارت ہو گئے۔ فرزندان آل رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔ بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے۔ بیبیاں بیوہ ہوئیں، مظلوم بچے اور بیکس بیبیاں گرفتار کیے گئے۔

محرم 61ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز چھپن سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر میں حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن زیاد بدنہاد نے سر مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بےحمیتی و بےحیائی کا اظہار کیا پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہداء کے سروں کو اسیران اہل بیت کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی یزید کے پاس دمشق بھیجا۔ یزید نے سر مبارک اور اہل بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور وہاں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔ اس واقعہ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ پہنچا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔

امام بیہقی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر و گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے یہ حال دیکھ کر دل بےچین ہو گیا میں نے عرض کیا: اے آقا! قربانت شوم یہ کیا حال ہے۔ فرمایا: حسین اور ان کے رفیقوں کا خون ہے میں اسے آج صبح سے اٹھا رہا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

میں نے اس تاریخ و وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ

کے سرمبارک وریش اقدس پر گرد وغبار ہے عرض کیا جان ما کنیزان نثار تو باد یارسول اللہ یہ کیا حال ہے۔ فرمایا: ابھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل میں گیا تھا۔

بیہقی ابو نعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کیا ہے:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے، گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

بیہقی ابو نعیم نے زہری سے روایت کیا ہے:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جس روز شہید کیے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

بیہقی نے ام حبان سے روایت کیا ہے:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہو گیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کیا ہے:

یزید کے لشکریوں نے لشکر امام میں ایک اونٹ پایا اور امام کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا اور پکایا تو اندرائن کی طرح کڑوا ہو گیا اور اس کو کوئی کھا نہ سکا۔

ابو نعیم نے سفیان سے روایت کیا ہے:

انہوں نے کہا: مجھے میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے دیکھا رس (کسم) راکھ ہو گیا اور گوشت آگ ہو گیا۔

بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کیا ہے:

میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں جوان لڑکی تھی کئی روز آسمان رویا یعنی آسمان سے خون برسا۔

بعض مؤرخین نے کہا ہے:

سات روز تک آسمان خون سے رویا۔ اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے:

میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس طرح نوحہ خوانی کرتے سنا۔

مسح النبی جبینه ۔۔۔ فله بریق فی الخدود

اس جبین کو نبی نے چوما تھا
ہے وہی نور اس کے چہرے پر

ابواہ من علیا قریش ۔۔۔ جده خیر الجدود

اس کے ماں باپ برترین قریش
اس کے نانا جہاں سے بہتر

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے سوائے آج کے کبھی جنوں کو نوحہ کرتے اور روتے نہ سنا تھا مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا میں نے اپنی لونڈی کو بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے تھے۔

الا یاعین فابتهلی بجهد ۔۔۔ ومن یبکی علی الشهداء بعدی

ہو سکے جتنا رو لے تو اے چشم
کون روئے گا پھر شہیدوں کو

علی رهط تقودهم المنایا ۔۔۔ الی متجبر فی ملك عهدی

پاس ظالم کے کھینچ کر لائی
موت ان بے کسوں غریبوں کو

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کیا ہے:

وہ کہتے ہیں واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کو لوگ نیزے پر لے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔

ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجباً

اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی بزبان فصیح فرمایا۔

اعجب من اصحاب الکھف قتلی و حملی

اصحاب کہف کے قتل کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا عجیب تر ہے۔

درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ان کی جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا۔ آل و اصحاب کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید کیا۔ پھر خود حضرت امام رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے۔ یہ ضرور عجیب ہے مگر سر مبارک تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

ابونعیم نے بطریق ابن الھیعہ ابی جنبل سے روایت کیا ہے:

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب بدنصیب کوفی سر مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک پڑاؤ پر بیٹھ کر شربت خرمہ پینے لگے اس وقت ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اترجوا امة قتلت حسینا شفاعة جده یوم الحساب

یہ بھی منقول ہے کہ

ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دیر تھا۔ دیر کے راہب نے

ان لوگوں کو اسی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک شب اپنے پاس رکھا، غسل دیا، عطر لگایا، ادب و تعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا اور رحمت الٰہی کے جو انوار سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا۔ اشقیاء نے جب درا ہم تقسیم کرنے کے لئے تھیلوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے۔

ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظّٰلمون

خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھے ہیں۔

غرض زمین و آسمان میں ایک ماتم برپا تھا تمام دنیا رنج و غم میں گرفتار تھی۔ شہادت امام کے دن آفتاب کو گرہن لگا۔ ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے۔ آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی۔ راہب تک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور رو پڑے۔ فرزند رسول جگر گوشۂ بتول، سردار قریش امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد متکبر کے سامنے طشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے اہل بیت اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے اور وہ یزید پلید کے سامنے لا کر اسی طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہو اس کو کون برداشت کر سکتا ہے۔ یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا اس پر اس نابکار نے اظہار ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کے لئے تھی دل تو اس ناپاک کا اہل بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے صبر و رضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ راہ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ یہ کمال شہادت و جانبازی ہے

اوراس میں امت مصطفیٰ ﷺ کے لئے حق وصداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین تعلیم ہے۔

واقعات بعداز شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے قاعدگیوں کے لئے ایک زبردست محتسب تھا وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مہاری کا موقع میسر نہ آئے گا اوراس کی کج روی اور گمراہی پر حضرت امام رضی اللہ عنہ صبر نہ فرمائیں گے اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانہ تعزیر ہر وقت اس کے سر گھوم رہا ہے اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ امام کی جان کا دشمن تھا اوراسی لئے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت اس کے لئے باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کا سایہ اٹھنا تھا یزید کھل کر کھیلا اور انواع و اقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہوگئی، زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب دھڑلے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اٹھ گئی، تمرد سرکشی انتہاء کو پہنچی، شیطنت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم ابن عقبہ کو بارہ ہزار یا بائیس ہزار کا لشکر گراں لے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لئے بھیجا۔ یہ 62ھ کا واقعہ ہے اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ للہ قتل وغارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائیگان رسول اللہ ﷺ واصحابہ وبارک وسلم پر کئے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لئے، سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے تمام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا، لڑکوں کو قید کرلیا، ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، تین دن تک لوگ مسجد شریف میں نماز سے مشرف نہ ہوسکے صرف حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ مجنون بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ بن غسیل نے فرمایا: یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں پھر یہ لشکر شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں امیر لشکر مر گیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا

گیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجنیق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا۔ اسی چھت میں اس دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے پانچ 5 ربیع الاول 64ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتل جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ندا دی کہ اہل شام تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہ ناحق پژدہ خائب و خاسر ہوا۔ اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول 64ھ میں معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تا دم مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔

معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ ہوا۔ 65ھ

میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا۔ ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا تیرا باپ کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ وہ خلوت نشین ہو گیا ہے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزند رسول سے بے وفائی کی تھی اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ برادر حضرت امام رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے روند دیا جس سے اس کے سینے اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام رضی اللہ عنہ پر مظالم کے طوفان توڑے۔ آج ان ظالمان ستم شعار و مغروران نابکار کے سرتن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں اور دنیا میں کوئی ان کی بے کسی پر افسوس کرنے والا نہیں ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنان امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی
اے تشنگان خون جوانان اہل بیت دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا گئے گھورے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے مردود! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی
تم نے اجاڑا حضرت زہرا کا بوستان تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی
دنیا پرستو! دیں سے منہ موڑ کر تمہیں دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی

آخر دکھا رنگ شہیدوں کے خون نے — سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا — دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دن سزا ملی

اس کے بعد مختار نے ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مارڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصیرہ بھاگنا شروع ہوئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لیے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام عالی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا تھا یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سولی چڑھایا آخر آگ میں جھونک دیا۔ اس طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

ابن زیاد کی ہلاکت

عبداللہ ابن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں۔ یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج کو دے کر بھیجا۔ موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھی بھاگ گئے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج کے مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ 67ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار

نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور و بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا: اے اہل کوفہ دیکھو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ وہی جگہ ہے خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح روایت میں ہے کہ

جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اور اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں پر پھرا پھر جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنوں میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا۔ اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

ابن زیاد، ابن سعد، شمر، قیس ابن اشعث کندی، خولی ابن یزید، نستان ابن انس نخعی، عبداللہ ابن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیاء جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کیے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔ حدیث شریف میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ خون حضرت امام رضی اللہ عنہ کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے وہ پورا ہوا دنیا پرستاران سیاہ باطن اور مغروران تاریک دروں کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے ان دشمنان حق کو کیسی کچھ توقعات تھیں لشکریوں کو گراں قدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ یزید اور ابن زیاد وغیرہ کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام ہی کا وجود ہمارے لئے عیش دنیا سے مانع

ہے یہ نہ ہوں تو تمام کرہ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے اور ہزاروں برس کے لئے ان کی حکومت کا جھنڈا گڑ جائے مگر ظلم کے انجام اور قہر الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسیدگان اہل بیت کی جہاں برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے انہیں نہیں معلوم تھا کہ خون شہداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اڑ جائیں گے ایک ایک شخص جو قتل امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گا وہی فرات کا کنارہ ہو گا وہی عاشورہ کا دن وہی ظالموں کی قوم ہو گی اور مختار کے گھوڑے انہیں روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لوٹے جائیں گے، سولیاں دی جائیں گی، لاشیں سڑیں گی، دنیا میں ہر شخص تفاتف کرے گا۔ اس ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی۔ معرکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہو گی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہو گی جہاں پائے جائیں گے مار دیئے جائیں گے۔ دنیا میں قیامت میں ان پر نفرت و ملامت کی جائے گی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت حمایت حق کے لئے ہے اس راہ کی تکلیفیں عزت ہیں اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس خاندان عالی کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا مقابل سے ان کی نظر نہ جھکی دم آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب بھی اس کے پائے ثبات استقلال کو لغزش نہ ہوئی اس نے میدان سے باگ نہ موڑی نہ حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دعوے سے دست برداری کی مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کر دیا۔ حق و صداقت کا ناقابل فراموش درس دیا اور ثابت کر دیا کہ فیوض نبوت کے پرتو سے حقانیت کی تجلیاں ان باطنوں کے رگ و پے میں ایسی جاگزیں ہو گئی ہیں کہ تیر و تلوار اور تیر و سنان کی ہزار گہرے گہرے زخم بھی ان کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ آخرت کی زندگی کا دل کش منظر ان کی چشم حق بین کے سامنے اس طرح روشن ہے کہ آسائش حیات کو وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ حجاج ابن یوسف

کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اسیر کیے گئے اور لوہے کی بھاری قیدو بند کا بار گراں ان کے تن نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ دار متعین کر دیئے گئے زہری اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا: مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بار مصائب دل کو گوارا نہیں ہے۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بندش سے مجھے کرب و بے چینی ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکر ہے اور عذاب الٰہی کی یاد ہے یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انہیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر و رضا ہے کہ اپنے وجود اور آسائش وجود گھر بار، مال و متاع سب سے رضائے الٰہی کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے آمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله و عترته اجمعین۔ (سوانح کربلا: 68 تا 120)

یزید کی عبرتناک موت

یزید پلید کا دل چونکہ دنیا ناپائیدار کی محبت سے سرشار تھا اس لئے وہ شہرت و اقتدار کی ہوس میں گرفتار ہو گیا۔ اپنے انجام سے غافل ہو کر اس نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء رضی اللہ عنہم کے خون ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگ لیا جس اقتدار کی خاطر اس نے کربلا میں ظلم و ستم کی آندھیاں چلائیں وہ اقتدار اس کے لئے کچھ زیادہ ہی ناپائیدار ثابت ہوا۔ بدنصیب یزید صرف تین برس چھ ماہ تخت حکومت پر شیطنت (شرارت و خباثت) کر کے ربیع النور شریف 64ھ کو ملک شام کے شہر حمص کے علاقے حوارین میں 39 سال کی عمر میں مر گیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج: 3، ص: 464)

یزید کا لڑکی کے عشق میں گرفتار ہونا اور اس کا خنجر سے مارنا

یزید پلید کی موت کا ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ ایک رومی النسل لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا مگر وہ لڑکی اندرونی طور پر اس سے نفرت کرتی تھی ایک دن رنگ رلیاں منانے کے بہانے اس نے یزید کو دور ویرانے میں تنہا بلایا وہاں کی ٹھنڈی ہواؤں نے یزید کو بدمست کر دیا اس دوشیزہ نے یہ کہتے ہوئے کہ جو بے غیرت و نابکار اپنے نبی کے نواسے کا غدار ہو وہ میرا کب وفادار ہو سکتا ہے خنجر آبدار کے پے در پے وار کر کے چیر پھاڑ کر اس کو وہیں پھینک دیا۔ چند روز تک اس کی لاش چیل کوؤں کی دعوت میں رہی بالآخر ڈھونڈتے ہوئے اس کے رہالی موالی وہاں پہنچے اور گڑھا کھود کر اس کی سڑی ہوئی لاش کو وہیں داب آئے۔ (اوراق غم: ص: 550)

یزید پر لعنت کی تحقیق

یزید پر لعنت کرنے یا نہ کرنے کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ احمد بن حجر مکی شافعی کا قول

علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

یزید اصل میں مسلمان ہے اور ہم اسی اصل کا قول کرتے ہیں جب تک کہ کسی دلیل قطعی سے اس کا اس اصل سے اخراج ثابت نہ ہو اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے: یزید کے معاملہ میں صحیح بات یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے اس لیے ہم اس کی تکفیر کے قطعاً درپے نہیں ہیں اور اسی قول میں سلامتی ہے ہم یہ کہتے ہیں: وہ مسلمان تھا لیکن فاسق، شریر اور ظالم تھا۔

یزید کے فسق کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن جوزی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو امام احمد وغیرہ

سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب ''الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید''
میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے
کہا: نیک اور متقی علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں
انہوں نے یزید کے بارے میں لکھا ہے اس پر لعنت ہو۔ پھر علامہ ابن جوزی نے کہا:
قاضی ابویعلیٰ الفراء نے اپنی کتاب ''المعتمد فی الاصول'' میں اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے
کہ صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد محترم امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:
لوگ ہمیں یزید کی محبت کا طعنہ دیتے ہیں تو میرے والد نے فرمایا: اے بیٹے! کیا جو شخص
اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے اور اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے
جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب
میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے تو انہوں نے کہا: اس آیت میں ''فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ
تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ
اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝'' محمد (23،22) پھر تم سے بعید نہیں کہ اگر تم کو
حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرو گے یہ وہ لوگ
ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا
کر دیا اور قتل اور خونریزی سے بڑھ کر کون سا فساد ہوگا؟ قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب
لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو لعنت کے مستحق ہیں اور ان میں یزید کا ذکر کیا
ہے پھر یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے۔ جس نے ظلماً اہل مدینہ کو دھمکایا اس کو اللہ تعالیٰ
دھمکائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس میں کوئی
اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے لشکر بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا۔ قاضی ابویعلیٰ نے جس
حدیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے وہ صحیح مسلم میں ہے اس لشکر نے بہت قتل اور خونریزی کی اور
بہت بڑا فساد کیا لوگوں کو قید کیا اور مدینہ منورہ کو مباح کیا یہ سب چیزیں مشہور ہیں حتیٰ کہ
تین سو کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی تقریباً تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل کیے گئے

اور سات سو قرآن مجید کے قاری قتل کیے گئے کئی دن تک مدینہ منورہ مباح رہا۔ مسجد نبوی میں کئی دن تک جماعت معطل رہی کسی شخص کے لیے مسجد نبوی میں جانا ممکن نہیں تھا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں کتے اور بھیڑیے داخل ہوتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کے منبر شریف پر پیشاب کرتے رہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور اس لشکر کا امیر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ لوگ اس پر بیعت نہ کرلیں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچ دے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے اور جن مسلمانوں نے یہ کہا: ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردن اڑا دی یہ واقعہ حرا تھا پھر یہ لشکر حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے گیا اور انہوں نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس میں آگ لگادی ان برائیوں سے بڑھ کر کون سی برائی ہوگی؟

علماء کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے:

یزید پر لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہیں ہوئی جو لعنت کا تقاضا کرتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر فتویٰ ہے اور یہی چیز ہمارے آئمہ کے بیان کردہ قواعد کے لائق ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی شخص معین پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ لعنت کا مطلب ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل دور کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے اور یہ چیز اسی کے لئے جائز ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو اور جس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں ہے حتیٰ کہ کافر پر اس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جائے نیز انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی معین مسلمان فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور جب تم نے ان کی یہ تصریحات جان لیں تو یہ بھی جان لو کہ ان کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فاسق خبیث تھا اور اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر خوش ہوا تھا پھر بھی وہ

کافر نہیں ہے کیونکہ اس نے قتل کو جائز اور حلال نہیں سمجھا تھا اور اگر جائز سمجھا تھا تو تاویل سے سمجھا تھا خواہ وہ تاویل باطل تھی اور یہ کفر نہیں ہے علاوہ ازیں اس کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دینا اور اس پر خوش ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے بلکہ روایت صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی جس آیت سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا ہے اور حدیث مسلم "وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین" سے جس نے یزید پر لعنت کا استدلال کیا تو ان دونوں سے یزید پر اس کا نام لے کر بخصوصہ لعنت کرنا ثابت نہیں ہوتا اور گفتگو اسی میں ہے البتہ ان دلائل سے ان صفات پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یزید کا نام لئے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا: یا قتل کا حکم دیا یا قتل کو جائز قرار دیا اس پر راضی ہوا اس پر لعنت ہو' جس طرح بغیر تعیین کے یہ کہنا جائز ہے کہ مثلاً شراب پینے والے پر لعنت ہو اور یہی چیز آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں ہے کیونکہ آیت میں کسی کا نام لئے بغیر یہ ہے کہ جو قرابت کو منقطع کرے اور زمین میں فساد کرے اس پر لعنت ہو اسی طرح حدیث مبارکہ میں نام لئے بغیر ہے جو اہل مدینہ کو ڈرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اس آیت کریمہ سے شخص معین پر بخصوصہ لعنت کا استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ پس واضح ہو گیا کہ بخصوصہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص 221 تا 223)

امام محمد بن محمد غزالی کا قول

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ کیونکہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے یا قتل کا حکم دیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا: یا قتل کا حکم دیا چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے

کیونکہ بغیر تحقیق کے مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا بھی صحیح نہیں ہے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے پس کسی مسلمان پر بغیر تحقیق کے فسق یا کفر کی تہمت لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے اور وہ شخص ایسا نہ ہو تو یہ تہمت لگانے والے پر لوٹ جائے گی۔ (احیاء العلوم: ج:7:ص:490)

علامہ سید محمد زبیدی کا قول

علامہ سید محمد زبیدی متوفی 1305ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے اس لئے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگر چہ وہ خبیث فاسق تھا۔ ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے اور بعض علماء نے اس کے فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کو بہت ایذاء پہنچائی اور واقعہ حرہ میں مدینہ منورہ کو مباح کر دیا اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب کی اور انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا۔

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ

اور ہر عناد رکھنے والا متکبر نا کام ہو گیا۔

تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبید اللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ (رضی اللہ عنہن) بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا۔

نفلق هاما من رجال اعزة علينا و كانوا هم الحق واظلما

ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو ہم پر غالب تھے دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں۔

اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے۔

ليت اشياخي ببدر شهدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہل مدینہ منورہ کی اہانت اور ان کے قتل عام کو دیکھتے یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے۔ اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں۔ بعض عراقین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ انہوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ علامہ تفتازانی، آئمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے لیکن انہوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور وہ حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے صاحب بدالمعالی نے کہا ہے۔

ولم یلعن یزید بعد موتہ سوی المکثار فی الاعزاء غالی

یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت وعداوت کو بہت زیادہ ابھارنے والے انتہاء پسند تھے۔ یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مومن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف۔ یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہئے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔ یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق، شریر اور ظالم تھا۔ اس مسئلہ میں توقف، علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے انہوں نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "من حسن اسلام امرء ترک مالا یعنہ" کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔

اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت ہے خواہ ادنیٰ نسبت ہو اور اس کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو ہم سب اس سے بری ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین: ج:7،ص 488 تا 489)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی کا قول

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

شارع علیہ السلام نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے جامع ترمذی میں ہے۔

ما یکون المومن لعانا

مومن زیادہ لعنت کرنے والا نہیں۔

لا تلعنوا بلعنة الله

اللہ تعالیٰ کی لعنت نہ دو۔

اور جامع ترمذی میں ہے:

من لعن شیئاً لیس له باهل رجعت لعانا ۔

جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ لعنت کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آتی ہے۔

ہاں وصف عام کے ساتھ لعنت جائز ہے (جیسا کہ لعنة الله علی الکذبین) اور جو کفر پر مرا ہو اس پر بھی لعنت جائز ہے (جیسے ابو جہل پر لعنت ہو) ان دونوں قسموں میں لعنت کو منحصر کرنا واجب ہے اور لعنت کی تیسری قسم ممنوع ہے خصوصاً جب کہ کوئی شخص بظاہر مومن ہو کیونکہ صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے "سباب المسلم فسوق" مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

اور صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے۔

لعن المومن کقتیله

مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عام نصوص اور عبارات کی بناء پر یزید پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے اور عام نصوص اور عبارات میں لعنت کا معنیٰ فعل کی مذمت ہے نہ کہ اس شخص پر جو ان افعال کا مرتکب ہو لعنت کو جائز قرار دینا ہے اس تحقیق کو یاد رکھو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو قواعد شرع کی رعایت نہیں کرتے اور جو شخص لعن یزید سے منع کرے اس کو خارجی قرار دیتے ہیں ہاں! اس کے افعال کا قبح مشہور ہے اور اہل بیت کی محبت واجب ہے

لیکن اس پر لعنت سے منع کرنا، اہل بیت کی محبت میں کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قواعد شرع کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ (نبراس:ص:555)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت (محمد:22) سے یزید علیہ ما یستحقہ پر لعنت کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ علامہ برزنجی نے الاشاعۃ میں اور علامہ ہیتمی نے الصواعق میں نقل کیا ہے کہ جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بیٹے عبداللہ نے یزید پر لعنت کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس پر لعنت کرنا کیوں کر جائز نہیں ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔

عبداللہ نے کہا:

میں نے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی ہے مجھے تو اس میں یزید پر لعنت کرنے کا ذکر کہیں نہیں ملا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (محمد: 22 تا 23)

تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم کو زمین میں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔

اور یزید نے جو کچھ آل رسول کے ساتھ کیا اس سے بڑھ کر فساد اور رشتوں کو توڑنا اور کیا ہوگا؟

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز ہے اور

اس میں اختلاف ہے۔ جمہور اس پر متفق ہیں کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی، زندہ ہو یا مردہ جس کی کفر پر موت دلیل سے معلوم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اسلام لے آئے بہ خلاف اس شخص کے جس کی کفر پر موت معلوم ہو جیسے ابوجہل وغیرہ۔

شیخ الاسلام السراج البلقینی کا مذہب یہ ہے کہ

فاسق معین پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے اور اس کا شوہر اس پر غصہ میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ

یہ ہوسکتا ہے کہ ملائکہ علیہم السلام خصوصیت سے اس عورت پر لعنت نہ کرتے ہوں بلکہ وہ بالعموم لعنت کرتے ہوں کہ جو عورت اپنے شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر کے رات گزارے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

علامہ ابن حجر مکی نے الزواجر میں لکھا ہے کہ

اگر شخص معین پر لعنت کے جواز میں درج ذیل حدیث مبارکہ سے استدلال کیا جائے تو زیادہ واضح ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرہ پر لوہا گرم کر کے داغ لگایا ہوا تھا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس پر داغ لگایا ہے۔

بہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اس معین شخص پر لعنت کی ہے جس نے اس گدھے پر داغ لگایا تھا تاہم اس میں یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ آپ کی مراد وہ معین شخص نہیں تھا بلکہ جانوروں کے منہ پر داغ لگانے والے بالعموم لوگ مراد تھے۔ اور اس قول کی بناء پر کہ

فاسق معین پر لعنت کرنی جائز ہے یزید پر لعنت کرنے کے مسئلہ میں زیادہ توقف نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں بہ کثرت اوصاف خبیثہ تھے اور وہ بہت کبائر کا ارتکاب کرتا تھا۔

اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے اے اللہ عزوجل! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو دھمکائے تو اس کو دھمکا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا فرض قبول نہیں کیا جائے گا نہ نفل۔

اور یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ منورہ پر ظلم کیا اور ان کو دھمکایا۔ اہل مدینہ کو قتل کیا ان کے اموال لوٹ لئے، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور تین دن اذان نہ ہو سکی اور سب سے بڑی قیامت یہ ہے کہ اس نے اہل بیت پر ظلم کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور ان کے گھر والوں کی اہانت کی اور یہ خبر تواتر سے ثابت ہے اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں اس سلسلہ میں ایک اور حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں چھ اشخاص پر لعنت کرتا ہوں اور ہر نبی نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

1- جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرے۔

2- جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرے۔

3- جو جبر سے لوگوں پر مسلط ہو جائے تاکہ ان کو عزت دے جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی۔

4- جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس کو حلال کرے۔

5- اور میری اولاد پر ان کاموں کو حلال کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔

6- اور میری سنت کو ترک کرے۔

اور یزید کے کفر اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح

کی ہے ان میں سے حافظ ابن جوزی ہیں اور ان سے پہلے امام ابویعلیٰ ہیں۔

اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے۔

ہم یزید کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے نہ اس کے ایمان میں توقف کرتے ہیں اس پر اور اس کے حامیوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس پر لعنت کے جواز کی تصریح کی ہے اور ابن الوردی کی تاریخ میں اور کتاب الوافی میں بھی یہ تصریح ہے اور جب اہل بیت قید کر کے عراق میں یزید کے پاس لائے گئے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد اور خواتین سے ملا۔ اس وقت شہداء کربلا کے مبارک سر نیزوں پر تھے اور وہ اس وقت جیرون کی وادی میں تھے۔ یزید نے ان کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

لما بدت تلك الجمول واشرفت

تلك الروؤس على شفا جيرون

نعب الغراب فقلت قل اولم تقل

فقد اقتضبت من الرسول ديونى

جب اونٹوں کا یہ قافلہ ظاہر ہوا

اور جیرون کے کنارے پر ان کے سر نیزوں پر بلند ہوئے

کوا بولنے لگا تو میں نے کہا: تو بول یا نہ بول

میں نے تو رسول اللہ سے اپنے قرضے وصول کر لئے۔

یزید کی مراد یہ تھی کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نانا عتبہ کو اور اس کے ماموں ولید بن عتبہ کو اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کو قتل کر دیا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ اور نواسے کے بیٹوں، بھانجوں اور بھتیجوں کو قتل کر کے بدلہ لے لیا اور پرانے قرضے وصول کر لیے اور یہ کفر صریح ہے پس جب یہ اشعار اس سے صحت کے ساتھ ثابت ہوں تو اس کا کفر ثابت ہو جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا کہ یزید پر لعنت کرنا حرام ہے اور علامہ سفارینی حنبلی اور ابن جوزی حنبلی نے ان کی مخالفت کی اور کتاب الفروع میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے حجاج کو اسلام سے خارج کر دیا۔ ان پر اعتراض ہوا کہ پھر یزید کو کیا کہا جائے گا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح اس کے خلاف ہے اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے کہا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

مختار وہ ہے جو علامہ ابن جوزی، ابوحسین قاضی اور ان کے موافقین نے کہا یعنی یزید پر لعنت کرنی جائز ہے۔

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب اسرالمصون میں لکھا ہے کہ

عام لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یزید کا مؤقف صحیح تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کرنے میں خطا کی اور اگر وہ تاریخ کی کتابوں کو پڑھتے کہ اس کی بیعت کس طرح کر لی گئی تھی اور کس طرح لوگوں کو مجبور کیا گیا اور اس نے اس دور میں ہر قسم کے قبیح کام کیے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ اس کی بیعت صحیح تھی تو بعد میں اس نے ایسے کام کیے کہ ان میں سے ہر کام اس کی بیعت کے فسخ کو واجب کرتا ہے اور یزید کی طرف وہی مائل ہوگا جو جاہل ہوگا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے: وہ مسلمان تھا اور اس نے اہل بیت کرام کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے وہ گناہ گار ہوا لیکن اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

اور بعض نے کہا:

وہ اسی طرح تھا لیکن اس پر لعنت کرنا مکروہ ہے یا بغیر کراہت کے جائز ہے۔

اور بعض نے کہا:

وہ کافر ملعون ہے۔

اور بعض نے کہا:

اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس قول کا قائل یزید کے حامیوں کے سلسلہ میں منسلک ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ

میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی کریم ﷺ کی رسالت کا مصدق نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کے حرم (کعبہ مکرمہ) اور رسول اللہ ﷺ کے حرم کے ساتھ اس کے افعال کا مجموعہ اور آپ کی عترت طاہرہ کے ساتھ جو اس کا سلوک رہا اس سے اس کا اتنا ایمان بھی ظاہر نہیں ہوتا جتنا اس کا ایمان ہو جو قرآن مجید کو گندگی میں ڈال دے (العیاذ باللہ) اور میرا یہ گمان نہیں ہے کہ اس کا حال اکابر مسلمانوں سے مخفی تھا لیکن وہ حضرات مجبور اور مقہور تھے اور صبر کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا اور اگر مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ اتنے زیادہ گناہ ہائے کبیرہ کے ساتھ مسلمان تھا جن کا شمار بیان میں نہیں آ سکتا اور میرا مذہب یہ ہے کہ اس جیسے شخص پر معین کر کے لعنت کرنا جائز ہے اور یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ فاسقوں میں اس کی کوئی مثال ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنے افعال پر توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابن زیاد، ابن سعد اور ان کے متبعین بھی اسی کے ساتھ لاحق ہیں اللہ تعالیٰ کی ان سب پر لعنت ہو اور ان کے انصار و اعوان پر اور ان کی جماعت پر اور قیامت تک جو بھی ان کی طرف مائل ہو ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور جو ان پر شخصی لعنت کرنے سے احتیاط کی وجہ سے گریز کرتا ہو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ جو شخص قتل حسین سے راضی ہو اور جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی عترت طاہرہ کو ناحق اذیت پہنچائی اور جس شخص نے ان کا حق غصب کیا ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو اور اب وہ یزید اور اس کے موافقین پر صراحت کے ساتھ لعنت کرنے والا نہیں ہو گا اور ان الفاظ کے ساتھ لعنت

کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا سوا علامہ ابوبکر ابن العربی اور ان کے موافقین کے جیسا کہ ان سے منقول ہے وہ اس پر لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور یہ ایسی گمراہی ہے جو یزید کی گمراہی سے بھی بڑھ کر ہے۔

(روح المعانی: جز: 26، ص 108 تا 111)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی کا قول

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں:

فقیہ کہیر اسی آئمہ شافعیہ کے اکابرین میں سے ہیں اور امام الحرمین کے شاگرد ہیں اور علم وفضل میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یزید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھا کیا اس پر لعنت جائز ہے انہوں نے جواب دیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر صراحۃً لعنت کی ہے اور دوسرے میں اشارۃً لعنت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اس کے بارے میں ایسے ہی دو قول ہیں۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

ہمارا اس کے بارے میں قول واحد ہے ہم یزید پر اشارۃً نہیں صراحۃً لعنت کرتے ہیں اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے وہ شطرنج کھیلتا تھا، چیتوں کا شکار کرتا تھا، دائمی شرابی تھا اور شراب کے بارے میں اس کے اشعار مشہور ہیں۔

نیز راقم ہیں:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا جو شخص صراحۃً یزید پر لعنت کرے کیا وہ فاسق ہے؟ اور کیا یزید کے لئے دعاء رحمت صحیح ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

جو شخص اس پر لعنت کرے گا وہ فاسق اور گناہ گار ہوگا کیونکہ مسلمان پر لعنت کرنا جائز

نہیں ہے اور ہمیں جانوروں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث مبارکہ کے بموجب مسلمان کی عزت کعبہ سے زیادہ ہے۔ یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرانے کا امر کیا: یا ان کے قتل پر راضی ہوا اور جو چیز صحیح نہیں ہے اس کا گمان کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی جائز نہیں ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہیں تو یزید کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے علاوہ ازیں قتل کرنا کفر نہیں ہے معصیت ہے اور اس کے لئے رحمت کی دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ جب ہم نماز میں تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو اس دعا میں وہ بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے البتہ ہمارے استاذ اعظم شیخ محمد بکری نے فقیہ کبیر اسی کی موافقت میں یزید پر صراحت سے لعنت کی ہے اور اس کے استاذ شیخ ابوالحسن نے بھی لعنت کی ہے۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے:

مجھے اس کے اسلام میں شک ہے نہ ایمان میں اس پر اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس بناء پر یزید کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا جائے گا کہ معین کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (انسان العیون: جز: 1 ص 266 تا 267)

حافظ ابوالفداء ابن کثیر کا قول

حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ پر شراب پینے کی وجہ سے اور بعض فواحش کے ارتکاب کی وجہ سے زیادہ عیب لگایا گیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں اس کی وہی رائے تھی جو اس کے دادا حضرت ابوسفیان کی حالت کفر میں جنگ احد کے بارے میں تھی کہ نہ اس

جنگ کا حکم دیا تھا اور نہ اسے مسلمانوں کی ہزیمت سے کوئی رنج ہوا اور ہم پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے کہا: میں حسین کے ساتھ وہ نہ کرتا جو ابن مرجانہ (عبداللہ بن زیاد) نے کیا اور جو لوگ اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس لے کر آئے ان سے اس نے کہا اس کے بغیر بھی تمہارے لیے اطاعت کافی تھی اور ان لوگوں کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی اس نے بہت تعظیم و تکریم کی اور اس معرکہ میں ان کی جو چیزیں گم ہو گئی تھیں وہ سب دوگنی چوگنی کر کے اس نے واپس کر دیں اور انہیں تعظیم و تکریم کے ساتھ روانہ کر کے مدینہ منورہ پہنچا دیا جن دنوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل یزید کے گھر رہے تین دن تک یزید کے گھر والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرتے رہے۔

اور ایک قول یہ ہے:

یزید کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو پہلے وہ خوش ہوا اور پھر بعد میں اس پر وہ نادم ہوا۔

ابو عبید نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ

جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کر دیا تو ان حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا اولاً تو یزید اس قتل سے خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن مرجانہ کا مرتبہ بڑھ گیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد وہ نادم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کیا فرق پڑتا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی رعایت کر کے خود تکلیف اٹھاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر ٹھہراتا اور جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے انہیں وہاں کا حاکم بنا دیتا خواہ اس سے مجھے نقصان ہوتا اور میری سلطنت میں کمی ہوتی پھر کہا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے حسین کو تنگی میں ڈالا اور مجبور کر دیا حالانکہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ انہیں واپس جانے دیں یا میرے پاس آنے دیں یا اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دیں حتیٰ کہ وہ خدا سے جا ملیں لیکن ابن مرجانہ نے

ان کی بات نہیں مانی اور انہیں قتل کر کے قیامت تک مسلمانوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض بنادیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا اور ہر شخص خواہ نیک ہو یا بد مجھ سے نفرت کرے گا کیونکہ لوگوں کے نزدیک میرا حسین کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔ میرا ابن مرجانہ سے کیا واسطہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

مزید رقم ہیں:

جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو والی بنادیا اور یہ لوگ یزید سے بہت عداوت رکھتے تھے اس کے باوجود انہوں نے یزید کی مذمت میں صرف اس کا شراب پینا اور بعض بدکاریاں بیان کیں اور اس پر زندقہ کی تہمت نہیں لگائی جیسا کہ رافضی اس پر تہمت لگاتے ہیں بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے تاکہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور قتل عام نہ ہو۔ جیسا کہ واقعہ حرہ میں ہوا اور اہل حرہ سے اس کا صرف جنگ کرنا کافی تھا لیکن اس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنی فوجوں پر تین دن کے لئے مدینہ منورہ مباح کر دیا جس کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہوا۔

(البدایہ والنہایہ: جز:8، ص:232)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء یزید شقی پر لعنت کرنے کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور بعض اس کے متعلق غلو اور افراط کرتے ہوئے کہتے ہیں: جب وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہو گیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس کی اطاعت واجب ہو گئی (نعوذ باللہ) من ھذا القولی و من ھذا الاعتقاد۔ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کب امام ہوا اور کب اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہوا؟ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس کے زمانہ میں تھے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج ہو گئے تھے۔ ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک

جماعت کرہا اور جبراً اس کے پاس گئی اس نے اس کے سامنے انعامات رکھے انہوں نے جب اس کی برائیوں کو دیکھا تو مدینہ منورہ واپس آ گئے اور کہا: وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے شراب پیتا ہے، نمازوں کا تارک ہے، زانی، فاسق اور محارم کو حرام کرنے والا ہے۔

اور بعض دیگر علماء یہ کہتے ہیں:

اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے اور ان کے اہل بیت کے ساتھ عداوت اور ان کے قتل پر خوشی اور ان کی اہانت تواتر معنوی سے ثابت ہے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ لوگ ان احادیث نبویہ کا کیا جواب دیں گے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا کفر ہے اور دائمی عذاب کا موجب ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں:

اس کا انجام ہمیں معلوم نہیں شاید کہ اخیر وقت میں اس نے کفر اور معصیت سے توبہ کر لی ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض متقدمین علماء مثلاً امام احمد بن حنبل اور علامہ ابن جوزی وغیرہ نے اس پر لعنت کی ہے اور بعض علماء کرام

نے لعنت سے منع کیا ہے اور بعض نے توقف کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھا جو کام اس بدبخت نے کیے وہ کسی اور نے نہیں کیے اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، اہل بیت کی اہانت کی، مدینہ منورہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے کا امر کیا اور حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اسی دوران دنیا سے جہنم چلا گیا اور اس کی توبہ اور رجوع کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ (تکمیل الایمان: ص 70 تا 71)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا اسی قدر پر آئمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اس کو کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ (محمد 22،23)

کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب

منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی کریم ﷺ بے اذان و نماز رہی، مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں و حجاز میں ہزاروں صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ منورہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر میں حلال کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفیٰ کریم ﷺ کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سر انور کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن مجید میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔

لقولہ تعالیٰ "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا o اِلَّا مَنْ تَابَ" (مریم:59 تا 60)

اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط اور اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بد مذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم ﷺ کا شمہ ہو۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ o (الشعراء:227)

(فتاویٰ رضویہ: ج:6، ص 107 تا 108)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات بے شمار ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

کنویں کے پانی کا ابلنا

حضرت سیّدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں حضرت سیّدنا ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے عرض کیا: میرے کنویں میں پانی بہت ہی کم ہے برائے کرم دعائے برکت سے نواز دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کا پانی طلب فرمایا جب پانی کا ڈول حاضر کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منہ لگا کر اس میں سے پانی نوش کیا اور کلی کی پھر ڈول کو واپس کنویں میں ڈال دیا تو کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیذ بھی ہو گیا۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:5، ص:110)

دعائے امام حسین رضی اللہ عنہ سے شدت پیاس میں یزیدی فوجی کا تڑپ تڑپ کر مرنا

یزیدی فوج کا ایک سخت دل مزنی شخص امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر یوں بکنے لگا۔ دیکھو تو سہی دریائے فرات کیسا موجیں مار رہا ہے خدا کی قسم! تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم یوں ہی پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ امام تشنہ کام رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رب الانام عزوجل میں عرض کی: یا اللہ عزوجل! اس کو پیاسا مار۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے دعا مانگتے ہی اس بے حیا مزنی کا گھوڑا بدک کر دوڑا مزنی پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگا۔ پیاس کا غلبہ ہوا اس شدت کی پیاس لگی کہ العطش العطش یعنی ہائے پیاس! ہائے پیاس پکارتا تھا مگر پانی جب اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ بھی نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدت پیاس میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (سوانح کربلا: ص:90)

دعائے امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزیدی فوجی کا آگ میں جل کر بھسم ہونا

امام عالی مقام امام عرش مقام، امام ہمام، امام تشنہ کام حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یوم عاشوراء یعنی بروز جمعۃ المبارک 10 محرم الحرام 61ھ کو یزیدیوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے جس وقت میدان کربلا میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے مظلوم قافلے کے خیموں کی حفاظت کے لئے خندق میں روشن کردہ آگ کی طرف دیکھ

کر ایک بدزبان یزیدی (مالک بن عروہ) اس طرح بکواس کرنے لگا۔"اے حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی۔" حضرت سیّدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: "کذبت یا عدو اللہ" اے دشمن خدا! تو جھوٹا ہے کیا تجھے یہ گمان ہے کہ معاذ اللہ عزوجل! میں دوزخ میں جاؤں گا۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قافلے کے ایک جاں نثار جوان حضرت سیّدنا مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس منہ پھٹ بدلگام کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ فرما کر اجازت دینے سے انکار کیا کہ ہماری طرف سے حملے کا آغاز نہیں ہونا چاہئے پھر امام تشنہ کام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دست دعا بلند کر کے عرض کی: اے رب قہار عزوجل! اس نابکار کو عذاب نار سے قبل بھی اس دنیائے ناپائیدار میں آگ کے عذاب میں مبتلا فرما۔ فوراً دعا مستجاب (قبول) ہوئی اور اس کے گھوڑے کا پاؤں زمین کے ایک سوراخ پر پڑا جس سے گھوڑے کو جھٹکا لگا اور بے ادب و گستاخ یزیدی گھوڑے سے گرا اس کا پاؤں رکاب میں الجھا گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دوڑا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا اور بدنصیب آگ میں جل کر بھسم ہو گیا۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ حمد الٰہی بجالائے اور عرض کیا: یا اللہ عزوجل! تیرا شکر ہے کہ تو نے آل رسول کے گستاخ کو سزا دی۔
(سوانح کربلا: ص:88)

سیاہ بچھو کے ڈنک مارنے سے تڑپتا مرنا

گستاخ و بدلگام یزیدی کا ہاتھوں ہاتھ بھیانک انجام دیکھ کر بھی بجائے عبرت حاصل کرنے کے اس کو ایک اتفاقی امر سمجھتے ہوئے ایک بے باک یزیدی نے بکا۔ آپ کو اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ سن کر قلب امام کو سخت ایذاء پہنچی اور تڑپ کر دعاء مانگی اے رب جبار عزوجل! اس بدگفتار کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما۔ دعا کا اثر ہاتھوں ہاتھ ظاہر ہوا اس بکواسی کو ایک دم قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی فوراً گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور برہنہ ہو کر بیٹھا ناگاہ ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا

نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا نہایت ہی ذلت کے ساتھ اپنے لشکریوں کے سامنے اس بدزبان کی جان نکلی مگران سنگ دلوں اور بے شرموں کو عبرت نہ ہوئی اس واقعہ کو بھی ان لوگوں نے اتفاقی امر سمجھ کرنظرانداز کردیا۔(سوانح کربلا:89)

نور کا ستون اور سفید پرندے

اہل بیت رضی اللہ عنہم کے قافلے کے بقیہ افراد 11 محرم الحرام کو کوفہ پہنچے جبکہ شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے مبارک سران سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر انور رسوائے زمانہ یزیدی بدبخت ''خولی بن یزید'' کے پاس تھا یہ مردود رات کے وقت کوفہ پہنچا۔قصر امارت کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔یہ سر انور کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ظالم نے سر انور کو بے ادبی کے ساتھ زمین پر رکھ کر ایک بڑا برتن اس پر الٹ کر اس کو ڈھانپ دیا اور اپنی بیوی ''نوار'' کے پاس جا کر کہا: میں تمہارے لیے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں وہ دیکھ حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) کا سر تیرے گھر پر پڑا ہے وہ بگڑ کر بولی تجھ پر خدا کی مار! لوگ تو سیم وزر لائیں اور تو فرزند رسول کا مبارک سر لایا ہے خدا عزوجل کی قسم! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔''نوار'' یہ کہہ کر اپنے بچھونے سے اٹھی اور جدھر سر انور تشریف فرما تھا ادھر آ کر بیٹھ گئی اس کا بیان ہے۔خدا عزوجل کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک مثل ستون چمک رہا تھا اور سفید پرندے اس کے اردگرد منڈلا رہے تھے جب صبح ہوئی تو خولی بن یزید سر انور کو ابن زیاد بدنہاد کے پاس لے گیا۔

(الکامل فی التاریخ: ج:3،ص:434)

نیزہ پر سر اقدس کی تلاوت قرآن مجید

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب یزیدیوں نے حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور کو نیزے پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اس وقت میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر تھا جب سر مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سر پاک نے تلاوت

فرمائی۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝

(الکہف:9)

کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (شواہد النبوۃ:ص:231)

اسی طرح ایک دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جب یزیدیوں نے سر مبارک کو نیزہ سے اتار کر ابن زیاد بدنہاد کے محل میں داخل کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے مقدس ہونٹ ہل رہے تھے اور زبان مقدس پر پارہ 13 سورہ ابراہیم کی آیت نمبر 42 کی تلاوت جاری تھی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ (پ:13، ابراہیم:42)

اور ہرگز اللہ عزوجل کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

(روضۃ الشہداء:ج:3:ص:385)

سر مبارک سے بزبان فصیح کلام فرمانا

منہال بن عمرو کہتے ہیں:

واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا۔ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ آیت نمبر 9 پر پہنچا۔

اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ (الکہف:9)

پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی بخشی تو سر انور نے بزبان فصیح فرمایا۔ اعجب من اصحاب الکھف قتلی و حملی۔ اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔ (شرح الصدور:ص:212)

مناسبت دینے کی وجہ

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے مہمان بنا کر بلایا پھر بیوفائی سے پانی تک بند کر دیا۔ آل واصحاب رضی اللہ عنہم کو حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید کیا پھر خود حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو اسیر (یعنی قیدی) بنایا۔ سر مبارک کو شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کہف سالہا سال کی طویل نیند کے بعد بولے یہ ضرور عجیب ہے مگر سر انور کا تن مبارک سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا عجیب تر ہے۔
(سوانح کربلا: ص:118)

خون سے لکھا ہوا شعر

حضرت سیّدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وہ نبیذ یعنی کھجور کا شیرہ پینے لگے ایک اور روایت میں ہے:

وهم يشربون الخمر یعنی وہ شراب پینے لگے اتنے میں لوہے کا قلم نمودار ہوا اور اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اترجو امة قتلت حسينا ، شفاعة جده يوم الحساب

(یعنی کیا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ روز قیامت ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پائیں گے؟)

بعض روایات میں ہے کہ

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریف سے تین سو برس پیش تر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا۔ (الصواعق المحرقۃ: ص:194)

راہب کا اسلام قبول کرنا

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک راہب نصرانی نے دیر (یعنی دیر گرجا) سے سر انور دیکھا تو پوچھا بتایا کیا تم برے لوگ ہو کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے۔ ان لالچیوں نے قبول کرلیا۔ راہب نے سر مبارک دھویا، خوشبو لگائی رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا ایک نور بلند ہوتا پایا۔ راہب نے وہ رات رو کر کاٹی صبح اسلام لایا اور گرجا گھر، اس کا مال و متاع چھوڑ کر اپنی زندگی اہل بیت کی خدمت میں گزار دی۔

(الصواعق المحرقہ: ص:199)

درہم و دینار ٹھیکریاں بن گئے

یزیدیوں نے لشکر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے خیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لیے تھے ان کو تقسیم کرنے کے لئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور ان کے ایک طرف پارہ 13 سورہ ابراہیم کی آیت: 42 "وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط" اور دوسری طرف پارہ 19 سورۃ الشعراء کی آیت: 227 تحریر تھی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (الصواعق المحرقہ: ص:199)

سر انور سے مشک کی خوشبو

علامہ قرطبی اور حضرت سیدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یزید نے اسیران کربلا اور سر انور کو مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا و تعظیما روانہ کر دیا اور مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا و تعظیما میں سر انور کو تجہیز و تکفین کے بعد جنت البقیع شریف میں حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا یا حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا بعض کہتے ہیں: اسیران کربلا نے چالیس روز کے بعد کربلا میں آ کر سر انور کو جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر

انور کو شہروں میں پھراؤ پھرانے والے جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے ان سے لے کر دفن کر دیا۔ جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رڈیک جس کو صالح کہتے ہیں نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سر انور لینے کی اجازت حاصل کی اور مع فوج و خدام ننگے پاؤں وہاں سے 8 جمادی الاخر 548ھ بروز اتوار مصر میں لایا۔ اس وقت بھی سر انور کا خون تازہ تھا اور اس سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی پھر اس نے سبز حریر (ریشم) کی تھیلی میں آبنوسی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن مشک و عنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مشہد حسینی بنوایا چنانچہ قریب خان خلیل کے مشہد حسینی مشہور ہے۔

(شام کربلا: ص:246)

تربت سر انور کی زیارت

حضرت سیّدنا شیخ عبدالفتاح بن ابی بکر بن احمد شافعی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''نور العین'' میں نقل فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام شمس الدین لقانی قدس سرہ الربانی جو کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ مالکیہ تھے ہمیشہ مشہد مبارک میں سر انور کی زیارت کو حاضر ہوتے اور فرماتے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر انور اسی مقام پر ہے۔ حضرت سیّدنا شیخ شہاب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے مشہد حسینی کی زیارت کی مگر مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ سر مبارک اس مقام پر ہے یا نہیں؟ اچانک مجھ کو نیند آ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بہ صورت نقیب سر مبارک کے پاس سے نکلا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! احمد بن حلبی اور عبدالوہاب نے آپ کے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے مدفن کی زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللھم تقبل منھما و اغفر لھما

اے اللہ عزوجل! ان دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور دونوں کو بخش دے۔

حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر انور یہیں تشریف فرما ہے پھر میں نے مرنے تک سر مکرم کی زیارت نہیں چھوڑی۔ (شام کربلا: ص: 247)

سر انور سے سلام کا جواب

حضرت سیدنا شیخ خلیل ابی الحسن تمارسی رحمۃ اللہ علیہ سر انور کی زیارت کے لئے جب مشہد مبارک کے پاس حاضر ہوتے تو عرض کرتے۔

السلام علیکم یا ابن رسول اللہ

اور فوراً جواب سنتے۔

وعليك السلام يا ابا الحسن

ایک دن سلام کا جواب نہ پایا حیران ہوئے اور زیارت کر کے واپس آ گئے دوسرے روز پھر حاضر سلام ہوئے تو جواب پایا عرض کیا: یا سیدی کل جواب مشرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ ارشاد فرمایا: اے ابوالحسن! کل اس وقت میں اپنے نانا جان رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔

(شام کربلا: ص: 247)

سر انور کی برکت سے موت نہ آئی

منقول ہے کہ مصر کے سلطان ملک ناصر کو ایک شخص کے متعلق اطلاع دی گئی کہ یہ شخص جانتا ہے کہ اس محل میں خزانہ کہاں دفن ہے مگر بتاتا نہیں۔ سلطان نے اگلوانے کے لئے اس کی تعذیب یعنی اذیت دینے کا حکم دیا۔ متولی تعذیب نے اس کو پکڑا اور اس کے سر پر خنافس لگائے اور اس پر قرمز (کپڑے ریشمی) ڈال کر کپڑا باندھ دیا یہ وہ خوفناک اذیت و عقوبت ہے کہ اس کو ایک منٹ بھی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے اور وہ فوراً راز اگل دیتا ہے اگر نہ بتائے تو کچھ ہی دیر کے بعد تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے یہ سزا اس شخص کو کئی مرتبہ دی گئی مگر اس کو کچھ بھی اثر نہ ہوا بلکہ ہر مرتبہ خنافس مر جاتے

تھے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس شخص نے بتایا کہ جب حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یہاں مصر میں تشریف لایا تھا الحمد للہ عزوجل میں نے اس کو عقیدت سے اپنے سر پر اٹھایا تھا یہ اسی کی برکت اور کرامت ہے۔ (شام کربلا، ص:248)

سرانور کے پاس مقدس نفوس کا تشریف لانا

حضرت سیدنا ابو محمد سلیمان الاعمش کوفی تابعی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوا دوران طواف ایک شخص کو دیکھا کہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا کہہ رہا تھا یا اللہ عزوجل مجھے بخش دے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا میں اس کی اس عجیب سی دعا پر بہت متعجب ہوا کہ سبحٰن اللہ العظیم آخر اس کا ایسا کون سا گناہ ہے جس کی بخشش کی اس کو امید نہیں مگر میں طواف میں مصروف رہا دوسرے پھیرے میں بھی سنا تو وہ یہی کہہ رہا تھا میری حیرانی میں مزید اضافہ ہوا۔ میں نے طواف سے فارغ ہو کر اس سے کہا تو ایسے عظیم مقام پر ہے جہاں بڑے سے بڑا گناہ بھی بخشا جاتا ہے تو اگر تو اللہ عزوجل سے مغفرت اور رحمت طلب کرتا ہے تو اس سے امید بھی رکھ کیوں کہ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں سلیمان الاعمش (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک طرف لے گیا اور کہنے لگا میرا گناہ بہت بڑا ہے میں نے کہا: کیا تیرا گناہ پہاڑوں، آسمانوں، زمینوں اور عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہنے لگا ہاں! میرا گناہ بہت زیادہ بڑا ہے! افسوس! اے سلیمان! میں ان ستر بدنصیب آدمیوں میں سے ہوں جو حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور کو یزید پلید کے پاس لائے تھے یزید پلید نے اس مبارک سر کو شہر کے باہر لٹکانے کا حکم دیا پھر اس کے حکم سے اتارا گیا اور سونے کے طشت میں رکھ کر اس کے سونے کے کمرے میں رکھا گیا آدھی رات کے وقت یزید پلید کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سرانور سے لے کر آسمان تک ایک نورانی شعاع جگمگا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ سخت خوفزدہ ہوا اور اس نے یزید پلید کو جگایا اور کہا: اٹھ

کر دیکھو میں ایک عجیب وغریب منظر دیکھ رہا ہوں۔ یزید نے بھی اس روشنی کو دیکھا اور خاموش رہنے کے لئے کہا جب صبح ہوئی تو اس نے سر مبارک نکلوا کر دیبائے سبز (عمدہ قسم کا کپڑا) کے خیمے میں رکھوا دیا اور اس کی نگرانی کے لئے ستر آدمی مقرر کر دیئے میں بھی ان میں شامل تھا پھر ہمیں حکم ہوا جاؤ کھانا کھا آؤ جب سورج غروب ہو گیا اور کافی رات گزر گئی تو ہم سو گئے یکایک میری آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک بڑا بادل چھایا ہوا ہے اور اس میں سے گڑگڑاہٹ اور پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی سی آواز آ رہی ہے پھر وہ بادل قریب ہوتا گیا حتیٰ کہ زمین سے مل گیا اور اس میں سے ایک مرد نمودار ہوا جس پر جنت کے دو حلے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک فرش اور کرسیاں تھیں اس نے وہ فرش بچھایا اور اس پر کرسیاں رکھ دیں اور پکارنے لگا اے ابوالبشر! اے آدم علیہ السلام تشریف لایئے ایک نہایت حسین وجمیل بزرگ تشریف لائے اور سر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: سلام ہو تجھ پر اے اللہ تعالیٰ کے ولی! سلام ہو تجھ پر اے بقیۃ الصالحین زندہ رہے تم سعید ہو کر قتل ہوئے تم طرید یعنی حلف ہو کر پیاسے رہے حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے تمہیں ہم سے ملا دیا ہے۔ اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے اور تمہارے قاتل کے لئے بخشش نہیں۔ تمہارے قاتل کے لئے کل قیامت کے دن دوزخ کا بہت برا ٹھکانہ ہے یہ فرما کر وہ وہاں سے ہٹے اور ان کرسیوں میں سے ایک کرسی پر تشریف فرما ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک اور بادل آیا وہ بھی اسی طرح زمین سے مل گیا اور میں نے سنا کہ ایک منادی نے ندا کی: اے نبی اللہ اے نوح علیہ السلام تشریف لایئے۔ ناگاہ ایک صاحب وجاہت زردی مائل چہرے والے بزرگ دو جنتی حلے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے بھی وہی الفاظ ارشاد فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے پھر ایک اور بڑا بادل آیا اور اس میں سے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ السلام نمودار ہوئے انہوں نے بھی وہی کلمات فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح کے کلمات ارشاد فرما کر کرسیوں پر

جلوہ افروز ہو گئے پھر ایک بہت ہی بڑا بادل آیا اس میں حضرت سیّدنا و مولینا محمد مدنی ﷺ اور حضرت سیدتنا بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور ملائکہ نمودار ہوئے۔ پہلے نبی کریم ﷺ سرانور کے پاس تشریف لے گئے اور سر مبارک کو سینے سے لگایا اور بہت روئے پھر حضرت سیدتنا بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیا انہوں نے بھی سینے سے لگایا اور بہت روئیں پھر حضرت سیّدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر یوں تعزیت کی۔

السلام علی الولد الطیب، السلام علی الخلق الطیب اعظم اللہ اجرک و احسن عزاءک فی ابنک الحسین سلام ہو پاکیزہ فطرت و خصلت والے پاک فرزند پر، اللہ تعالیٰ آپ کو بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے اور آپ کے شہزادہ گرامی حسین (کے اس امتحان) میں احسن یعنی بہترین صبر دے اسی طرح حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام، حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تعزیت فرمائی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے چند کلمات مبارک ارشاد فرمائے پھر ایک فرشتے نے نبی کریم ﷺ کے قریب آکر عرض کی: اے ابوالقاسم ﷺ ہمارے دل پاش پاش ہو گئے ہیں۔ میں آسمان دنیا پر مؤکل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ ﷺ مجھے حکم فرمائیں تو میں ان لوگوں پر آسمان ڈھا دوں اور ان کو تباہ و برباد کر دوں پھر ایک اور فرشتہ نے آکر عرض کیا: اے ابوالقاسم ﷺ! میں دریاؤں پر مؤکل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ ﷺ فرمائیں تو میں ان پر طوفان برپا کر کے ان کو تہس نہس کر دوں۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا: اے فرشتو ایسا کرنے سے باز رہو۔ حضرت سیّدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ نانا جان! یہ جو سوئے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو میرے بھائی (حسین رضی اللہ عنہ) کے سرانور کو لائے ہیں اور یہی نگرانی پر بھی مقرر ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے رب (عزوجل) کے فرشتو میرے بیٹے کے قتل کے بدلے

میں ان کو قتل کر دو۔ تو خدا کی قسم میں نے دیکھا چند ہی لمحوں میں میرے سب ساتھی ذبح کر دیئے گئے۔ پھر ایک فرشتہ مجھے ذبح کرنے کے لئے بڑھا تو میں نے پکارا: اے ابوالقاسم ﷺ! مجھے بچایئے اور مجھ پر رحم فرمایئے۔ اللہ عزوجل! آپ پر رحم فرمائے تو آپ ﷺ نے فرشتہ سے فرمایا: اسے رہنے دو پھر آپ ﷺ نے میرے قریب آ کر فرمایا: تو ان ستر آدمیوں میں سے ہے جو سر لائے تھے میں نے عرض کی۔ جی ہاں! پس آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے میں ڈال کر مجھے منہ کے بل گرا دیا اور فرمایا: اللہ عزوجل تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے بخشے اللہ عزوجل تیری ہڈیوں کو نار دوزخ میں جلائے تو یہ وجہ ہے کہ میں اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہوں۔

حضرت سیّدنا اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا:

او بدبخت! مجھ سے دور ہو کہیں تیری وجہ سے مجھ پر بھی عذاب نازل نہ ہو جائے۔

(شام کربلا: ص 267 تا 270)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات کا محمل

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات کے محمل کے متعلق درج ذیل علماء کرام کے اقوال ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا قول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حر بن یزید نے قادسیہ سے آ کر ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا وہ مستقل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا جب جماعت کھڑی ہونے کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ لباس اور جوتی پہن کر آئے پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا: اے لوگو! میں اللہ عزوجل اور تمہارے سامنے یہ عذر بیان کر رہا ہوں کہ جب تک تمہارے خطوط اور پیغام بر میرے پاس نہیں آئے میں اس وقت تمہارے

پاس نہیں آیا تم لوگوں نے یہ کہا: ہمارے پاس آئیے ہمارا کوئی امام نہیں ہے شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب ہم کو ہدایت عطا فرمائے اگر تم اسی عہد و پیمان پر قائم ہو تو میں تمہارے پاس آ گیا ہوں اگر تم نے اپنے وعدوں کو پورا کیا تو میں تمہارے ساتھ تمہارے شہر میں چلا جاؤں گا اور اگر تم ایسا نہ کرو اور تم کو میرا آنا ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔ لوگ خاموش رہے اور آپ نے مؤذن سے کہا اقامت کہو مؤذن نے اقامت کہی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حر سے کہا: کیا اپنے اصحاب کو تم نماز پڑھاؤ گے۔ حر نے کہا نہیں بلکہ آپ ہی نماز پڑھائیں ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پھر آپ چلے گئے اور حر اپنے خیمے میں چلا گیا حر کے کچھ اصحاب اس کے پاس جمع ہو گئے اور باقی اپنی صفوں میں واپس آ گئے اور صفیں باندھ لیں پھر ان میں سے ہر شخص نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور اس کے سائے میں بیٹھ گیا پھر جب عصر کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کوچ کی تیاری کریں پھر وہ باہر نکلے اور مؤذن کو عصر کی نماز کا حکم دیا مؤذن نے اقامت کہی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر قوم کو نماز پڑھائی پھر سلام پھیر کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد لوگوں سے کہا: اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حق دار کا حق پہچانو تو یہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ خوشنودی کا سبب ہے اور ہم اہل بیت اس حکومت کے ان مدعیوں سے زیادہ حق دار ہیں جس کا انہیں حق نہیں ہے اور جو تم پر ظلم و ستم کرتے ہیں اگر تم اب ہم کو ناپسند کرتے ہو اور تمہارے لکھے ہوئے خطوط کے مطابق اب تمہاری رائے نہیں ہے تو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں۔ حر بن یزید نے کہا بخدا ہمیں معلوم نہیں کہ آپ کس قسم کے خطوط کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عقبہ بن سمعان وہ دو تھیلے نکالو جس میں ان کے خطوط ہیں اور ان خطوں کو ان کے سامنے بکھیر دیا۔ حر نے کہا ہم نے آپ کو یہ خطوط نہیں لکھے تھے اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر آپ ہم کو ملیں تو آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس

مطلب کے حصول سے تمہارا مر جانا بہتر ہے۔(تاریخ الامم والملوک: ج:4،ص:303)

اس کے بعد مقام بیضہ کا خطبہ یوں نقل فرماتے ہیں:

میں اس شخص کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوں جس نے احکام شریعت کو متغیر کیا میرے پاس تمہارے خطوط اور تمہاری بیعت کرنے کے پیغام بر آئے کہ تم مجھ سے غداری نہیں کرو گے اور مجھے ناکام نہیں کرو گے اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہے تو تم ہدایت پا لو گے۔ میں حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) ہوں اور فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ہوں میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں میں تمہارا مقتدا ہوں اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑ ڈالا اور تم نے میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو مجھے اپنی جان کی قسم میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تم میرے باپ، میرے بھائی اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ یہی کچھ کر چکے ہو۔
(تاریخ الامم والملوک: ج:4،ص:304 تا 305)

حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر متوفی 774ھ عصر کے بعد والا خطبہ یوں لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو خطبہ دیا اور ان کو اپنے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر برانگیختہ کیا اور کہا: جو ان کے دشمن ہیں اور خلافت کے دعویٰ دار ہیں جو تم پر ظلم کرتے ہیں ان کی بیعت توڑ ڈالو۔ (البدایہ والنہایہ: ج:8،ص:172)

علامہ عبدالرحمان ابن خلدون متوفی 808ھ لکھتے ہیں:

پس تم پر واضح ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے غلطی کی تھی لیکن ان کی یہ غلطی دنیاوی معاملہ میں تھی جس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ حکم شرعی کے اعتبار سے انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ یہ معاملہ ان کے ظن پر موقوف تھا اور ان کا یہ ظن تھا کہ ان کو اس اقدام پر قدرت ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عمر اور ان کے بھائی ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہم نے ان کو کوفہ جانے کے سلسلے میں ملامت کی تھی اور اس معاملے میں ان کی

غلطی پر متنبہ کیا تھا لیکن ان کے ہاں جو کچھ مقدر ہو چکا تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع نہیں کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے ان کی رائے یہ تھی کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے قتل و غارت میں اضافہ ہوگا لہٰذا وہ اس اقدام سے باز رہے اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اتباع نہیں کی اور نہ ان پر انکار کیا اور نہ ان کو گناہ گار قرار دیا کیونکہ وہ مجتہد تھے اور یہ صحابہ اور تابعین حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوئے کیونکہ یہ بھی مجتہد تھے ان میں بکثرت صحابہ یزید کے ساتھ تھے جو یزید کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں اپنی فضیلت اور کمال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شہادت طلب کرتے تھے کہ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعید، حضرت زید بن ارقم اور ان جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے میرے متعلق پوچھو! اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ انہوں نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا اور نہ اس کے درپے ہوئے کیونکہ ان کو علم تھا کہ دونوں طرف اجتہاد ہے اور یہ ایسا ہی اختلاف تھا جیسے شافعی، مالکی اور حنفی فقہاء میں نبیذ پینے پر حد میں اختلاف ہے یہ بھی جاننا چاہئے کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اجتہاد سے نہیں ہوئی ان کی شہادت کے ذمہ دار یزید اور ان کے ساتھی تھے۔ یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یزید کے خلاف خروج جائز نہیں تھا تو اس کے افعال صحیح تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس کے خلاف جنگ صحیح نہ تھی بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اس کے فسق کی وجہ سے تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کا ساتھ اس لیے نہیں دیا کہ وہ امام عادل نہیں تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت حق ہے وہ حق اور اجتہاد پر تھے اور ان کو ثواب ہوگا اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی حکومت کو تسلیم کیا تھا وہ بھی حق اور صواب پر تھے کیونکہ وہ بھی مجتہد تھے۔ (مقدمہ ابن خلدون: ص: 217)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خروج کیوں کیا

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ

جب تک امام اور خلیفہ کا کفر بواح ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کی خلافت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث مبارکہ کی بناء پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی مخالفت کی حالانکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی مخالفت منعقد ہو چکی اور اس کا کفر بواح ثابت نہیں ہوا تھا پھر ان حضرات کی مخالفت کا کیا جواز تھا؟

مولانا عبدالعزیز پرہاروی ملتانی اس سوال کے جوابات یوں لکھتے ہیں:

1- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خلافت کے لئے اس شقی کی اطاعت کرنا غیر معقول تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فرزند رسول تھے لیکن یہ جواب قواعد شرع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ارباب حل وعقد میں سے ایک شخص بھی بیعت کرے تو امامت منعقد ہو جاتی ہے اور امام خواہ فاسق ہو اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ خلافت کے حصول کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ کوفہ میں رہائش اختیار کرنے گئے تھے لیکن یہ جواب روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔

3- حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ تھا کہ اس کی خلافت صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر خلافت کی تفویض کی تھی کہ ان کے بعد یہ خلافت ان کی اولاد میں منتقل نہیں ہو گی بلکہ اس کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیا جائے گا اگر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ شرط ختم ہو گئی اگر یہ کہا جائے کہ ہر چند کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو ولی عہد بنانا صحیح نہ تھا لیکن جب بشمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو اس کی خلافت منعقد ہو گی۔ اس کا جواب یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جبراً بیعت لی گئی تھی اور اگر انہوں نے اختیاراً

بیعت کی تھی تب بھی اس کی خلافت ولی عہد بنانے کی صحت پر موقوف ہے۔ جب ولی عہد بنانا صحیح نہیں تھا تو پھر خلافت کی بیعت بھی صحیح نہیں تھی۔ اسی وجہ سے (64ھ میں) اہل مدینہ کو یزید کی بیعت توڑنا صحیح تھا اور ان میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا اور یہ فرمایا جو شخص یزید کی بیعت توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا؟ اس کا جواب یہ ہے: ایک مجتہد کا حکم دوسرے مجتہد پر لازم نہیں ہے اگر یہ سوال ہو کہ اگر یزید کے خلاف خروج کرنا اجتہادی امر تھا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کی اس قدر مذمت کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے: انہوں نے کسی اجتہادی امر کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا تھا بلکہ محض سوائے نفسانیہ کی وجہ سے آپ کو شہید کیا اور آپ کی عزت مجروح کی اور آپ کی ذریت کو نہایت بے حرمتی سے شام کی طرف لے گئے نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ میں اس سے بیعت کرلوں لیکن وہ شقی نہیں مانے اور آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا۔

4- ہوسکتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا کفر ثابت ہو اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا ہو۔

5- ہوسکتا ہے جس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلیفہ بنایا تھا اس وقت وہ فاسق ہو اس وجہ سے اس کی خلافت اصلاً منعقد نہیں ہوئی جیسا کہ بعض آئمہ کا مذہب ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس امید سے اس کو ولی عہد بنایا تھا کہ شاید اس کی اصلاح ہو جائے کیونکہ روایت ہے انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ عزوجل! اگر یزید میرے گمان کے مطابق ہے تو ٹھیک ورنہ تو اس کو جلد ہلاک کردینا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور اس کی خلافت زیادہ دیر نہ رہ سکی۔ (نبراس: ص540 تا 541)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں کفر سے مراد معاصی ہیں اور اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک خلفاء اور حکام سے ایسی برائی صادر نہ ہو، جس کا معصیت ہونا دلائل شرعیہ سے تم کو معلوم اور محقق ہو اس وقت تک تم ان کی مخالفت نہ کرو اور جب کفر کو معاصی پر محمول کر دیا گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور اہل مدینہ منورہ کا یزید کی مخالفت کرنا اس کے فسوق کی وجہ سے تھا کفر کی وجہ سے نہیں تھا۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:5،ص:181)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

بیاسی اور دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی۔ حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا۔ یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین، ابن عمر اور ابن الزبیر (رضی اللہ عنہم) کو گرفتار کر لو۔ اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی رخصت نہیں ہے مدینہ منورہ کے حاکم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ رات کو مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انہیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو یزید کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے لئے حجاز خالی رہ گیا۔

انہوں نے مکہ میں قیام کیا اور اہل مکہ مکرمہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا: یہ لوگ عہد شکن، بدکار اور شریر ہیں اور ان سب سے برے اہل کوفہ ہیں۔ انہوں نے بیعت کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی پھر اہل مدینہ منورہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ منورہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنو امیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ بنو امیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا۔ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس نے معذرت کر لی اور کہا: اے امیر المومنین! میں نے آپ کے لئے شہر فتح کیے اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کا خون بہانے سے مجھے معاف رکھئے۔ یزید نے پھر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا: اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ منورہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر اور حضور کا حرم ہے میرا خیال ہے کہ آپ انہیں معاف کر دیجئے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ! پھر اس نے مسلم بن عقبہ مزی کو بلوایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگراہٹ تھی اس نے آ کر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا اس سے پہلے میں تمہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورے دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو۔ اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ یزید نے کہا اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مزی نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو۔ پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس کا لشکر تیار کیا جن

میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا۔ مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو۔ اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا اور جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو اہل مدینہ منورہ کو تین دن تک ڈرانا دھمکانا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف روانہ ہونا اور اگر اہل مدینہ منورہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پا لو تو اہل مدینہ منورہ کا طعام، اسلحہ اور مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ منورہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ منورہ کو یزید کی بیعت اور اس کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا: اے اہل مدینہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد کی طرف مکہ مکرمہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا: اے اللہ عزوجل کے دشمنو! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا: اب مدت گزر گئی ہے اب تمہارا کیا ارادہ ہے ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرہ میں جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرہ ہے جو بہت مشہور ہے۔ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ منورہ کو مباح رکھا پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے چاہے آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے۔ اہل مدینہ منورہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ میں سے بنو حارثہ، مسلم بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ کے خلاف جنگ میں جھونک دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی۔ یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار

عورتوں، بچوں اور غلاموں کو لے گئے۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا۔ حصین نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اہل مکہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا۔ حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لئے جنگ کر رہے ہو؟ انہوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی پھر جب انہیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبد الملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مان لیا تھا حتیٰ کہ حجاج نے مکہ مکرمہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا۔

حافظ ابن عمرو نے لکھا ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مروان اور اس کے بیٹے عبد الملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:3،ص 426 تا 427)

علامہ وشتانی مالکی کی بیان کردہ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے یزید کی بیعت کر لی تھی مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی تھی۔ یہ تمام حضرات نفوس قدسیہ تھے اور ان میں سے کسی فریق میں بھی ہوائے نفس کا شائبہ نہ تھا دونوں فریقوں نے اس مسئلہ میں نیک نیتی سے اجتہاد کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث مبارکہ تھیں جن کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ (مستدرک: جز:4، ص92 تا93)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے۔ اس بنانے والے نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

(کنز العمال: جز:6، ص:79)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو نیک کام بھی کریں گے اور برے بھی جو ان سے بیعت توڑ دے گا وہ نجات پالے گا جو ان سے علیحدہ رہے گا وہ سلامت رہے گا اور جو ان سے میل جول رکھے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (مجمع الزوائد: جز:5، ص:228)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سنو! عنقریب حاکم اور کتاب اللہ الگ الگ ہو جائیں گے تم کتاب اللہ سے علیحدہ نہ ہونا! سنو عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے کہ وہ اپنے لئے جو فیصلے کریں گے وہ تمہارے لیے نہیں کریں گے تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو گمراہ کر دیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس وقت کیا کریں؟ فرمایا: تم وہ کرنا جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے صحابہ نے کیا تھا انہیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جانا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:5، ص:228)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو تم کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور خود برے کام کریں گے وہ لوگ تمہارے امام نہیں ہیں۔ (مجمع الزوائد: ج:5، ص:227)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو آپ کی سنت پر عمل نہ کریں اور آپ کے احکام پر نہ چلیں تو آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں۔ (مجمع الزوائد: ج:5، ص:225)

یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جن کی وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اہل کوفہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے دعوت دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو احوال کا پتہ کرنے کوفہ بھیجا اور ان کی یقین دہانی کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے

اہل کوفہ کی دعوت کو قبول کیا مگر جب وہاں پہنچے تو انہوں نے غداری کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان کو خطبات دیئے جس طرح تاریخ الامم والملوک میں ہے۔ چنانچہ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حمد اور صلوٰۃ کے بعد فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے "جس شخص نے دیکھا کہ ظالم حکمران اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ رہا ہے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رہا ہے پھر وہ شخص اپنے قول اور فعل سے اس حکمران کو بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس شخص کو اس کے ٹھکانے میں داخل کر دے۔ سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی التزام کر لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے ان لوگوں نے فساد برپا کیا ہے اور حدود کو معطل کر دیا ہے اور محاصل (فیئ) کو اپنی ملکیت بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام اور اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کر لیا ہے اور میں دوسروں کی بہ نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا زیادہ مستحق ہوں جبکہ میرے پاس بیعت کے لئے تمہارے بکثرت خطوط اور نمائندے آچکے ہیں کہ تم مجھے تکلیف دو گے نہ شرمندہ ہونے دو گے۔ اگر تم اپنے اس اقرار اور بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہوں میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے اہل تمہارے اہل کے ساتھ ہیں اور تمہارے لیے میری ذات میں نمونہ ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے اقرار سے پھر گئے اور میری بیعت کو توڑ دیا تو یہ تمہاری کوئی نئی بے وفائی نہیں ہے ایسی بے وفائی تم اس سے پہلے میرے والد محترم، میرے بھائی اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔ تمہارا حصہ اور نصیب خطاء ہے اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے پرواہ کر دے گا۔"

(تاریخ الامم والملوک: ج:6، ص:229)

علامہ عبدالرحمان ابن خلدون متوفی 808ھ لکھتے ہیں:

اس وقت یزید میں صرف گانا سننے کا عیب تھا اور گانا سننے میں صحابہ کا بھی اختلاف تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے عظیم الشان صحابی اس سے بری ہیں کہ وہ یزید کی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے اس کو ولی عہد مقرر کر دیتے۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

جب یزید فسق و فجور میں مبتلاء ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہو گئیں۔ بعض نے اس سے بیعت توڑ کر جنگ کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے متبعین کی رائے تھی اور بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادے سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ اور فساد ہوگا اور بکثرت خون ریزی ہوگی۔ علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ آسان بھی نہ تھا کیونکہ اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنوامیہ ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل وعقد بھی اس کی حمایت پر تیار تھے مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقتور تھا یزید کے ساتھ تھا اس لیے یہ لوگ بیعت توڑنے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے رکے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کی یا پھر اس سے نجات کی دعائیں مانگتے رہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کی یہی رائے تھی دونوں جماعتیں مجتہد تھیں دونوں میں سے کسی کی رائے کو برا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لئے کوشاں تھے اور ان مقاصد کے لئے ان کی مساعی لوگوں میں مشہور اور معروف تھی۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حجاز میں تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شام اور عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے تمام متبعین سب اس بات پر متفق تھے کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جنگ سے فتنہ اور خون ریزی ہوگی انہوں نے اس مسئلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت کی نہ ان کی رائے کی مذمت کی کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے امام اور نمونہ تھے اور یہ خیال کر کے کہ کہیں گمراہ نہ ہو جانا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا اس لیے وہ بھی گنہگار

ہیں کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور شہادت پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری فضیلت اور استحقاق خلافت کے بارے میں جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم وغیرہ سے پوچھو اور آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ان حضرات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کا اجتہاد انہیں میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر رہا تھا جیسے حنفی مذہب میں نبیذ پینا جائز ہے اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ناجائز ہے اب اگر کوئی حنفی شخص نبیذ پی لے تو اس پر کوئی شافعی یا مالکی قاضی حد نہیں جاری کر سکتا۔ (مقدمہ ابن خلدون: ص: 212)

جن احادیث مبارکہ کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت کی وہ احادیث مبارکہ یہ ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم سے بیعت لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جو عہد لیے ان میں سے یہ بھی تھا کہ ہم احکام سنیں اور اطاعت کریں خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، سختی ہو یا آسانی اور خواہ ہماری حق تلفی ہو ہم بیعت پر قائم رہیں اور حاکم وقت کے خلاف خروج نہ کریں فرمایا مگر یہ کہ تم حاکم میں کھلم کھلا کفر دیکھو جس کفر پر تمہارے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی دلیل ہو۔ (صحیح مسلم: ج: 2، ص: 125)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے بیعت توڑی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال مین ملاقات کرے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص بغیر بیعت کے مرا وہ جاہلیت

کی موت مرا۔ (صحیح مسلم: ج: 1،ص: 128)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عرفجہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عنقریب فتنہ اور فساد ہوگا پس جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالے درآں حالیکہ متحد ہو کر اس کو تلوار سے قتل کردو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (صحیح مسلم: ج: 2،ص: 128)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن سے تم اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے بھی جس نے برائی کو پہچان لیا وہ بری ہوگیا اور جس نے برے کاموں کو برا جانا وہ بھی بری ہوگیا البتہ اس سے مواخذہ ہوگا جس نے برائی کا ساتھ دیا اور اس سے خوش ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔ (صحیح مسلم: ج: 2،ص: 128)

بیعت توڑنے پر قتل وغارت کا بازار گرم ہوا

حافظ ابوالفدا ء ابن کثیر دمشقی شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

تریسٹھ ہجری میں حرہ کی جنگ کا واقعہ ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش پر عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو امیر مقرر کردیا تھا۔ سال کے شروع میں یہ لوگ منبر کے پاس جمع ہوئے اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کردی حتیٰ کہ کوئی شخص کہتا کہ جس طرح میں اپنی جوتی اتار رہا ہوں اس طرح یزید کی بیعت اتار رہا ہوں حتیٰ کہ وہاں پر پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر جمع ہوگیا پھر انہوں نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکالنے پر اتفاق کیا جو یزید کا عم زاد اور

مدینہ منورہ کا گورنر تھا اسی طرح باقی بنوامیہ کو بھی مدینہ منورہ سے نکالنے پر یہ لوگ متفق ہو گئے۔ بنوامیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے اور اہل مدینہ منورہ نے ان کا محاصرہ کر لیا اس معاملہ میں علی بن الحسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے علیحدہ رہے ان لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی نہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر میں سے کسی شخص نے بیعت توڑی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر والوں سے فرمایا تھا تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے جس شخص نے بھی یزید کی بیعت توڑی میرا اس سے تعلق منقطع ہو جائے گا اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگوں نے ابن مطیع اور ابن حنظلہ سے تا دم مرگ بیعت کی ہے اور کہا: ہم یہ بیعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ اسی طرح بنوعبدالمطلب میں سے کسی شخص نے یزید کی بیعت نہیں توڑی۔ محمد بن حنفیہ سے اس سلسلہ میں کہا گیا تو انہوں نے بیعت توڑنے سے شدید انکار کیا۔ بیعت توڑنے والوں نے یزید پر شراب نوشی اور نماز نہ پڑھنے کی جو تہمت لگائی تھی انہوں نے اس سے یزید کی برأت بیان کی اور بہت بحث کی۔ بنوامیہ نے اپنے محاصرہ، توہین اور بھوک اور پیاس کا حال یزید کو لکھ کر بھیجا۔ یزید کو نقرس کی بیماری تھی۔ جس وقت یہ خط پہنچا وہ اس وقت تخت پر بیٹھا اپنے پیر دھلوا رہا تھا۔ یہ خط پڑھ کر وہ سخت طیش میں آیا اس نے عمرو بن سعید بن عاص سے مشورہ کیا اور ان سے کہا: ایک لشکر لے کر جائیں اور اہل مدینہ پر حملہ کریں لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا: آپ کی حکومت مضبوط ہے اور خواہ مخواہ قریش کا خون بہانے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو گا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ یزید نے پھر قاصد کو بھیج کر مسلم بن عقبہ کو بلوایا وہ بوڑھا اور کمزور شخص تھا لیکن اس نے اس کام کی حامی بھر لی یزید نے اس کو دس ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادہ سپاہیوں کا امیر بنایا اور ہر سپاہی کو سو دینار دیئے۔ نعمان بن بشیر نے اہل مدینہ کی سفارش کی لیکن یزید نے کہا میں ان سے بار بار درگزر کر چکا ہوں اور اب میں ان سے ضرور جنگ کروں گا۔ نعمان نے کہا: میں تمہیں تمہاری قوم اور انصار رسول اللہ کی امان کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں۔

عبداللہ بن جعفر نے یزید سے کہا: یہ بتلائیے اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو آپ قبول کر لیں گے؟ یزید نے کہا اگر وہ ایسا کر لیں تو پھر ان سے کوئی جنگ نہیں ہے پھر یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تین دن تک ان کو مہلت دینا اگر وہ اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو قبول کر لینا اور اگر وہ اطاعت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ کرنا اور جب ان پر غالب آ جاؤ تو تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر مدینہ منورہ کو مباح کر دینا اس کے بعد لوگوں پر ظلم نہ کرنا اور علی بن حسین (حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ) کا خیال رکھنا اس کے ساتھ خیر خواہی کرنا ان کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھانا کیونکہ وہ اس بغاوت میں شریک نہیں تھے اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہو جانا۔

اہل مدینہ پر غالب آنے کے بعد مسلم بن عقبہ نے یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر شہر کو مباح کر دیا اللہ تعالیٰ اس جاہل بوڑھے کو خراب کرے اور اس کو جزاء خیر نہ دے اس نے مدینہ منورہ کے اشراف اور قراء کو قتل کر دیا اور بے شمار اموال لوٹ لیا بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت بہت زیادہ شر اور فساد برپا ہوا۔

مدائنی نے کہا مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر مدینہ منورہ کو مباح کر دیا انہیں جو شخص بھی ملتا اس کو قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے۔ سعدی بنت عوف مریہ نے مسلم بن عقبہ سے کہا میں تمہاری چچا زاد ہوں اپنی فوجوں سے کہو کہ میرے اونٹوں کو نہ لوٹیں۔ مسلم بن عقبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: سب سے پہلے اس کے اونٹوں کو لوٹو۔ ایک عورت نے کہا میں تمہاری باندی ہوں اور میرا بیٹا تمہارا قیدی ہے۔ مسلم بن عقبہ نے فوراً اس کی گردن اڑا دی۔ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں بغیر زوج کے حاملہ ہو گئیں۔

ہشام بن حسان نے کہا ہے:

واقعہ حرہ کے بعد مدینہ منورہ کی ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا

ہوئے۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت اس وقت روپوش ہوگئی تھی۔ ان میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک غار میں تھے۔ ایک شامی سپاہی ان سے ملا اور انہیں قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝

میرا ارادہ ہے کہ تو میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے اور جہنمی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! کہا ہاں پھر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔

(البدایہ والنہایہ: جز:8، ص217 تا 221)

مدائنی نے کہا ہے:

مسلم بن عقبہ کے پاس سعید بن مسیّب کو لایا گیا مسلم نے ان سے کہا: بیعت کرو انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا کسی نے کہا: یہ مجنون ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔

مدائنی کہتے ہیں:

میں نے زہری سے سوال کیا کہ یوم حرہ میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کہا مہاجرین اور انصار میں سے سات سو ایسے نفوس شہید ہو گئے جنہیں میں جانتا تھا اور دس ہزار ایسے نفوس شہید ہو گئے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔

مدائنی کہتے ہیں:

یہ واقعہ 27 ذی الحجہ 63ھ میں واقع ہوا تھا اور تین دن تک یہ لوگ مدینہ منورہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔ (البدایہ والنہایہ: جز:8، ص:221)

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

آخر مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے کہا: اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال اور اہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔ (تاریخ الامم والملوک: ج:7،ص:13)

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

بیاسی اور دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی۔ حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین ابن علی اور ابن الزبیر کو گرفتار کر لو اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ مدینہ منورہ کے حاکم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا پھر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اسی رات مکہ مکرمہ چلے گئے۔ گورنر نے ان کی تلاش کرائی لیکن ان کا پتہ نہ چلا کیونکہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے سفر میں عام اور معروف راستہ نہیں اختیار کیا تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلوایا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رات کو مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انہیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو یزید کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن

الزبیر رضی اللہ عنہما کے لئے حجاز خالی رہ گیا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور اہل مکہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا: یہ لوگ عہد شکن، بدکار اور شریر ہیں اور ان سب سے برے اہل کوفہ ہیں انہوں نے بیعت کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی پھر اہل مدینہ منورہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ منورہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنی امیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ بنو امیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا۔ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا اس نے معذرت کر لی اور کہا: اے امیر المومنین میں نے آپ کے لئے شہر فتح کیا اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کے خون سے مجھے معاف رکھیے۔ یزید نے پھر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین! کیا بات ہے! یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا۔ وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا: اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ منورہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر اور حضور کا حرم ہے میرا خیال یہ ہے کہ آپ انہیں معاف کر دیجیے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ۔ پھر اس نے مسلم بن عقبہ مزی کو بلایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگڑاہٹ تھی اس نے آ کر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا اس سے پہلے میں تمہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا: اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو۔ اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ یزید نے کہا: اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مزی نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو۔ پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس

کا لشکر تیار کیا جن میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا۔ مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا۔ اور جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو اہل مدینہ منورہ کو تین دن تک ڈرانا اور دھمکانا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف روانہ ہونا اور اگر اہل مدینہ منورہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پا لو تو اہل مدینہ منورہ کا طعام، اسلحہ اور مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ منورہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ منورہ کو یزید کی بیعت اور اس کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا: اے اہل مدینہ منورہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد کی طرف مکہ مکرمہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا: اب مدت گزر گئی ہے اب تمہارا کیا ارادہ ہے ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرہ میں جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ منورہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرہ ہے جو بہت مشہور ہے۔ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ منورہ کو مباح رکھا پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے چاہے تو آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے۔ اہل مدینہ منورہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ منورہ میں سے بنو حارثہ، مسلم بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ منورہ کے خلاف جنگ میں جھونک دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی۔ یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات

سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار عورتوں، بچوں اور غلاموں کو لے گئے۔ مدینہ منورہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا۔ حصین نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اہل مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا۔ محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مرتد ہو گیا۔ حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لئے جنگ کر رہے ہو؟ انہوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی پھر جب انہیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان ابن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبد الملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی۔ ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مان لیا تھا حتیٰ کہ حجاج نے مکہ مکرمہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا۔

حافظ ابن عمرو نے لکھا ہے کہ

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما مروان اور اس کے بیٹے عبد الملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:3، ص 426 تا 427)

حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب یزید کے پاس واقعہ حرہ کی خبر پہنچی اور اسے مسلم بن عقبہ اور اس کے لشکر کی فتح کا علم ہوا تو وہ اس پر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا

کہ وہ امام ہے اور اہل مدینہ منورہ نے اس کی اطاعت سے خروج کیا ہے اور اس کے غیر کو اپنا امیر بنالیا ہے اس لیے ان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لئے جائز ہے جب تک کہ وہ رجوع نہ کر لیں اور جماعت کے ساتھ نہ ہو جائیں جیسا کہ اس نے نعمان بن بشیر اور مسلم بن عقبہ کے ذریعہ پہلے ان کو تنبیہ کی تھی اور حدیث صحیح میں ہے جب تم ایک جماعت ہو اور کوئی شخص آ کر تم میں تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔

(البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:223)

نیز حافظ ابوالفداء ابن کثیر شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

یزید نے مسلم بن عقبہ کے لئے جو تین دن کے لئے مدینہ منورہ مباح کر دیا تھا یہ اس کا بہت بڑا گناہ تھا جب اس کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ اور ان کی اولاد شہید کی گئی تو یہ گناہ اور بھی بڑھ گیا حالانکہ اس سے پہلے وہ عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا چکا تھا اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں جو عظیم فساد ہوا اس کی حد اور حساب سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس نے مسلم بن عقبہ کی کمان میں لشکر بھیج کر اپنی مملکت کی دوام اور استحکام کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا الٹ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قضاء اس کی خواہش کے درمیان واقع ہوئی اور جابروں کے جبر اور متکبرین کے تکبر توڑنے والے عزیز، مقتدر نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:222)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

مسلم بن عقبہ بن رباح بن اسعد مزی یزید بن معاویہ کی طرف سے اس کے لشکر کا امیر تھا جس نے مدینہ منورہ پر ایام حرہ میں حملہ کیا۔

ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ

اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا اور یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کے ساتھ تھا۔

محمد بن سعد نے طبقات میں واقدی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ

جب یزید بن معاویہ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ منورہ نے مدینہ منورہ کے گورنر کو نکال دیا ہے اور یزید کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے اہل مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر مسلم بن عقبہ کو بنایا جس کی عمر اس وقت نوے سال سے زیادہ تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عہد نبوی میں ادھیڑ عمر کا ہوگا۔ مسلم نے اہل مدینہ منورہ کے ساتھ بہت بدتمیزی کے ساتھ بات کی اور تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر مدینہ منورہ مباح کیا اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا اس وجہ سے اس کا نام مسرق رکھا گیا۔

(الاصابہ: ج:3، ص:494)

علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی 678ھ لکھتے ہیں:

27 ذی الحجہ 63 ہجری میں واقعہ حرہ ہوا جس میں مہاجرین اور انصار کی اولاد میں سے تین سو سے زیادہ نفوس شہید کر دیئے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معقل بن سنان، حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت عبداللہ بن زاید رضی اللہ عنہم شہید کر دیئے گئے۔

(مرآۃ الجنان: ج:1، ص:138)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حرہ کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا میں قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔

(انسان العیون: ج:1، ص:249)

علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ کے قتل عام میں ایک ہزار سات سو مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیار تابعین شہید کئے گئے اور عام لوگوں میں سے

بچوں اور عورتوں کے سوا دس ہزار مسلمان شہید کیے گئے۔ سات سو قرآن مجید کے قاری شہید کیے گئے اور ستانوے قریش شہید کر دیئے گئے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے جو قبر انور اور منبر شریف کے درمیان پیشاب کرتے اور لید کرتے رہے۔ مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اس پر بیعت کریں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے۔

یزید بن عبداللہ بن زمعہ نے کہا ہے:

میں قرآن مجید اور سنت کے حکم پر بیعت کرتا ہوں تو اس نے ان کو بندھوا کر ان کی گردن ماردی۔ (وفاء الوفاء: جز:1 ص:126)

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی لکھتے ہیں:

ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے: ایام حرہ میں جب بھی نماز کا وقت آتا تھا قبر انور سے اذان کی آواز آتی تھی اور پھر اقامت کہی جاتی میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا اور میرے سوا اس وقت مسجد نبوی میں اور کوئی نہیں تھا۔ (وفاء الوفاء: جز:1 ص:134)

مسلم بن عقبہ کا عبرت ناک انجام

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ میں ایک شخص سے کہا: اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور معصیت میں یزید کے غلام ہو اس نے انکار کیا اور کہا: میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا اس کی ماں نے قسم اٹھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت دی تو وہ مسلم بن عقبہ کو جلا دے گی خواہ زندہ یا مردہ۔ مدینہ منورہ سے واپس ہونے کے بعد مسلم کی بیماری بڑھ گئی اور وہ مر گیا اس قرشی

نوجوان کی ماں مسلم کی قبر پر گئی اس کی قبر کھدوائی اور کہا: سر کی جانب سے اس کی لاش نکالو۔ سر کی جانب سے لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی کو چوس رہا ہے لوگ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور کہا: اے مالکہ اس کو چھوڑ دیں اس نے اپنی برائی کا مزہ چکھ لیا۔ اس عورت نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی پھر کہا پیروں کی جانب سے اس کی لاش نکالو۔ انہوں نے پیروں کی جانب سے قبر کھودی تو دیکھا کہ اس اژدھے کی دم نے اس کے پیروں کو جکڑا ہوا ہے وہ عورت ایک طرف ہٹی اور اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے میں آج تک مسلم بن عقبہ پر غضب ناک ہوں مجھے اس پر قدرت دے پھر اس نے اژدھے کی دم پر لکڑی ماری اژدھا ہٹ گیا اس کو قبر سے نکالا گیا اور جلا دیا گیا۔

(وفاء الوفاء: ج: 1 ص: 136)

کعبہ کو جلانا

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرتے رہے۔ 3 ربیع الاول 64ھ کو بروز شنبہ اہل شام نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے منجنیق ایک مست اونٹ ہے جس سے ہم کعبہ پر نشانہ لگا رہے ہیں۔ عمرو بن حوط سفروسی یہ شعر پڑھتا تھا "ام فروہ کا کارنامہ دیکھو وہ صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔" ام فروہ اس نے منجنیق کا نام رکھا تھا۔ مشلل میں مسلم کے دفن ہونے کے بعد ابن نمیر تیئسویں محرم کو مکہ مکرمہ روانہ ہوا تھا اور چھبیس محرم الحرام کو مکہ مکرمہ پہنچا، چونسٹھ دن تک حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا اور 14 ربیع الاول کو یزید کے مرنے کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔

(تاریخ الامم والملوک: ج: 7 ص 14 تا 15)

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا، حصین نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اہل مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا۔ محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا، حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لئے جنگ کر رہے ہو؟ انہوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی پھر جب انہیں اس خبر کی تصدیق ہوگئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے۔ چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مان لیا تھا حتیٰ کہ حجاج نے مکہ مکرمہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:3، ص:427)

حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

محرم چونسٹھ ہجری کے اوائل میں مسلم بن عقبہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوا اور اس نے روح بن زنباع کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا جب یہ ثنیہ حرشا میں پہنچا تو اس نے لشکر کے سواروں کو جمع کیا اور کہا: امیر المومنین نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ مجھے موت آئے تو حصین بن نمیر کو بلا کر کہا: اے پالان کے بیٹے گدھے میری نصیحت کو غور سے سنو! جب تم مکہ مکرمہ پہنچ جاؤ تو ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے میں تین دن سے زیادہ توقف نہ کرنا پھر کہا: اے اللہ عزوجل! میں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد

اہل مدینہ منورہ کو قتل کرنے سے زیادہ کوئی نیک کام نہیں کیا اور میرے نزدیک اس کی آخرت میں زیادہ جزاء ملے گی اور اگر میں پھر بھی جہنم میں داخل ہو گیا تو میں بڑا بدنصیب ہوں پھر وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلم بن عقبہ کے بعد اسی سال چودہ ربیع الاول کو یزید فوت ہو گیا اور دونوں نے اپنی فتح سے جو امیدیں قائم کی تھیں ان میں نامراد رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ملک چھین لیا۔ 16 محرم الحرام 64ھ کو حصین بن نمیر اپنے لشکر کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ حصین بن نمیر مکہ مکرمہ کے باہر ٹھہر گیا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اہل مکہ مکرمہ کے ساتھ جنگ کے لئے آئے اور بہت سخت جنگ ہوئی۔ اہل شام نے اہل مکہ مکرمہ پر بہت سخت حملہ کیا جس سے اہل مکہ مکرمہ گھبرا گئے اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا خچر لڑکھڑا گیا پھر حضرت مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ایک جماعت نے پینترا بدل کر جنگ کی اور وہ سب شہید ہو گئے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما رات بھر پامردی سے لڑتے رہے پھر محرم اور صفر میں مکمل لڑائی ہوتی رہی اور تین ربیع الاول چونسٹھ ہجری کو یزیدی لشکر نے ہفتہ کے دن کعبہ کو نشانہ بنانے کے لئے منجنیق کو نصب کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے کعبہ پر آگ پھینکی جس سے ہفتہ کے دن بیت اللہ کی دیوار جل گئی۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) (البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:225)

کعبہ معظّمہ کی تعمیر

شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی 1204ھ لکھتے ہیں:

کعبہ معظّمہ کی دس بار تعمیر کی گئی ہے پہلی بار کعبہ معظّمہ کو ملائکہ نے بنایا۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان میں ایک بیت بنائیں اور ہر زمین میں ایک بیت بنائیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ چودہ بیت ہیں۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

جب ملائکہ نے کعبہ معظمہ کی بنیاد رکھی تو زمین کو اس کی منتہاء تک پھاڑا اور اس کی بنیاد میں اونٹ جتنے بڑے بڑے پتھر ڈالے اور انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بناء کی تھی دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر کی۔

روایت میں ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ انسانوں کے لئے پہلا خدا کا گھر بنایا گیا ہے تیسری بار حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ تعمیر فرمایا پھر حضرت نوح علیہ السلام تک یہ تعمیر قائم رہی اور پھر طوفان نوح میں یہ ڈوب گیا۔ چوتھی بار اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا جن کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعمیر کعبہ کا حکم پہنچایا تھا اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس سے افضل اور کوئی عمارت نہیں ہے کیونکہ بنانے کا حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے حکم لانے والے اور انجینئر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور مددگار حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ پانچویں بار کعبہ کو عمالقہ نے بنایا۔ چھٹی بار جرہم نے اور ان میں سے بنانے والا حارث بن مفاض اصغر تھا۔ ساتویں بار اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "جد" قصی نے بنایا۔ آٹھویں بار اس کو قریش نے بنایا۔ اس تعمیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ نویں بار اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چونسٹھ ہجری کے اوائل میں بنایا جب یزید بن معاویہ کی فوجوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لئے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا اور منجنیق کے پتھر کعبہ پر لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے استخارے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے کے بعد کعبہ کو شہید کر دیا اور از سر نو قواعد ابراہیم علیہ السلام پر اس کی تعمیر کی۔ قریش نے تعمیر کے وقت حطیم کا جو حصہ کعبہ سے خارج کر دیا تھا حضرت ابن

الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کو پھر داخل کر دیا۔ اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے تھے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نصف جمادی الاخریٰ میں پہلی تعمیر کو منہدم کیا اور رجب پینسٹھ ہجری میں اس کو دوبارہ تعمیر کیا۔ تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک سو اونٹ ذبح کیے اور کعبہ معظمہ پر غلاف چڑھائے۔ دسویں بار اس کو حجاج بن یوسف نے بنایا۔ حجاج نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بناء کو توڑ دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر تعمیر کی اور آج تک کعبہ معظمہ اس بناء پر قائم ہے۔

(الفتوحات الالٰہیہ: جز:1، ص115 تا116)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

آخری التجاء

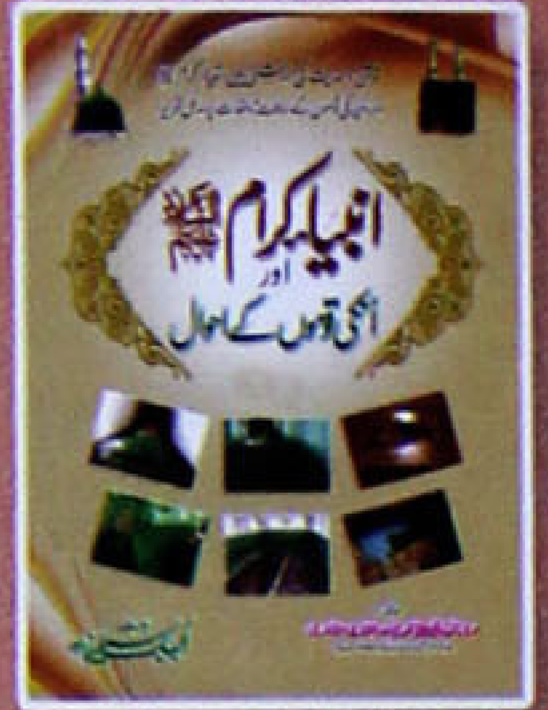
اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سچی محبت اور عقیدت عطا فرمائے اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حشر میں شفاعت شفیع عظیم صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت الفردوس میں پڑوس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے۔

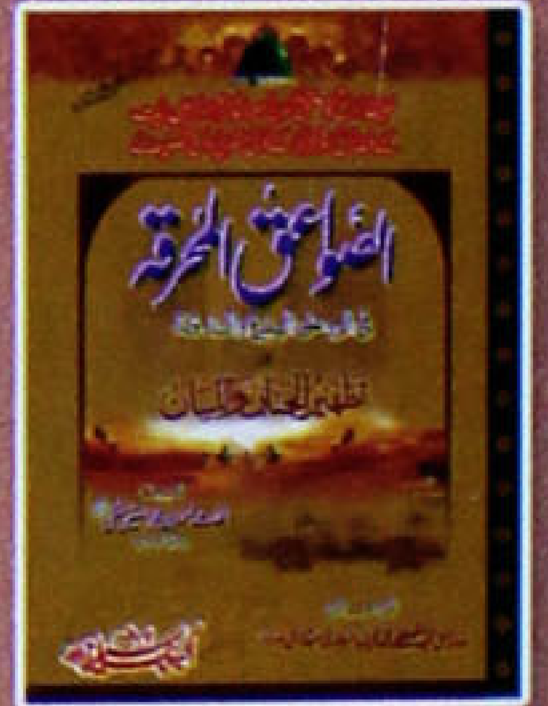
آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

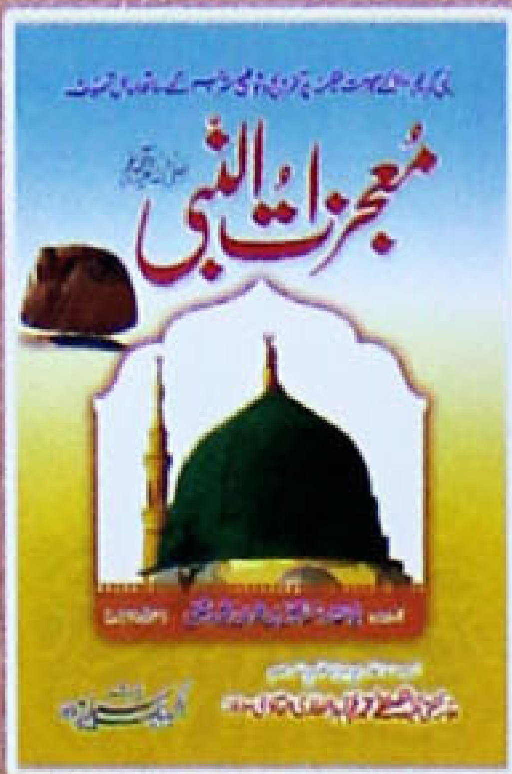
طالب غم مدینہ و مدفن جنت البقیع
عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف
شاہ جمال مظفر گڑھ

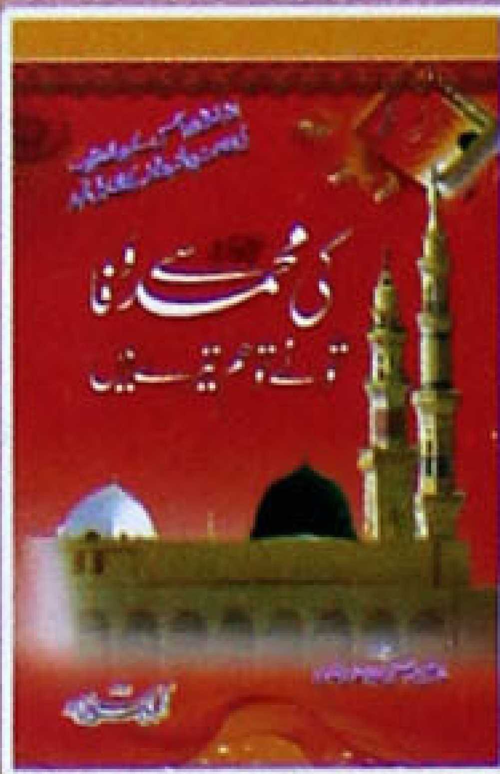
ہماری چند دیگر مطبوعات

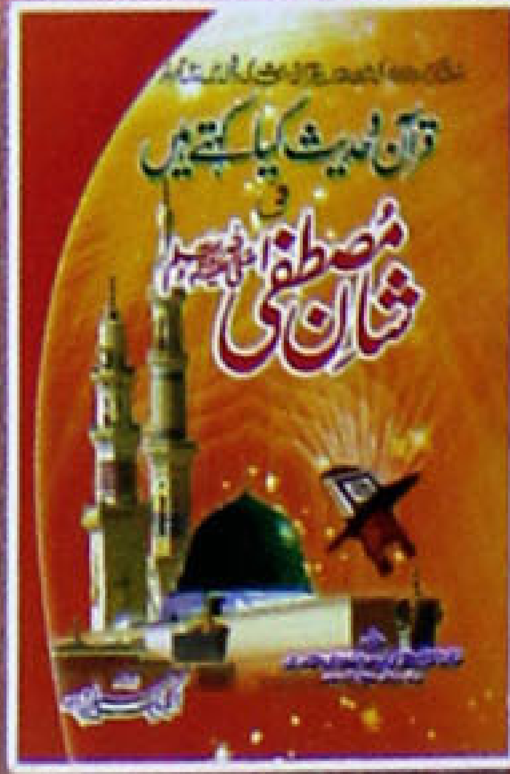


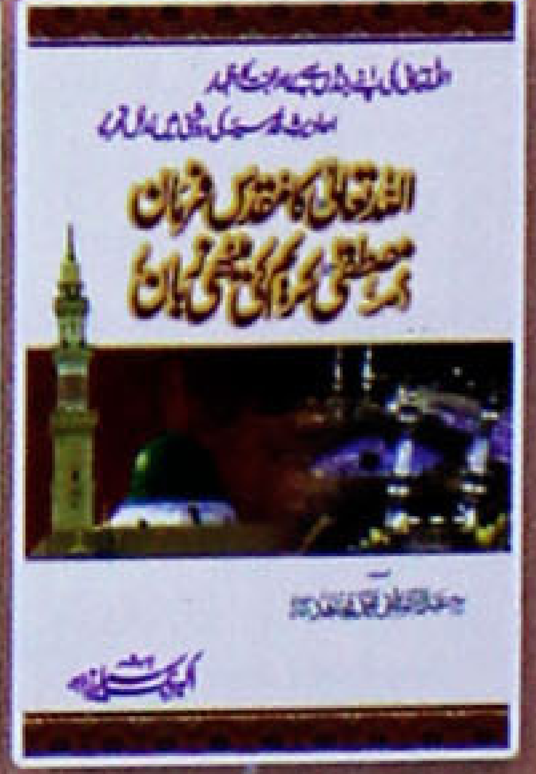




















ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022